هو المستعان

قل هاتو برهانکم (هذا ذکر من معی و ذکر من قبلی) ان کنتم صادقین

البرہان فی فلسفۃ القرآن

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

حصہ سوم

مصنفہ مولانا بالفضل اولنا و بالعمل اتقانا المعروف بعبد الرؤف

ولد شیخ محمد یحییٰ بن شیخ نصیر الدین الصدیقی الموی الہ آبادی

مصنف دلایل فضایل الاسلام و صراط المستقیم و کتاب الحکم

در مطبع اسرار کریمی الہ آباد زیور طبع پوشید

تاریخ طبع براہین و البلاغ سنہ ۱۳۳۶ ہجری و

برہان الاقوم آیات قرآن المحکم

نفس کی تعریف اور اُسکے اقسام اور اُسکے حدود وطبقات جذبات و خیالات

جب انسانی جذبات وصفات کے معاملے مین تعین حدود یا تعین قیود کا اطلاق ہوتا ہے تو اُن سے مراد ایسے قیود ہوتے ہین جن سے کوئی صفت کوئی قوت اور کوئی جذبہ ایسے طور پر کام مین لایا جا سکے جو اکثر پہلو سے مفید ثابت ہو اور فواید عامہ کے خلاف نہ جا پڑے۔ رحم کرم حلم اور عفو وغیرہ نیک صفات اور غصہ ظلم وستم انتقام وغیرہ تکلیف دہ و بد سمجھے جاتے ہین لیکن اگر ان دونون قسم کی صفات حدود وقیود جایز سے محدود ومشروط نہ ہون تو نیکیون سے برائیون کی تعداد بہت بڑھ جاوے۔ فیصلہ کرنے والے جرایم کے ثابت ہونے پر اگر رحم کرین اور اُن کے دلون مین رحم کی لہرین جو اُٹھا کرتی ہین اگر اُن کو کام مین لاوین تو امن وامان وآسایش عامہ باقی نہ رہین جن کی کفیل عدالتین اور قوانین شرعی اور ضوابط سیاسیہ ہین۔ دوسرا رُخ بھی دیکھو۔ غصہ جوش اور انتقام کی کبھی ضرورت نہین پڑتی کیا کبھی اُنہین مناسب حدود کے اندر اور مناسب شرایط کے ساتھ کام مین نہین لانا پڑتا کیا کبھی مجرمون کو سزا دینے کو ہماری ضروریات ہمارا تمدن ضروری نہین سمجھتا۔ ان مثالون سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی صفات اور قوتین اور جذبات اُسی وقت بہتر ہین جب اُن کا استعمال تمام شرایط اور حدود مجوزہ کے ماتحت یا مطابق کیا جاوے جب تک کوئی قوت کوئی جذبہ کوئی صفت بتعین حدود استعمال مین نہ لائی جاوے تب تک وہ فایدہ مند ونیک نہین۔ الغرض حدود اور شرایط کے تعین اور تقید کے واسطے

موجود ہے جو خود اپنے اوپر اور اپنے خیال پر اور دوسروں پر اور دوسرونکے خیال پر اثر کرتی ہے اس کے اثر متعدد طرح پر ہوتے ہین اس مین سے یہ بھی ہے کہ شے غیر موجود موجود معلوم ہوتی ہے جیسا کہ خواب مین قوت نفس کا اثر دو شخص جو نیند مین ڈالنے کہ گھورنے سے توجہ ڈالنے سے منتقل ہوتا ہے۔

نفس کی ایک جداگانہ نوعی کیفیت بھی ہوتی ہے جس کو وقوف کہتے ہین یعنے وہ کیفیت شعوری جو نفس کے فاعلیت وانفعالیت کے درمیان رابطہ کا کام دیتی ہے۔ ایک قلیل جماعت یہ دعوے کرتی ہے کہ مفردات شعور صرف دو ہین وقوف اور احساس۔ ارادہ کوئی ذہن کا مستقل عنصر نہین بلکہ انہی دونون کیفیات سے مرکب ہوتا ہے جس کی تحلیل کیفیات وقوفی واحساسی مین کر سکتے ہین۔

(۲) کیفیات نفس کو ہم ان عنوانات ذیل کے تحت مین رکھ سکتے ہین۔ (الف) نفس انسانی کی وہ حالت جس مین غم ونشاط سے قطع نظر کرکے ہمین کسی شے کا مطلق علم حاصل ہوتا ہے مثلاً ہمارے سامنے دو رنگین چیزین رکھی ہین ہم نے انہین دیکھکر یہ حکم لگایا کہ ان مین ایک سرخ ہے اور دوسری سیاہ تو اس موقع پر کوئی انقباض یا انبساط نہین ہوا بلکہ ہم نے محض امتیاز سے کام لیا۔ اس قسم کی کیفیات کو جس مین محض قوائے عقلی متاثر ہون کیفیات وقوفی یا محض وقوف کہتے ہین۔ (ب) وہ کیفیات نفسی جن مین علم وادراک کے ساتھ وجدان پر بھی اثر پڑتا ہے یعنے ایک خوشگوار یا ناگوار اثر سے بھی متکیف ہوتے ہین۔ اس نوعیت کے تمام تغیرات ذہنی کو جس مین وجدان متاثر ہوتا ہے کیفیات احساسی یا خالی احساس کہتے ہین۔ (ج) وہ کیفیات نفسی جن مین نفسانی تاثیرات

ہیں نیک ارادہ کی بھی ضرورت ہے۔ چونکہ انسان میں اُس کا نفس ہی حاکم ہوتا ہے اور بغیر ضبط کے تعامل و تصاحب ہموار و آسان نہیں ہو سکتا لہذا جب تک نفسیات کے بعض اہم مسایل نہ سمجھ لیے جاویں کوئی شخص مقصد مذکور کو کماحقہ سمجھ کر پورا نہیں کر سکتا۔ پس مختصراً ضروری مسایل نفسیات بیان کیے جاتے ہیں۔ منطقی حیثیت سے کسی شے کی تعریف کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ مجہول ہستی کو معروف ہستی ہیں اور عام کو عام تر کلیہ کے واسطے روشناس کیا جاوے لیکن جو شے خود ہی معروف ہو اور اعم الاعمات کا درجہ رکھتی ہو اُس کے ذہن نشین کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ اُس کے افعال و خواص کا استقصا کیا جاوے۔ ذہن یا نفس منجملہ اُن ہی معروف و اعم الاعمات کے ہے۔ انسان کو اپنی ذات کا یقین ہے وہ جانتا ہے کہ میں ہوں تمام تجربات کا یہی سبب ہے تاہم اگر ایک کلیہ کی صورت میں نفس کی تقریبی تعریف کرنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ نفس اُس غیر مادی ہستی یا کیفیت کا نام ہے جس کے مظاہر علاوہ ہماری زندگی یا کم سے کم بیداری میں ہمارے تجربہ میں آیا کرتے ہیں۔ حیات یا زندگی اُس تناسب خاص کا نام ہے جو ایک جسم عضوی اور اُس کے ماحول کے درمیان پایا جاتا ہے۔ (۱) نفس اور ماحول میں ہمیشہ باہمی تاثیر و تاثر فعل و انفعال کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور جب تک انسان اُس پر مطلع ہوتا رہے اُس کا نام شعور ہے اُس تعامل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نفس بطور موثر کے اپنا اثر ماحول پر ڈالے دوسرے یہ کہ بطور متاثر کے ماحول سے خود اثر قبول کرے۔ نفس کی اُس انفعالیت کو جس میں وہ متاثر ہوتا ہے احساس اور اُس کی فاعلیت کو جبکہ وہ دوسروں پر اثر کرتا ہے ارادہ کہتے ہیں۔ نفس انسانی میں ایک ایسی خاصیت بھی

افعال محدود نہ کئے جائین۔ اور اسی تحدید حریت کا نام احساس کرب ہے اس لئے بھی درد و الم حیات انسانی مین ناگزیر ہے۔ (۶) احساس کے دو رخ ہین۔ ایک حظ و انبساط۔ دوسرا الم و انقباض۔ جب وقت تک یہ سادہ مفرد بسیط حالت مین رہتا ہے احساس کہلاتا ہے اور جب پیچیدہ مرکب یا مخلوط شکل اختیار کر لیتا ہے تو جذبہ کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ (۷) ہر جذبہ کے تکوین کے لئے لازمی ہے کہ انسان کو پہلے واقعہ کا علم ہو۔ جسکو وقوف ہی نہین ہوتا اُس پر جذبہ بھی طاری نہین ہوتا۔ یہ ضروری نہین کہ خارج ہی سے علم حاصل ہو بلکہ خود مراکز عصبی کے براہ راست تحریکات کی کیفیت محصلہ کو بھی علم کہہ سکتے ہین۔ (۸) ہر جذبہ کی تکوین کے لئے لازم ہے کہ اُس وقت نفس کسی قوی تر جذبہ سے متاثر نہ ہو۔ ایسے قوی تر جذبہ اگر مزاحم ہوگا تو کمزور جذبہ کی تکوین نہ ہو سکے گی۔ (۹) جذبہ اور وقوف مین نسبت معکوس ہوتی ہے ایسے جیسا جذبہ قوی ہوتا ہے اُسی نسبت سے قوائے متفکرہ ماند ہوتے ہین (۱۰) جذبہ سے جب تک انسان متاثر رہتا ہے اُس نسکے بنا پر عمل کرتا ہے اور دوسرے کامون کو چھوڑ دیتا ہے یہان تک کہ غصہ کی افراط کی حالت مین اُس پر بھی غصہ ہوتا ہے جو غصہ کا سبب نہین ہوا۔ (۱۱) انحطاط جذبات کی رفتار بالعکس ہوتی ہے جو جذبات سب سے آخر مین پیدا ہوتے ہین وہی سب سے اول فنا ہوتے ہین اور جو سب سے اول مین پیدا ہوتے ہین وہ سب سے آخر مین فنا ہوتے ہین۔ (۱۲) طبقات جذبات کو عنوانات ذیل مین رکھہ سکتے ہین۔ (۱) وہ جذبات جن سے صیانت حیات براہ راست وابستہ ہے انھین

خارجی سے متاثر ہونے کے بجائے خود اثر ڈالتا ہے مثلاً تجارا خشنا بیٹھنا وغیرہ
ان تمام کیفیات بالقصد انسانی کو کیفیات ارادی یا صرف ارادہ کہتے ہیں۔ اور
مجموعی کیفیات کا نام شعور ہے۔ (۳) انتخاب اصلح و تزاحم فی الحیات سے جذب
و دفع ایجاب و سلب کون و فساد خیر و شر مد و جذر نور و ظلمت خرق و التیام
اجتماع و انتشار متضاد قوتیں ہیں جو اپنا عمل کیا کرتی ہیں۔ کائنات نام ہے انہی
تزاحم و کشاکش کا۔ (۴) ایک حیثیت سے انسان مستقلاً وجود شخصی رکھتا ہے
دوسری حیثیت سے وہ مجموعہ انسانی کا ایک فرد اور بحر اجتماعیہ کا ایک قطرہ ہے
تیسری حیثیت سے توالد و تناسل کے ذریعہ سے اپنے ہمجنس کو میدان شہود
مین لے آنے کی قابلیت اُس مین موجود ہے۔ ثبات عقل و صحت نفس کی
حالت مین علی العموم انفرادی منافع و مضار اجتماعی و نسلی منافع و مضار کے تابع
اور اُن سے مغلوب رہتے ہین۔ (۵) انبساط نام ہے معتدل ورزش اعصاب کا
اور انبساط کا اطلاق اُس پر اُسی وقت تک ہو سکتا ہے جب تک اُس مین اعتدال
قایم ہے۔ اور جہان انبساطی کیفیت اپنے حدود سے متجاوز ہوئی وہ بجائے خود
کرب و الم بجاتی ہے۔ اطمینان سکون چین کل راحتون کے حدود مقرر ہین لیکن
اضطراب بیکلی و کرب کے معین نہین ہین۔ کوئی حیات انسانی آلام و تکالیف سے
قطعاً پاک نہین رہ سکتی کیونکہ حیات عبارت ہے مجموعہ حرکات سے اور حرکت نام ہے
انتشار سالمات کا جو مرادف ہے انقباض و کرب کے اس لئے ہر ذی حیات
کے لئے کرب و اذیت ناگزیر ہے اور چونکہ حیات انسانی لازمی طور پر حیات اجتماعی
و معاشرتی ہوتی ہے اور حیات اجتماعی و معاشرتی ممکن نہین تا وقتیکہ افراد کی آزادی

دو مضمون کی باہمی ترکیب و تحلیل یا بعینہٖ اعادہ سے بنتے ہیں۔ جو واقعات کا مطلوع
ناممکن ہوتا اگر جسمانیات ضرورۃً نہ ہوتے اور مراحم اور حواس ظاہری سے محسوس نہ ہوتے
اُن کا خالق ہمارا نفس نہیں ہے ہم اپنے قلبی ارادہ سے مثالی صورتوں کو مٹا
یا بھلا سکتے ہیں لیکن دیگر ممکنات و جسمانیات کو مٹانے سے عاجز ہیں بلکہ یہ بھی
نہیں کر سکتے کہ اُن کا عکس جو مرتسم ہوگیا ہے اور ہمارے آئینہ قلب پر منقش ہے
اُس کو محو کر دیں۔ ایک بار جو کچھ ہم نے بالارادہ یا بلا ارادہ محسوس کیا قلب پر
اُس کی تصویر ہوگئی اور وہ قلب میں ودیعت ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ کسی
وقت خواب میں بھی اُس کا نظارہ ہو بہو پیش نظر ہو۔ قلب ایسی لوح ہے
جس پر محسوسات کا نقش ہو جاتا ہے۔

ارادہ احساس پر مشروط ہے اگر احساس نہ ہو تو ارادہ نہ ہو سکے اور محض
احساس ہی کافی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ احساس کا علم بھی اور اُسکی مختلف
صورتوں کا امتیاز اور کئی چیزیں پائی جاتی ہیں جس کو وقوف کہتے ہیں اور کیفیت
وقوفی نفس کے فاعلیت و انفعالیت کے درمیان رابطہ کا کام دیتی ہے

ارادہ و خواہش کے تعلقات و عقل کا اثر

عقلمند ارادہ کرنے سے پہلے گذشتہ تجربات پر غور کر کے ارادہ کرتا ہے
اور در اصل صحیح ارادہ وہی ہے جو غور و تفکر کرنے و عقل و تجربہ سے
مدد لینے کے بعد اپنے قصد و ارادہ سے کیا جاوے
اعلیٰ درجہ کی قوت ارادہ دو یا دو سے زائد مقاصد میں سے کسی ایک کے انتخاب

اشتہاآت کہتے ہیں۔ مثلاً بھوک و پیاس اور نیند وغیرہ۔ (۲) وہ جذبات جو صیانت ہیں بالواسطہ معین ہوتے ہیں۔ مثلاً غم و مسرت و خوف اور غضب اگر وہ نہ ہوں تو حیات انسانی تا دیر قایم نہ رہ سکے۔ (۳) وہ جذبات جن پر افزایش نسلی اور تربیت اولاد منحصر ہے۔ مثلاً شہوت جنسی و محبت زوجی اور محبت والدین۔ (۴) وہ جذبات جن کا مقصد اجتماعی و عمرانی تعلقات اصلیہ کو قایم رکھنا ہے۔ مثلاً جذبہ الفت و ہمدردی و ایثار و فیاضی وغیرہ (۵) وہ جذبات جو شعور کے لئے گویا صرف تکلفات کا کام دیتے ہیں یعنے جن کے اوپر صیانت حیات نہ براہ راست مشروط ہے نہ بالواسطہ مثلاً شوق تحقیقات۔ (۱۳) حظ و الم جب جذبات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو غم و مسرت یا فرح و حزن کہلاتے ہیں۔ افراط غم سے انسان مایوس و ناامید و بیمار و ہلاک ہو جاتا ہے اور اُس کی قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں اور افراط مسرت سے آدمی بے پروا اور از خود رفتہ فخر بیجا کرنے والا ہو جاتا ہے اور حرکات ناشایستہ اُس سے ہونے لگتی ہیں اور صحت و قوت کو بھی اُس سے مضرت پہنچتی ہے۔ (۱۴) جسمانیات صورتیں ہیں اور ہمارے خیالات انہی صورتوں کے صور ہیں اور تقریر و تحریر یا اشارات جن سے کچھ انسان ظاہر کرتا ہے موخر الذکر صورتوں کی صورتیں ہیں۔ اگر معلومات انسانی کی جانچ کیجاوے تو صاف نظر آوے گا کہ وہ یا تو ایسے تصورات ہیں جو فی الواقع آلاتِ حس پر مرتسم اور منقش ہوئے ہیں یا تو خود اپنے نفس کے جذبات و افعال پر توجہ کرنے سے اُن کا ادراک ہوتا ہے یا پھر حافظہ و تخیل کی مدد سے انہیں

تحریکون کو وہ کرنے اُن کو پامال کرنے اور اُن کی قوت کو زائل کرنے کی عادت
مشق سے قوت ارادی اسی طرح بڑھتی ہے جس طرح فن احسائی سے عضلات
قوی ہوجاتی ہین۔ انسان مین انتخاب کی قوت ہے اگر اُس کے دل مین یہہ
یقین نہو کہ اُس کو عمل پر اختیار ہے تو وہ بعض سے ظاہر شدہ اور بعض سے خوش
نہو۔ ارادہ خواہش شوق ہمت یہ پانچ کیفیات بظاہر مترادف معلوم ہون لیکن
کوئی صحیح ترادف اِنمین نہین اُنمین کبھی کبھی عملی رنگ مین برائے نام مشابہت و مماثلت
پائی جاتی ہے۔ ہمت ارادہ کا پہلو بھی لیتی ہے۔

عقل و حکم عقل۔ عقل وہ قوت ہے جس سے آدمی کسی چیز مین کسی صفت
کے ہونے کا حکم کرتا ہے۔ اگر زید کہے کہ خالد حسین ہے تو زید کی وہ قوت
جس نے خالد کے طرف اُس کے حُسن کا حکم کیا زید کی عقل ہے۔

جملہ خالد حسین ہے اگر اس کا نشر کرین تو عیان ہوگا کہ حکم مذکور کے لئے زید کو
خالد کا تصور ہوا اگر زید کو کبھی خالد کا تصور نہ ہوا ہو یا ہونے کے بعد بھول گیا ہو
تو زید خالد کے کسی صفت کا حکم نہین کرسکتا۔ خالد کے تصور کے علاوہ محمول کا
تعقل بھی زید کو ضروری ہے اگر زید کو معلوم نہو کہ حُسن کیا ہے تو وہ کبھی خالد
کو حسین بطور قضیہ معنویہ کے نہین کہہ سکتا۔ حکم لگانے مین موضوع کا تصور اور
محمول کا تعقل جدا جدا کافی نہین۔ جب زید نے خالد مین حُسن کا ادراک کیا
ہو تب ہی وہ خالد کے حسین ہونے کا حکم لگا دے گا۔ واقع مین محمول موضوع
ہی مین ہوتا ہے۔ شخصی تجربہ سے آدمی اُسے ادراک کرتا ہے اور جانکر بالارادہ
حکم لگاتا ہے کہ موضوع مین محمول موجود ہے۔ متصور موضوعون کے طرف

کرنے مین ظاہر ہوتی ہے۔

غور کے وقت انسان کے تاثرات و جذبات اور خواہشات مین جب جوش ہوتا ہے تب خواہشات مین تناقض اور جھگڑا ہوتا ہے اور انسان کی قوت فیصلہ اُن مین سے کسی ایک کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ وحشی کا ارادہ خواہش کا اور عاقل کا عقل کا تابع ہوتا ہے۔ دارمدار انسان کی تعلیم اور طرز عمل کے حسن انتظام پر ہے خصوصاً اپنی طبیعت اور میلان کے اصلاح پر۔ خواہش و ارادہ کے تعلقات کی نسبت علماء و حکماء کی مختلف رائین ہین بعض کہتے ہین کہ جو خواہش سب سے آخر اور سب سے قوی ہوتی ہے وہی ارادہ بنجاتی ہے وہ ایک ایسے لوہے کے مانند ہے جس کے چارون طرف خواہشات کا مقناطیس رکھا ہے جس مقناطیس مین زیادہ قوت ہوگی وہی اُس لوہے کو کھینچ لیگا۔

انسان کے اعمال و عام اخلاقی اُن خارجی موثرات اور ساعت کا لازمی نتیجہ ہین جنکے ساتھہ وہ پیدا ہوا اور جن کے ساتھہ وہ ہے۔ جو علماء و حکماء ارادہ کے حامی ہین وہ کہتے ہین کہ ارادہ خواہش کا محکوم نہین اگر ارادہ پر خواہش کا قوی اثر پڑتا ہے تو ارادہ بھی خواہشات پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہین رہتا اور انسان کا ارادہ صرف لذت و آلام کا غلام نہین۔ انسان ایسے کام بھی کرسکتا ہے جن کو وہ پسند نہین کرتا اور وہ خواہش کی حاکمانہ قوت معطل کرسکتا او طبیعت کے ناواجب اثرون کو روک سکتا ہے اور صرف فرض ادا کرنے کے خاطر ایسا راستہ اختیار کرتا ہے جس سے بہت کم خوشی کی اُمید ہوتی ہے۔ جو پسند ہو اُس کو اختیار کرتا اور باقی کے نسبت رد کرنے کی قوت کو عمل مین لاتا ہے۔ پس انسان مین دوسری

کوئی ذہن کوئی سب قوتوں مین زیادہ قوی ہوتا ہے کسی کسی مین یہ حالت ہوتی ہے
کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسمین بالکل قوت ہی نہین اس وجہ سے مناسب نام مختلف قوتوں کے
رکھتے ہین چونکہ وہ جدا جدا نہین ہین لہذا انکا بیان طوالت ہے سو تو جہ تخیلہ و توجہ
تصور و حافظہ کا صحیح ہونا بہت مفید و بڑی نعمت ہے۔ تفقہ و تذکر و تدبر و تفکر کا
ذکر جلد اول مین ہو چکا ہے۔

شخصی و نوعی تجربہ۔ جو تغیر حالی کسی تغیر پیدا کرنے والے سے آدمی مین پیدا
ہوتا ہے وہ کیفیت نفس و شخصی تجربہ ہے کسی دوسرے کے کہنے سننے سے وہ تغیر پیدا
نہین ہو سکتا ہے کیونکہ جو حس اُس کا ذریعہ ہے اگر وہ حس نہ ہو تو وہ تغیر نہین پیدا
ہو سکتا مثلاً اندھے مین دیکھنے سے جو تغیر خاص ہوتا ہے وہ پیدا نہین ہو سکتا
اور صورت و رنگ جو بینا مین تغیر پیدا کرتے ہین وہ تغیر اندھے مین نہین پیدا کرتے
اسی وجہ سے اصلی علم جسکو عین الیقین کہتے ہین وہ بغیر پیدا ہونے تغیر خاص
یعنی شخصی تجربہ کے پیدا نہین ہو سکتا یہی تغیر خاص مدار ہے علم بشری کا اور تمام
علوم و فنون و ادراک و شعور کا اُس تغیر خاص کی وجہ سے وجود یا بغیر اسکے عدم
وجود یا عدم وجود کا حکم شخص مدرک لگاتا ہے تب اُس حکم مین ممکن ہے کہ غلطی ہو
یعنے اپنے محسوس کردہ کے طرح عین الیقین نہین ہوتا بلکہ قیاس ہوتا ہے
پس نفس کی باقی سب وہ حالتین جنکو علم کہتے ہین قیاس ہین جن کا وجود یا عدم
وجود تغیر خاص سے استنباط کرتے ہین۔

آدمی مین جو تغیر ہوتا ہے وہ اُس کو یاد بھی رہتا ہے مگر بھولنا ممکن ہے اگر
تغیرات یاد نہ رہتے ہوتے تو کوئی آدمی کبھی کسی حالی تغیر سے کوئی حکم سوا اُس کے

...کسی موضوع پر کوئی محمول منسوب کرتا ہے یا کسی محمول کو جو اس کو موضوع میں ادراک
ہوتی ہو سلب کرتا ہے۔ معقول موضوعون پر آدمی یہ حکم لگاتا ہے کہ وہ کسی اعم تر
معقول مین داخل ہین۔ سرخی رنگ ہے اس کے یہ معنے ہین کہ سرخی کا مفہوم
رنگ کے اعم تر مفہوم مین داخل ہے یا کسی معقول مین داخل نہین جیسے سرخی
بو نہین۔ اس کے معنے یہ ہین کہ بو کا مفہوم جداگانہ ہے اس مین سرخی کا مفہوم
داخل نہین ہے۔ جب کوئی چیز حواس کے ذریعہ سے آدمی مین خاص اثر
کرتی ہے اور آدمی کو اس اثر کا شعور ہوتا ہے اس شعور کو ادراک کہتے ہین حکم
لگانے کے لئے ادراک کا ہونا ضرور ہے ادراک نہ ہو تو حکم لگانا محال ہے۔
ادراک مین آدمی کو فقط اپنے نفس کا تغیر ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہین ہوتا اور اپنے
نفس کے اس تغیر سے وہ چیزون پر حکم لگاتا ہے اور عرف مین اس مدرک کو چیزون کی
صفت کہتے ہین۔ اسی خاص تغیر کے ادراک یا شخصی تجربہ کے وجہ سے وہ یہ حکم
کرتا ہے کہ یہ تغیر خاص اس مین کسی موثر نے کیا ہے۔ ایک بار ایک موثر کے تغیر
پیدا کرنے سے آدمی اس تغیر کی تعیین نہین کر سکتا جب ایک ہی موثر چند بار ایک ہی سا
تغیر پیدا کرتا ہے تب آدمی ان متعدد تغیرات حالیہ اور ماضیہ کو ملا کر اس موثر کا تعیین کرتا ہے
جب آدمی کے نفس مین کوئی تغیر خاص مطابق واقع کے پیدا ہون اس تغیر کے
بنا پر کسی موضوع کے طرف کوئی محمول منسوب کرے تب قضیہ معنویہ ہوتا ہے اگر
بلا تغیر خاص مطابق واقع کے حکم لگا دے تو قضیہ لفظی ہوتا ہے۔ مختلف
آدمیون کی مختلف ذہنی قوتین ہوتی ہین اور باہم نسبتاً کم و بیش ہوتی ہین کسیکو
انتقال ذہنی جلد ہوتا ہے کسی کا فہم و ذکا زیادہ رسا ہوتا ہے کوئی سنجیدہ ہوتا ہے

جب چند قوتین کسی جسم کے نقطۂ خاص پر عامل ہوتی ہین تب وہ جسم اُس جہت مین حرکت کرتا ہے جسمین اُن قوتون کا حاصل اُس جسم کو لیجاوے اور اگر اُن قوتون مین تقابل ہو اور حاصل صفر ہو تو وہ جسم کسی جہت مین حرکت نہین کرتا ملکہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہتا ہے۔ ایسا ہی انسان مین اگر متعدد خواہشین ہون تو اُن سب مین سے جو زیادہ قوی ہو گی فعل ارادی اُس قوی خواہش سے صادر ہو گا اور اگر سب خواہشون مین تقابل ہو کر صفر حاصل ہو تو اُن متعدد خواہشون سے کوئی ارادی فعل صادر نہ ہو گا۔

یہ کہنا کہ آدمی مین خواہش پیدا کرنا اُس کے اختیار مین ہے کلیہ علت اور معلول سے اُس کو نکال دیتا ہے اور یہ محال ہے کیونکہ خواہش انسانی حادث ہے اور حادث بے علل سابقہ کے موجود نہین ہو سکتا۔ یہ بحث علم النفس یا علم مابعد الطبیعت کی ہے۔ علم الاخلاق کے لئے یہ کافی ہے کہ آدمی ارادی فعل کے خواہش پیدا ہونے کے بعد کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اُس کے مطابق عمل ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو پس انسان اغراض علم الاخلاق کے لئے فاعل مختار ہے۔

دلایل و اقسام دلایل و طریق دلایل و یقین۔ ایک امر سے دوسرا نتیجہ نکالنا اور نتیجہ پر تیسرا مسئلہ قایم کرنا دلیل ہے۔ دلیل جدلی مرکب ہوتی ہے مشہورات و مسلمات سے یعنے دوسرا فریق جن باتون کو مسلم سمجھتا یا جن مشہور باتون کو صحیح سمجھتا ہو اُن سے یہ دلیل مرکب ہوتی ہے اور انھین کو مقدمات دلیل بناتے ہین جدلی دلیل سے بھی بعض اشخاص کو تسکین ہو جاتی اور یقین

کہ کوئی تغیر پیدا کرسکتا ہے لگا سکتا نہ کسی چیز کا اُس کو تصور ہوتا نہ کسی صفت کا
اگر لمس مزے - بو - رنگ - صورت جن کا ادراک ہو چکا ہو یاد نہ ہین تو آدمی
ہرگز کسی چیز کو حس نے آسے لمس یا مزے یا بو یا رنگ یا صورت کا ادراک پیدا
کیا ہو معین نہین کرسکتا - پس جب کسی آدمی مین حواس کے ذریعہ سے کسی موجود
خارجی سے تغیر خاص ہو تو اُس کو شخصی تجربہ کہتے ہین - علوم صحیحہ کے تمام اولیات
اُس نوعی تجربہ پر مبنی ہین جن کے خلاف کبھی شخصی تجربہ نہین ہوتا مگر وہ صرف یہ
بتاتا ہے کہ خلاف نہ ہوگا خلاف کا محال ہونا نوعی تجربہ بتاتا ہے اولیات کے
نسبت بعض محققین کی راے ہے کہ وہ نتیجہ اسباب طبیعی کا تو ضرور ہین
مگر تجربہ نوعی کا اثر نہین ہین معلوم نہین اُس کی واقعی علت کیا ہے اسی نوعی
تجربہ کے تمام بنی نوع انسان مین موجود ہونے کی وجہ سب کی معلومات صحیحہ
بھی یکسان ہین ممکن ہے کہ ذاتی تجربہ کا تواتر و تصادق ایسے یقین کا سبب ہو -

خواہش و اغراض علم الاخلاق - یہ متنازعہ فیہ نہین کہ آدمی کو اگر ایسے
کام کرنے کی خواہش ہو جو وہ کرسکتا ہے اور کوئی مانع نہ ہو تو وہ اُس کام کو
کر دے گا یعنے کسی ارادی فعل کی خواہش پیدا ہونے کے بعد اُس کا کرنا آدمی
کے اختیار مین ہے بشرطیکہ اُس فعل کا کوئی مانع موجود نہ ہو - اختلاف اسین ہے
کہ خواہشون کا پیدا ہونا بھی آدمی کے اختیار مین ہے یا نہین - اس زمانہ
مین اہل تحقیق کی راے ہے کہ خواہش کا پیدا ہونا ایسے طبیعی اسباب کا نتیجہ ہے
جو آدمی کے اختیار مین نہین - کھانے پینے کی خواہش جن اسباب سے پیدا
ہوتی ہے وہ آدمی کے اختیار مین نہین باقی ضروریات حیات کی بھی یہی حالت

جب چند قوتین کسی جسم کے نقطۂ خاص پر عامل ہوتی ہین تب وہ جسم اُس جہت
مین حرکت کرتا ہے جسمین اُن قوتون کا حاصل اُس جسم کو لیجاوے اور اگر
اُن قوتون مین تقابل ہو اور حاصل صفر ہو تو وہ جسم کسی جہت مین حرکت
نہین کرتا بلکہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہتا ہے۔ ایسا ہی انسان مین اگر متعدد خواہشین
ہون تو اُن سب مین سے جو زیادہ قوی ہوگی فعل ارادی اُس قوی خواہش
سے صادر ہوگا اور اگر سب خواہشون مین تقابل ہو کر صفر حاصل ہو تو اُن
متعدد خواہشون سے کوئی ارادی فعل صادر نہ ہوگا۔
یہ کہنا کہ آدمی مین خواہش پیدا کرنا اُس کے اختیار مین ہے کلیہ علت
اور معلول سے اُس کو نکال دیتا ہے اور یہ محال ہے کیونکہ خواہش انسانی
حادث ہے اور حادث بے علل سابقہ کے موجود نہین ہو سکتا۔ یہ بحث
علم النفس یا علم ما بعد الطبیعت کی ہے۔ علم الاخلاق کے لئے یہ کافی ہے
کہ آدمی ارادی فعل کے خواہش پیدا ہونے کے بعد کسی فعل کے کرنے یا
نہ کرنے کا اختیار رکہتا ہے اور اُس کے مطابق عمل ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی
مانع موجود نہ ہو۔ پس انسان اغراض علم الاخلاق کے لئے فاعل مختار ہے۔
دلایل و اقسام دلایل و طریق دلایل و یقین۔ ایک امر سے دوسرا نتیجہ
نکالنا اور نتیجہ پر تیسرا مسئلہ قایم کرنا دلیل ہے۔ دلیل جدلی مرکب ہوتی ہے
مشہورات و مسلمات سے یعنے دوسرا فریق جن باتون کو مسلم سمجہتا یا جن مشہور
باتون کو صحیح سمجہتا ہو اُن سے یہ دلیل مرکب ہوتی ہے اور انہین کو مقدمات
دلیل بناتے ہین جدلی دلیل سے بھی بعض اشخاص کو تسکین ہوجاتی اور یقین

کہ کوئی تغیر تغیر پیدا کر رہا ہے لگا سکتا نہ کسی چیز کا اُس کو تصور ہوتا نہ کسی صفت کا
اگر لمس مزے - بو - رنگ - صورت جن کا ادراک ہو چکا ہو یاد نہ رہین تو آدمی
ہرگز کسی چیز کو حس نے اُسکے لمس یا مزے یا بو یا رنگ یا صورت کا ادراک پیدا
کیا ہو معین نہین کر سکتا - پس جب کسی آدمی مین حواس کے ذریعہ سے کسی موجب
خارجی سے تغیر خاص ہو تو اُس کو شخصی تجربہ کہتے ہین - علوم صحیحہ کے تمام اولیات
اُس نوعی تجربہ پر مبنی ہین جن کے خلاف کبھی شخصی تجربہ نہین ہوتا مگر وہ صرف یہ
بتاتا ہے کہ خلاف نہ ہوگا خلاف کا محال ہونا نوعی تجربہ بتاتا ہے اولیات کے
نسبت بعض محققین کی راے ہے کہ وہ نتیجہ اسباب طبیعی کا تو ضرور ہین
مگر تجربہ نوعی کا اثر نہین ہین معلوم نہین اُس کی واقعی علت کیا ہے اسی نوعی
تجربہ کے تمام بنی نوع انسان مین موجود ہونے کی وجہ سب کی معلومات صحیحہ
بھی یکسان ہین ممکن ہے کہ ذاتی تجربہ کا تواتر و تصادق ایسے یقین کا سبب ہو -

خواہش و اغراض علم الاخلاق - یہ متنازعہ فیہ نہین کہ آدمی کو اگر ایسے
کام کرنے کی خواہش ہو جو وہ کر سکتا ہے اور کوئی مانع نہ ہو تو وہ اُس کام کو
کر دے گا یعنے کسی ارادی فعل کی خواہش پیدا ہونے کے بعد اُس کا کرنا آدمی
کے اختیار مین ہے بشرطیکہ اُس فعل کا کوئی مانع موجود نہ ہو - اختلاف اسمین ہے
کہ خواہشون کا پیدا ہونا بھی آدمی کے اختیار مین ہے یا نہین - اس زمانہ
مین اہل تحقیق کی راے ہے کہ خواہش کا پیدا ہونا ایسے طبیعی اسباب کا نتیجہ ہے
جو آدمی کے اختیار مین نہین - کہانے پینے کی خواہش جن اسباب سے پیدا
ہوتی ہے وہ آدمی کے اختیار مین نہین باقی ضروریات حیات کی بھی یہی حالت ہے

نہین ہوتا بخلاف اُس کے جو غلط مقدمات سے غلط نتیجہ پیدا ہو کر سبب یقین کا ہوتا ہے وہ دلایل و واقعات سے متزلزل ہو جاتا ہے۔ سچ کہا ہے کہ سانچ کو آنچ نہین۔ دلیل برہانی سمجھدار آدمیون کے لئے بالخصوص کام آتی ہے اور جدلی اور خطبی عوام و مجادلہ کرنے والون و عام طور پر تسکین و بند کر دینے کے کام مین آتی ہین۔ جن دلایل کے مقدمات آثار کسی امر کے ہوتے ہین اور اُن سے جو یقین پیدا ہوتا ہے وہ یقین بالغیب یا ایمان بالغیب ہے۔ پس حواس ظاہری کے ذریعہ سے براہ راست جو یقین یا ظن پیدا ہوتا ہے اُس کے علاوہ کل ایمان ایمان بالغیب ہین اور کل یقین یقین بالغیب۔

سچ سب کیلئے سچ ہے اور سچ کے دریافت کرنے کے ذریعے بھی سب مین ایک ہین۔ سچ کے معنی مطابق ہونے کے ہین۔ واقع کے مطابق ہونے سے یہ بھی مراد ہے کہ جو تغیر خاص ذاتی تجربہ سے شخص مدرک کے نفس مین ہوا ہے وہ مطابق ہے اُس مدرک کے جو خارج مین موجود ہے۔ اگر مدرک ذات مین کوئی تغیر پیدا ہوا ہو جیسے خواب یا جنون کی حالت مین پیدا ہوتا ہے اور وہ تغیر کسی خارجی مدرک کے مطابق نہ ہو تو وہ غلط اور واقعے کے خلاف ہے جب سچ مطابق واقع ہونے کا نام ہے تب ظاہر ہے کہ اُس سچ کے جان لینے کا ذریعہ سوائے تجربہ اور دلیل صحیح کے انسان کے پاس اور کوئی نہین ہے کسی دوسرے شخص کے کہنے اور خبر دینے سے سامع کو اُس بات کا عین الیقین نہین ہوتا یقین مذکور تب ہی ہوگا جب سامع خود تجربہ کرے اور تجربہ سے معلوم کرے کہ جو کچھ خبر ملی ہے وہ وقع کے مطابق ہے۔ تجربہ کرنے سے پہلے سامع باور کرتا ہے

آجاتا ہے اسیطرح دلیل خطابی یا خطبی مرکب ہوتی ہے مقبولات و مظنونات سے
مقبولات جیسے اقوال بزرگان وغیرہ اس دلیل سے بعض کو تسکین ہوجاتی اور یقین
ہوجاتا ہے اور جو برہانی نہین ہوتے اُن کے لئے یہ دلیل زیادہ کارآمد ہوتی
ہے اسی دلیل مین شعری بھی شامل ہے جو مرکب ہوتی ہے تخیلات سے جیسے شعر
وغیرہ اور سفسطی بھی شامل ہے جو وہمیات و مشتبہات سے مرکب ہوتی ہے اور
چونکہ اُس کے مقدمات وہمی وغیر واقعی ہوتے ہین اور انہی سے وہ مرکب
ہوتی ہے۔ لہذا نتیجہ غلط و باطل ہوتا ہے۔ تیسری قسم کی دلیل
برُہانی ہے۔ جو مرکب ہوتی ہے یقینات یا ظنیات سے یہ بھی کہا گیا ہے
کہ قیاسی ظنیات سے مرکب ہوتی ہے اور استقرائی یقینات سے اگر کلیات سے
جزئیات نکالین تو اُس کو دلیل قیاسی کہتے ہین اور اگر جزئیات سے کلیات
نکالی جائین تو اُس کو دلیل استقرائی کہتے ہین۔ جب دو چیزین بعض حیثیات سے
ایک دوسرے کے مشابہ ہون اور اُن مین سے ایک کے ساتھ تیسری
چیز کا وجود لازمی طور پر پایا جاتا ہو تو اُسی اعتبار سے نتیجہ نکالنے کو دلیل تمثیلی
کہتے ہین یعنے اگر واقعہ مبحوث فیہ کی متعدد مثالون مین صرف ایک ہی چیز مشترک
ہو تو یہی چیز جو تمام مثالون مین قدر مشترک ہے اُس واقعہ کی علت سمجھی
جاوے۔ یقین جسطرح حق پر ہو سکتا ہے اُسی طرح باطل پر بھی ہو سکتا ہے
صرف فرق یہ ہے کہ جو دلیل سچے اور صحیح مقدمات سے مرکب ہوتی ہے اُسکا
نتیجہ بھی سچا اور صحیح ہوتا ہے اور جبکہ دلیل صحیح کے ذریعہ سے کوئی عاقل یقین
کرتا ہے تو دوسرے دلایل سے اُس کے یقین کے ضرر پہنچنے کا اندیشہ

ایم رہے کوئی دوسرا تغیر نہین ہو سکتا۔ پس جبکہ علت کو غیر متغیر خیال کر لیتے ہین تو
یقین اُس کے برخلاف نہین کرتے یا تجربات سے جیسے سقمونیا صفرا کے اسہال کا
سبب ہوتی ہے یا حدسیات سے جیسے چاند کی روشنی آفتاب کی روشنی سے مستفاد
مستفاد ہے یا متواترات سے جیسے اس خبر سے کہ مکہ ایک شہر ہے۔ یا استقراے
محض سے یا استقراے نوعی سے یعنے جس کے جزو مین وہی صفات وخواص
ہون جو اُس کے کل مین ہون جیسے زیادہ بھاری چیز جو پانی سے ہو وہ پانی
مین ڈوب جاتی ہے اس لئے ہم کہتے ہین کہ جو چیز پانی سے بھاری ہوگی وہ پانی
مین ڈوب جاوے گی یا استقراے لمی سے جب کہ اُس کے لئے کوئی دلیل لمی
ہو جیسے حیوانی بناوٹ کے دیکھنے سے ہم جانتے ہین کہ دوسرے طور پر وہ حرکت
نہین کرسکتے۔ پس ہم کہتے ہین کہ کل انسان او فیل او مثل ذالک الحیوانات تحرک
فکہ الاسفل کہ کل انسان یا ہاتھی اور اُس کے مثل حیوانات اپنے نیچے کے دھڑ
ذریعہ سے حرکت کرتے ہین لہذا جملہ امور وطریق جن سے یقین حاصل ہوتا ہے
یہی ہین جو بیان ہوئے۔

کسی مسئلہ کی صداقت حاصل کرنے کے لئے ضروری امور یہ بھی ہین۔
(۱) احتیاط سے مشاہدہ کرنا یعنے تحلیل۔ (۲) اُن تمام اجزا کا جو تحلیل سے حاصل
نہین ہوئے بلکہ فرضی ہین قبول نہ کرنا۔ (۳) مشاہدہ کی تائید مین تجربہ کا استعمال
(۴) پرکھنے کے طریق کا استعمال اُس وقت کرنا جب کہ تحلیل کامل ہو چکی ہو۔
(۵) تحلیل وترکیب دونون طریق سے جانچ کرنا۔ حکیم ڈیکارٹ نے چار عام
قواعد مقرر کئے ہین۔ (۱) جس امر کا صاف اور صحیح علم نہ ہو اُس کو درست نہ ماننا۔

کہ قایل کا بیان واقع کے مطابق ہوگا وہ خود اپنے تجربہ سے حکم نہین لگاتا کہ واقع کے مطابق ہے۔ تسکین ویقین اعتبار سے بھی پیدا ہوتے ہین لیکن ذاتی محسوسات کے غلط ہونے کا احتمال ضعیف ہوتا ہے اور خبر کے نسبت الحزم سوءالظن کا پہلے استعمال مناسب ہوتا ہے تاہم ذاتی محسوسات کے نسبت خبر کو انسان موخر سمجھتا ہے۔ بہرحال دلایل برہانی مرکب ہوتی ہین یا اولیات سے جیسے کل بڑا ہوتا ہے اپنے جزو سے یا مشاہدات ظاہری سے جیسے آفتاب روشن ہے اور آگ جلاتی ہے۔ یا مشاہدات باطنی سے جیسے ہماری بھوک پیاس۔ یا فطریات سے جیسے چار کا عدد جفت ہے۔ یا مشاہدہ بالتکریر سے۔ مثلاً گھڑی رکھی ہے اور ہم بار بار دیکھتے ہین کہ وہ رکھی ہے اور ہمارے سوا دوسرے دیکھنے والے انسان بھی دیکھتے اور سمجھتے ہین تو یقین گھڑی کے رکھے ہونے کا ہوتا ہے مشاہدہ بالتکریر کے اقسام مین مشاہدہ بآلات کو بھی شامل سمجھنا چاہیئے۔ یا استمرار سے یعنے کسی واقعہ کا ہمیشہ ایک حالت پر ہونا اور جب تک کوئی دوسرا جدید امر واقع نہو اُس کے برخلاف نہ ہونا۔ جیسے آفتاب کا وقت معین پر نکلنا اور ہلال کا زمانہ معین کے بعد بدر ہونا اور لکڑی کا آگ سے جل جانا اس صورت مین خواہ علت معلوم ہو خواہ نہ ہو لیکن ہمیشہ ایک حالت مین ہونے اور بغیر کسی جدید امر کے برخلاف نہ ہونے سے یقین پیدا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یا تو یہ ہے کہ روزانہ ایک ہی حالت مین دیکھنے سے تسکین ہوجاتی ہے اور پھر دلیل طلب کرنیکو طبیعت نہین چاہتی ہے یا یہ ہے کہ متواتر تجربہ جات سے یہ یقین ہوجاتا ہے کہ بغیر کسی علت جدید کے کوئی واقعہ جدید نہین ہوتا اور جب تک علت موجودہ

عقل چلا پاتی او ترقی کرتی ہے لیکن علم پر اس کا انحصار نہین۔ عقل بجاے خود ایک قوت ہے جو قدرت کے جانب سے انسان کو عطا ہوئی ہے۔ جب کسی کو یہہ کہتے ہین کہ فلان فلسفی ہے تو دوسرے الفاظ مین اُس کا مطلب یہہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب فراست و عقل و تفقہ و دانشمندی ہے۔ استعمال مین عالم عاقل کو اور عاقل عالم کو اور علم عقل کو اور عقل علم کو کہتے ہین بوجہ اسکے کہ ایک دوسرے کے ذریعہ ہوتے ہین لیکن جو فرق بیان کیا گیا وہ اُن کے مفہوم مین ہے۔ عقلی خیالات کا رکہنا خیالی فلسفہ ہے اور عملی منزل و عملی رنگ مین جانا عملی فلسفہ۔ خیالی فلسفہ خیالات مشق کراتا اور برتر بناتا ہے۔ اور عملی فلسفہ خیالات کے جہت سے تمدنی اور معاشرتی و تہذیبی ضرورتون کو مہیا کرتا ہے۔ عملی فلاسفر خیالی فلاسفر کے بغیر گذارہ کر سکتا ہے لیکن خیالی فلاسفر عملی فلاسفر کی محنت کے بغیر نہین رہ سکتا۔ محض خیالی فلسفہ کے ذریعہ سے کوئی ملک اور کوئی قوم سرسبز و فارغ البال نہین ہوتی جب تک کہ عملی فلسفہ اُس مین شامل نہ ہو۔ تجارت بھی ایک عملی فلسفہ ہے۔ مذہب بھی ایک عملی فلسفہ ہے موچی۔ لوہار۔ بڑھئی کسی فن کا ماہر بننا سب عملی فلسفہ ہے۔ قدرت نے ہر شخص کو عقل دیا ہے کہ وہ بغیر غیر معمولی زیادہ علم کے بھی عقل سے کام لے سکتا ہے۔

بہت سی اشیاء ایسی ہین جن کو ہم خود نہین دیکھہ سکتے لیکن اُن کے اثرون کو دیکھہ سکتے و محسوس کر سکتے ہین اسی دلیل سے اُن کے وجود کا یقین کرتے ہین کیونکہ دنیا مین ہر بات اپنے نتایج اور اثرات کے لحاظ سے مانی جاتی ہے۔ اور اُس کی صداقت اور صحت کے لئے بہتر یہ صورت ہے کہ یہ جانچ لیا جاوے کہ ممکن الوقوع و مفید اور قابل عمل ہے یا نہین۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ دریا مین

(۲) جس شئے کی تحقیق منظور ہو اُس کو اس قدر اجزا مین تقسیم کرنا جسقدر ممکن ہو (۳) خیالات بسیط سے خیالات مرکب کے طرف صعود کرنا۔ (۴) بہت ہی احتیاط سے اور بار بار کی کوشش سے معلوم کرنا کہ تمام اجزا ترکیب مین شامل ہین تاکہ کوئی جزو حتابہ امکان چھوٹ نہ جاوے۔ قبل اس کے کہ علت قایم کرین یہ ثابت کرنا ضرور ہے کہ واقعہ زیربحث حقیقت مین موجود ہے بعد اس کے ان امور کا خیال لازم ہے۔ (۱) ایک جزو دوسرے جزو کی تردید نہ کرتا ہو۔ (۲) اُس واقعہ زیربحث کی توجیہ کامل طور سے ہو سکتی ہو۔ (۳) توجیہہ کرنے کے علاوہ کسی اور دوسرے مفروض پر مبنی نہ ہو۔ پس اس طرح عمل کرنا چاہیئے۔ جبکہ اُن کے قوانین اچھی طرح پر ملحوظ نہیں تو عمل کی بے قاعدگی سے نتایج غلط پیدا ہوتے ہین۔ بدیہی یعنے اولیات اور نظری مین یہ فرق ہے کہ بدیہی عام تسلیم کے وجہ سے بدیہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ اُس کا اتفاقیہ ہونا ثابت نہین ہوتا دوسرے ہر وقت اور ہر جگہہ صادق آتا ہے اور اُس کے خلاف ثابت نہین ہوتا اور نظری بلا استدلال قابل تسلیم خاص کے نہین ہوتا۔ کہا گیا ہے کہ نطق مابہ الامتیاز حیوانون اور انسانون مین ہے لیکن اگر نطق کے معنی محض زبان سے بولنے کے لئے جاوین جس سے کچھ سمجھا سکین تو بعض حیوانات بھی بولتے ہین اور اپنے نوع کو اپنی آواز سمجھا دیتے ہین۔ یہ نہین کہا گیا کہ فلسفہ ایک علم ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلسفہ دانشمندی و فراست ہے یہ اس واسطے کہا گیا ہے کہ ہر غیر مجنون انسان عقل رکھتا ہے یعنے استعداد عقل و قوت متفکرہ۔ لیکن علم اُس وقت تک نہین آتا جب تک کہ حواس ذریعہ نہ ہون۔ لہذا عقل مقدم ہے اور علم موخر۔ خواہش علم طبعًا یعنے طبیعت کے ذریعہ سے ہوتی ہے مگر خود علم طبعی نہین ہے علم سے

احساسی کیفیات ایسی بھی ہین جو تحفظ و صیانت حیات مین بلحاظ اہمیت ان تمام
جذبات پر بمراتب بالاتر ہین - اس قسم کے ہر جذبہ کو ہم اصطلاح مین اشتہا
یا شہوت کہتے ہین انہی اشتہاؤن کی فہرست مین ایک ایسی شے بھی ہے
جو حیات شخصی ہی کے لئے نہین بلکہ حیات نوعی کے لئے بمنزلہ بنیاد ہے اور وہ
وہ ہے جس کو جذبہ لطیف سے تعبیر کرتے ہین -

حوائج کے مطالبات صیانت حیات کو بعض براہ راست پورا کرتے ہین اور
بعض بالواسطہ - اسی بنا پر احساس نے اپنی رفتار و ارتقا مین دو مختلف راہین
اختیار کی ہین - ایک راستہ اُن مطالبات کا ہے جن کے اوپر حیات انسانی
براہ راست مشروط و منحصر ہے مثلاً گرسنگی و تشنگی و خواب وغیرہ - دوسرا راستہ
اُن مطالبات و مقتضیات فطری کا ہے جو حیات انسانی کے قیام مین بالواسطہ
معین ہین مثلاً خوف کہ اگر وہ نہ ہو تو انسان اپنی حفاظت کا سامان نہ کر سکے یا غصہ
کہ اگر وہ نہ ہو تو انسان اپنے مخالفین سے مقاومت نہ کر سکے - صنف دوم کو
احساسات یا جذبات اور اول کو شہوات کہتے ہین - ہر شہوت کا دورہ ایک وقفہ
معینہ کے ساتھ زندگی بھر طاری رہتا ہے لیکن اُس کے خلاف موقت نہین ہوتا
غم و مسرت الفت و دہشت کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک میعاد
معین کے بعد یکسان طور سے انسان مین طاری ہون گے -

افراد کے حیات شعوری مین جذبات ذاتی کی قوت بے شبہہ بہت زبردست
ہوتی ہے لیکن اس لئے کہ بغیر اُن کے حیات نسلی کا وجود قایم ہی نہین رہ سکتا -
اتحاد تناسلی کی خواہش انسان مین فطرت کے قانون کے لحاظ سے لازمی ہے -

ایسا ہی چل سکتا ہے جیسے زمین پر تو اُس کو اپنے دعوے کے ثبوت مین بجاے حجتون کے یہ چاہیئے کہ وہ دریا مین اُتر کر چلے اور ثابت کرے کہ اُس کا دعوے کہان تک صحیح ہے۔ اگر کوئی کہے کہ کشش ثقل نہ نظر آتی ہے اور نہ کسی دوسرے حس سے معلوم ہوتی ہے اس لئے اُس کا وجود ہی نہین تو وہ مکان کے چھت پر سے گرتی ہوئی چیز کو دیکھے یا خود گر کر آزماوے کہ زمین کے طرف گرتا ہے یا نہین غرض ہر دعوے کا سب سے بہتر اور قطعی ثبوت اُس کا قابل عمل ہونا ہے بشرطیکہ اُس پر عمل ہونا ممکن ہو اور وہ اُن اقسام مین سے ہو جس پر عمل کیا جاوے۔ ہم خارجی دنیا کے وجود کو حواس کی شہادت کے مطابق جانتے ہین اور اُس کے گذشتہ واقعات کا اُسی کے ذریعہ سے پتہ لگاتے ہین اور اُس شہادت کی صحت کے معیار کا اُس کے قابل عمل ہونے کے سوا اور کوئی ثبوت کبھی بھی ممکن نہین۔ ہم اسی پر مجبول ہین خصوصاً جبکہ بار بار عملی تجربہ سے اُس کی تائید ہو۔

احساسات و جذبات کا وقوع۔ عملی زندگی مین احساس کبھی مفرد اور بسیط حالت مین نہین پایا جاتا بلکہ ہمیشہ کسی نہ کسی جذبہ کی صورت مین پایا جاتا ہے۔ جو مرادف ہے احساس مرکب کے۔ انسان پر مجرد لذت یا مجرد الم کی کیفیت کبھی طاری نہین ہوتی بلکہ ہمیشہ مخلوط و مرکب صورت مین ہوتی ہے اور اُسی کا نام جذبہ ہے۔ مگر عام جذبات خود بخود نہین پیدا ہوتے رہتے بلکہ اپنی تکوین کیلئے بعض خارجی اسباب یا مہیجات کے محتاج رہتے ہین۔ مثلاً غصہ اُس وقت آتا ہے جب کوئی اشتعال انگیز واقعہ پیش آتا ہے۔ یا ہنسی ہر گھڑی نہین آتی بلکہ اُسی وقت آتی ہے جب کوئی مضحک یا خوشگوار حالت پیش آوے۔ لیکن چند

منشا ہے تاکہ بقاے نوع رہے۔ فطرت در اصل نہایت ہوشیار آقا ہے
وہ جب ہم سے کوئی کام لینا چاہتی ہے تو براہ راست اُس کا حکم نہین دیتی بلکہ
اُسے ہمارے لئے اس قدر دلکش مرغوب و پُرلطف بنا دیتی ہے کہ ہم اسکو
کرنے لگتے ہین۔ تغذیہ سے اصل مقصد یہ ہے کہ بدل ما یتحلل ہوتا جاوے
یعنے جو اجزاء جسم روزانہ تحلیل ہوتے رہتے ہین اُن کی جگہہ نئے اجزاء
لیتے رہین۔ لیکن فطرت ہم سے یہ مقصد براہ راست حکم دیکر پورا نہین کراتی
بلکہ غذا مین اس قدر التذاذ رکھہ دیا ہے کہ ہم اُسے بکمال رغبت و اشتیاق
کہاتے ہین۔ خواب زندگی قایم رکہنے کے لئے لازمی ہے لیکن اس مقصود کو
پیش نظر رکھہ کر نہین سوتے بلکہ انسان کو نیند مین لذت محسوس ہوتی ہے پس
وہ سوتا ہے۔ اپنے اس عام طریق کار سے فطرت نے اس بارہ مین بھی کام لیا
یعنے لوگ عموماً اس لئے اتحاد تناسلی پر مایل نہین ہوتے کہ اُس سے کائنات کا
نظام نسلی قایم رہے گا بلکہ یہ عمل بجاے خود اپنے اندر اس قدر دلکشی و لطف
رکہتا ہے کہ انسان اُسے لذت کے غرض سے کرتا ہے۔

مقاصد قریبہ و مقاصد انتہائی و قانون ایتلاف اور اُسکی فعلیت

و علاقہ۔ اصل یہ ہے کہ ہر فعل اور ہر عمل کا ایک فوری و نمایان مقصد ہوتا ہے
یا ایک انتہائی و آخری غرض و غایت اُنھی کو محرک کہتے ہین تو گویا محرک دو طرح
کے ہوتے ہین ایک محرک قریبہ دوسرا محرک بعیدہ۔ پہلا محرک عموماً فاعل کے
شعور و علم مین ہوتا ہے اور وہ اُسے پیش نظر رکھہ کر کوئی فعل کرتا ہے۔ لیکن
دوسرا فاعل کی نظرون سے مستور اور مجہول اور اُس کے لئے غیر شعوری رہتا ہے

اور اسی قدر لازمی ہے جتنا کہ بھوک - پیاس - نیند اور اگر کوئی مثال اس کے
خلاف ہے تو اس کو اختلال شہوت کا مریض سمجھنا چاہیئے -

فطرت کا منشا بقاے نوع ہونا نہ کہ صیانت حیات افراد نظام عالم

پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت کا منشار بقاے افراد عموماً نہین ہوتا بلکہ
وجود نوع و بقاے نوع سے پورا ہوتا ہے - ہزارہا افراد ضایع ہوتے رہتے ہین
جنگ و طوفان و آتشزدگی و زلزلہ و قحط و طاعون اور وبا سے لاکھون انسان
ضایع جاتے ہین لیکن تب بھی نسل انسانی منقطع نہین ہوتی بلکہ ترقی کرتی جاتی
ہے اور حیات نوع غیر متاثر رہتی ہے - افراد کے بہ نسبت قوم کو زیادہ بقا
اور قوم کے بہ نسبت نوع کو بقا و ترقی ہوتی رہتی ہے - افراد سے نوع کے
سلسلہ کے قایم کرنے کا کام فطرت لیتی ہے لیکن اکابر و اصاغر افراد سے وہ
بے نیاز ہے اُن کے فنا ہونے کے بعد اُن کے کارنامے ایک حد تک باقی
رہتے ہین علوم و فنون و فلسفہ و حکمت و شعر و سخن و بھلائی و برائی و فساد وغیرہ
کو موت نہین اُن کے کرنے والون کو موت ہے - جو بغیر اثر رہ جاوین اُنھین کو
کی موت کہی جاسکتی ہے - جنگ کی اصلی و آخری غایت یہ ہوتی ہے کہ ایک قسم کا
عدل قایم ہو جاوے اور مضبوط و قوتور و سہزور و صالح فایق ہو جاوین اور بدنظمی
دور ہو کر اُن کا دور ہو لیکن فساد و بہیمت و خونریزی اُس کے لازمی نتیجہ عموماً ہو جاتے
ہین اور افراد کو ضایع کر کے قوم کو فتح ملتی ہے اور جن افراد کی بہبودی کے لئے
کوئی قوم جنگ کرتی ہے اُنھی افراد مین بہت کٹ جاتے ہین - پس اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ صیانت حیات افراد فطرت کا منشا نہین بلکہ صیانت قوم کا اصلے

نفس بشری پر عائل ہوتے ہین۔ مثلاً اتحاد ذوق موافقت مزاج خوش سیرتی خوش دماغی اور سب سے بڑھکر ایک عرصہ کا رتباطور فاقت۔ جب جانور و بیجان چیزین جو ہمارے پاس ایک عرصہ تک رہتی ہین ہمین اُن سے لطف وانس پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ رفاقت بجاے خود ایک بڑا ذریعہ کشش والفت وانس کا ہے تو اپنے صنف مقابل کے ساتھ جس کے ساتھ ہمنشینی بھی ہے اور جو معاشرت کے ہر پہلو مین ساتھ ہے کیون نہ شدید اور قوی ہوگا خصوصاً درحالیکہ اتحاد نسلی کی خواہش دوسری عورتون سے ہٹکر صرف اُسی پر مجتمع ہوجاوے۔ پس ایسی صورت و کشش کا بدرجہا زیادہ پایا جانا اور ایسے زوجین مین پایا جانا جو نظام ازدواج کے علی نصب العین ہین زیادہ قرین انصاف ولایق عمل و قرین عقل ہے۔

قانون ایتلاف کے فعلیت کی متعدد صورتین ہین۔ مثلاً ایک علاقہ مقارنت ہے یعنے جب دو یا زیادہ چیزین زمانی یا مکانی حیثیت سے قرب یا اتصال رکھتی ہون تو جو جذبات انسان پر ان مین سے کسی ایک سے طاری ہوتے ہین وہی جذبات اُس کے مقارن شے یا اشیاء سے بھی پیدا ہونے لگین مثلاً اگر زید سے عداوت ہے تو اُس کے متعلقین و وابستہ اشخاص کے ساتھ ایک حد تک عداوت ہونے لگیگی۔ دوسری صورت علاقہ مماثلت ہے یعنے جب دو یا زاید چیزین باہمدگر بعض حیثیات سے مشابہ ہون تو جو جذبات ممثل لہ سے پیدا ہوتے ہین وہی جذبات اُس کے مماثل اشیاء سے بھی پیدا ہونے لگتے ہین۔ اگر گلاب کا پھول خوشنما معلوم ہوتا ہے تو گلابی رخسار مین بھی دلفریبی معلوم ہونے لگتی ہے۔ تیسری صورت علاقہ تضاد ہے یعنے جب دو چیزون مین باہم

بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان دونون محرکات مین باہم اختلاف بلکہ تضاد واقع ہوجاتا ہے یعنے کسی فعل کا جو انتہائی مقصد ہوتا ہے اُس مین اور اُس کے حصول کے وسایط و ذرایع مین (جو بجاے خود مقاصد قریبہ ہوتے ہین) تخالف ہوجاتا ہے۔ اب اگر مقصود انتہائی کا حصول منظور ہے تو انسان کو کچھ اور طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے اور اگر مقاصد قریبہ کو پورا کرنا مدنظر ہے تو اُس سے بالکل مختلف طرز عمل رکہنا چاہیئے۔ عموماً فتح ہمیشہ مقاصد قریبہ کو حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ وہی انسان کے پیش نظر ہوتے ہین اور مقصود انتہائی اُس کے علم و شعور سے خارج ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی توضیح اگر نفسانی اصول پر ذہن نشین کرنا ہو تو ہمین قانون تطابق سے مدد لینا چاہیئے اس قانون کا منشا یہ ہے کہ بعض ذہنی کیفیات دوسری ذہنی کیفیات سے ایسا تخصیصی تعلق رکہتی ہین کہ جب اول الذکر پیدا ہوتی ہین تو آخرالذکر لازمی طور پر پیدا ہوجاتی ہین اور قانون مذکور بہ آسانی مقاصد کو وسایط اور وسایط کو مقاصد مین تبدیل کردیتا ہے۔ ان اسباب کے بنا پر ہم جذبہ اتحاد تناسلی مین جس قدر قوت پاتے ہین وہ غیر متوقع نہین کہ مقاصد، وسایط مین تبدیل ہوجاتے ہین۔ یہان تک اُس جذبہ کی جو اہمیت دکہلائی گئی وہ عام حیثیت سے بھی خواہش اتحاد تناسلی ہر مرد و عورت کے ساتھ اور نر کو مادہ کے ساتھ ہوسکتی ہے لیکن زن و شو کے مابین کشش اُس سے بدرجہا زاید ہوتی ہے کشش ازدواجی محض خواہش اتحاد تناسلی کا نام نہین گو اُسکا جزو اہم ہے بلکہ اُس کے علاوہ اور بھی متعدد موثرات قوی انتخاب زوج کے سبب

ہمارے ذہن مین خود بخود مربا کے طرف سے نفرت سماگئی۔یا مثلاً روپیے سے محبت اس لیے ہوئی تھی کہ وہ آسایش کا ذریعہ و وسیلہ ہے لیکن کچھہ عرصہ بعد یہہ حیثیت نظر انداز ہوگئی اور روپیہ کی محبت مین ایسا لزوم ذہنی قایم ہوگیا کہ یعہ کو محض روپیہ کے خاطر عزیز رکھنے لگے اور اپنی آسایش پر اُس کا صرف کرنا گوارا ہونے لگا۔یا مثلاً صرف و نحو کی اصل غرض زبان و ادب سیکھنے مین سہولت ہونے کی ہوتی ہے لیکن یہی قانون ایتلاف معلمون اور متعلمون کے دماغ پر اس طرح عمل کرتا ہے کہ وہ اُسی کو مقصود بالذات سمجھنے لگتے ہین اور زبان و ادب پر توجہ چھوڑ دیتے ہین۔پس اس قانون کے اس صنف کا مقتضا یہ ہے کہ باسانی مقاصد کو وسایط اور وسایط کو مقاصد مین تبدیل کر دیتا ہے اور قانون ایتلاف کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بعض ذہنی کیفیات دوسری ذہنی کیفیات سے ایسا تخصیصی تعلق رکھتی ہین کہ جب اول الذکر پیدا ہوتی ہین تو آخر الذکر بھی لازمی طور پر پیدا ہوجاتی ہین۔

نفس کا خود اپنے اوپر اور دوسرون پر اثر کرنا یقین۔ خواب مین آدمی تمام چیزون کو جو اُس نے خواب مین دیکھی ہین حقیقتاً موجود سمجھتا ہے حالانکہ کوئی چیز بھی موجود نہین ہوتی یہان تک کہ وہ کبھی اپنے کو ہوا مین اُڑتا ہوا جانتا ہے اور کبھی جہاز مین اور کبھی ریل مین اور کبھی گھوڑون پر اور کبھی پیدل کوسون سفر کرتا ہوا دیکھتا ہے اور حقیقت مین وہ پلنگ پر چادر اوڑھے پڑا رہتا ہے زیادہ تعجب ہے کہ خواب مین اُس کو دن ہوتا ہے رات ہوتی ہے۔ سو برس کا زمانہ خواب مین گذر جاتا ہے مگر اُس کو سوئے ہوئے گھڑی دو گھڑی سے زیادہ نہین ہوتا

تقابل یا تضاد ہوتا ہے تو جن جذبات کی تکوین ایک شے سے ہوتی ہے اُسکے
بالکل مخالف جذبات ہم مین شے یا اشیا ے مقابل سے پیدا ہونے لگتے
ہین اگر زید سے دشمنی ہے تو اُس کے دشمن کو دوست خیال کرنے لگتے ہین
غرض ایتلاف کی ان صورتون مین یہ ہوتا ہے کہ بعض مخصوص اشیا بعض
دیگر مخصوص اشیا کو ذہن کے سامنے لے آتی ہین اور جو جذبات وخیالات
ہمین اول الذکر سے پیدا ہوئے تھے وہ آخر الذکر سے پیدا ہونے لگتے ہین -
یہ نفس بشری کا ایک مستحکم قانون ہے اس مین انسان کی خواہش وارادہ کا دخل
نہین ہوتا عموماً لزوم ذہنی کا یہ سلسلہ بغیر قصد وارادہ کے خود بخود پیدا ہو جاتا ہے
لیکن بعض اوقات اس سلسلہ مین ایک نئی بات اور پیدا ہو جاتی ہے کہ جس جذبہ
کی تکوین براہ راست کسی شے سے ہوتی ہے وہ اُس سے تو نہین پیدا ہوتا بلکہ
جس شے سے بالواسطہ ہوئی تھی اب اُس سے پیدا ہونے لگتا ہے - یعنے
انتخاب جذبہ کے براہ راست محرکات جو ہوتے ہین وہ شعور خفی مین ماند پڑجاتے
ہین اور جو چیزین کہ محض بالواسطہ وضمناً محرک ہوسکتی تھین وہ شعور مین آجاتی ہین
اُس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جن ذرات دماغ مین اعمال اول الذکر کے وقت
حرکت ہونا چاہیے اُس مین بربنار عادت وتواتر التزاماً اعمال آخر الذکر سے حرکت
ہونے لگتی ہے مثلاً مربا کھاتے وقت کوئی گندی چیز اُس مین نکل آئی اُس کے
بعد مربا کھانے سے نفرت ہوگئی اب جو مربا کو دیکھتے ہین تو بغیر پچھلے واقعہ کے یاد
کے یعنے گندی چیز نکلنے کی یاد کے طبیعت خود بخود مالش کرنے لگتی ہے - ظاہر ہے
کہ طبیعت کی مالش کا اصلی باعث گندی چیز کا ہونا تھا لیکن علاقہ مقارنت کے بنا پر

اُس شے کی ہوتی اور جس موجودہ شے کو عامل کہتا ہے کہ نہین ہے معمول اُسکو
یقیناً جانتا ہے کہ نہین ہے یہان تک کہ اگر عامل معمول کی کسی قوت کو کہتا ہے
کہ نہین ہے تو معمول ایسا ہی ہو جاتا ہے کہ گویا درحقیقت وہ قوت اُس مین نہین
یا جس موجودہ شخص کا موجود ہونا عامل بیان کرتا ہے معمول اُس شخص کو اسیطرح
حاضر و موجود دیکھتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اُن کے ارواحون کے پیکر مین
توجہ کیا ہے وہ تو نفس انسانی کا اثر ہے جو کسی مین بمقتضاے فطرت اور کسی
مین کسب کے وجہ سے قوی اور اقوے ہوتا ہے اور دوسری طرح طرح کی کیفیات کا سبب ہوتا ہے

اخبارات کے ذریعہ سے کلہ بازیگر نے ہندوستان کے مسمریزم کی کیفیت
ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مین نے بیس برس سے یورپ مین مسمریزم کی بڑی
بڑی کارروائیان دیکھین لیکن ہندوستان کو اس معاملہ مین سب پر فوقیت
ہے۔ مین نے ۱۸۶۸ء مین بمقام سکندرآباد سالارجنگ نظام کے ایوان
کے چوبڑے دالان مین اُس کی ایک کارروائی دیکھی۔ اُس وقت ڈاکٹر کرافر
سرجن برٹش فوج اور سر جان ماجیکسن افسر رسالہ لانسر بھی موجود تھے چند منٹ
بعد فقیر آئے اور اُنھون نے فوراً کارروائی شروع کی اور رام رام آتارام آتارام
آتارام آتارام آتارام رام کہنے لگے۔ ایک بڈھے فقیر نے ایک نوجوان کو ایسا
معمول کیا کہ گویا بالکل وہ مرگیا۔ ڈاکٹر نے دل کو دیکھا نبض پر ہاتھ رکھا معلوم
ہوا کہ خون کا دورہ بند ہے۔ ڈاکٹر نے جانچ کے لئے معمول کے ناک کان
آنکھہ اور منھ وغیرہ کو گاڑھی مٹی سے بند کیا جس سے سانس لینا غیرممکن تھا
پہلے جب مین نے دیکھا تو یہ شخص جس پر عمل ہوا تھا سانس لیتا تھا مگر اب بالکل

جاتے ہیں بھی کبھی اُس کا ایسا خیال ہو جاتا ہے کہ شے غیر موجودہ کو علانیہ موجود
دیکھتا ہے۔ اور یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ خود اپنے آپ پر اپنے نفس کا
اثر پڑتا ہے۔ بعض مجنون آدمی اُن لوگوں کو جن کا اُن کے دل میں خیال پک گیا ہے
اپنے سامنے کھڑا و بیٹھا ہوا باتیں کرتے دیکھتے ہیں اور مثل شخص موجود کے
اُس سے جواب و سوال کرتے ہیں اور اُس کی باتیں اُن کو سنائی دیتی ہیں حالانکہ
کوئی شے اور کوئی شخص موجود نہیں ہوتا۔ اور یہ اثر اُسی قوت نفس انسانی کا ہے
جو بسبب وقوع امورات غیر طبیعی کے ایک طرف مایل ہو گئی ہے۔ دوسرے ذی نفس پر
نفس انسانی کا اثر پڑنا تو ایسا بدیہی ہے کہ جب چاہو اُس کا تجربہ ہو سکتا ہے
یہ قوت مشق اور مجاہدہ سے قوی بلکہ اقوے ہو جاتی ہے اور بعض میں فطرتی
قوی ہوتی ہے اور تمام اُن کے خیالات خود انھی کو مرئی ہوتے ہیں۔ یہانتک
کہ جس مرے ہوئے شخص کا وہ خیال کرتے ہیں اُس کی صورت خیالی جس کو
وہ مردہ کی روح سے تعبیر کرتے ہیں اُسی زرق برق لباس سے جو وہ پہنتا تھا
اُن کے سامنے معلوم ہونے لگتی ہے۔ اُس قوت نفس کا اثر دوسرے شخص پر چھونے
سے دم ڈالنے سے پھونک دینے سے نگاہ سے گھورنے سے توجہ ڈالنے سے
منتقل ہوتا ہے اور علمی اصلاح میں اثر ڈالنے والے کو عامل اور جس پر اثر ڈالا
گیا ہو اُس کو معمول کہتے ہیں اس قوت کا ایسا قوی اثر ہے کہ معمول کی تمام
طاقت اور تمام ارادہ اور خیال بالکل عامل کے تابع ہو جاتے ہیں۔ عامل جس
غیر موجودہ چیز کو کہتا ہے کہ ہے معمول اپنے خیال میں اُس کو واقعی موجود سمجھتا ہے
اور اُس پر وہی حالت طاری ہو جاتی ہے جو در صورت واقعی موجود ہونے کے

کرتا ہے کہ مثلاً آفتاب روشن ہے اور آگ جلاتی ہے تو اس مشاہدہ
ظاہری کے یقین سے اُس وقت تک وہ انکار نہین کرسکتا ہے جب
تک اُس کے خلاف اُس کو یقین نہ دلایا جاوے۔ اسی طرح مثلاً بھوک
پیاس وغیرہ ایسی چیزین ہین کہ انسان کو مشاہدہ ظاہری سے بھی زیادہ
محسوس ہوتی ہین اور وہ اُن کے وجود سے انکار کرہی نہین سکتا۔ پس مشاہدہ
باطنی سے انکار کوئی ہوشمند نہین کرسکتا ہے۔ مشاہدات ظاہری سے
تقریباً سب کے پہلے نیچر کے اُن افعال کا انسان کو علم ہوتا ہے جو ہمیشہ
یکسان ہوتے رہتے ہین۔ جیسے آفتاب کا وقت معین پر دکھلائی دینا اور
وقت معین پر غایب ہوجانا اور آگ کا ہر انسان کو جلانا بشرطیکہ کوئی خاص امر
اُس جلانے کے مانع نہ ہو۔ لہذا اُس سے یعنے استمرار سے نیچر کی یکسانیت
کا یقین اُس کو ہوتا ہے اور جیون جیون علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے تیون تیون
اُس کا یقین اُس پر مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ پس استمرار کے یقین اور نیچر کے
افعال کے یکسانیت کے یقین سے اپنے تجربات پر یقین کرلیتا ہے۔ یعنے
جب وہ بار بار ایک ہی چیز کو ایک ہی طرح پر واقع ہونا معلوم کرتا ہے تو یقین
کرلیتا ہے کہ اسی طرح ہمیشہ ہوگا کیونکہ نیچر کے کام مین یکسانیت ہے۔ لہذا
اپنے مشاہدات ظاہری کے متواتر ہونے پر اور جس طرح نیچر کی یکسانیت پر
یقین کرتا ہے اُسی طرح جو نتایج کسی فعل کے ایک ہی طرح ہوتے ہوئے
وہ دیکھتا یا محسوس کرتا ہے اُس کو بھی یقین کرتا ہے پس یہ کہنا کہ تمیز فطری
اُس کے یقین کا سبب ہے ورنہ دور و تسلسل ناجایز لازم آتا ہے صحیح

مردہ ہوگیا حتے کہ بڑی سوئی سے انگلیاں چھیدیں اور اُس کو معلوم نہ ہوا اور عنبر کی لکڑی کا جلتا ٹکڑا اُس کے ہاتھہ پر رکھا اور چراہند ہوئی لیکن اُس کو خبر نہ ہوئی لوگوں نے اُس کو اُٹھایا مگر وہ بالکل بے حس و حرکت تھا۔ ڈاکٹر نے اُس کے زندہ کرنے کی بہت سی فکریں کیں لیکن سب بے سود ثابت ہوئیں جب اِس حالت کو ایک گھنٹہ گذرا تو فقیر نے چند اشارے کئے اور معمول بیدار ہوگیا جس وقت معمول بیدار ہونے لگا اُس کا رنگ دھُواں دھوان اور تکلیف زدہ معلوم ہوتا تھا جس سے ہم لوگوں کو خوف معلوم ہوا۔ بعد اس کے بوڑھا فقیر خود بیہوش ہوا انگارے ہاتھہ پر رکھے اُس کو خبر نہ ہوئی اُس وقت ایسی خاموشی تھی کہ گویا ہم مُردہ کے سامنے ہیں آہستہ آہستہ بات کرنے لگے۔

تمام چیزوں اور جملہ انکشافات سب سے زیادہ لایق یقین انسان کو اپنی ذات اور اپنی انانیت کا یقین اور اپنے قوت ارادی کا علم ہے۔ یہ ایسی قوت ہے جو بلا واسطہ ہر انسان کی ذاتی ہے۔ یہ خود آگاہی و قوت ارادی انسان کے انسان ہونے کی سب سے پہلی بنیاد ہے۔ اصل مسئلہ جس سے دوسرے مسایل پیدا ہوتے ہیں اور جس پر یقین ہونے کا دارمدار ہے یہ ہے کہ انسان جانتا ہے کہ میں ہوں و عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اور میری قوت ارادی انکشاف و ادراک کا سبب ہوتی ہے اور ہر ایک قوت یا قوتوں کے متعلق جو کائنات میں عمل کر رہی ہے اُس کے معلوم ہونے کا ذریعہ میری ہی قوت ہے۔ نفس انسانی کو اپنی ذات کے تسلیم کے بعد مشاہدات ظاہری و مشاہدات باطنی سے سبق ملتا ہے یعنے جب کہ وہ دیکھتا یا محسوس

وسایل علم۔ نفس اور اُس کے قوے این کوئی حقیقی و اصلی فرق نہین قواے ذہنی اِس قسم کے موجودات نہین جن کو نفس سے جدا قرار دیا جاوے حقیقت مین تمام قواے ذہنی ایک ہی موثر کے مختلف مظاہر ہین لیکن سہولت کے لئے چند وسایل علم کے اقسام کا ذکر جیسا کیا گیا ہے کیا جاتا ہے۔ قوت مدرکہ جس کو قوت محصلہ بھی کہتے ہین وہ قوت ہے جسکے ذریعہ سے اشیاے خارجی و باطنی کا علم انسان کو حاصل ہوتا ہے اشیاے خارجی کے علم کو ادراک خارجی اور اشیاے باطنی کے علم کو ادراک باطنی کہتے ہین۔ اور قوت حافظہ وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے علم حاصل شدہ جمع رکھا جاتا ہے۔ اور قوت مستحضرہ یا ذاکرہ وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے وہ علم جو حافظہ مین جمع ہے ذہن کے سامنے آتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے خیالات باقاعدہ و مرتبط سلسلہ مین مرتب ہوجاتے ہین۔ قوت متخیلہ یا واہمہ وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے جو علم حافظہ کے ذریعہ سے جمع ہوتا ہے اور مستحضرہ کے ذریعہ سے ذہن کے سامنے آتا ہے اُن سب کا بڑھانا گھٹانا اور نظیر اور مثال قایم کرنا اور کسی کو کسی مین جوڑنا یا کل کا جزو مین یا جزو کا کل مین تصور کرنا اور نئی صورت مین ترتیب دینا اُس کا کام ہے۔ تصور خود کسی محسوس کا یا اُسکے مثل یا اُس کے کم و بیش یا فرضی و اضافی کا ہو سکتا ہے اور جس کا ادراک و احساس نہ ہوا ہو اُس کا تصور اُسی قدر ہو سکتا ہے جو واہمہ کے ذریعہ سے ہو اُس کے سوا نہین ہو سکتا۔ قوت مجوزہ وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے باہم اشیا کا تعلق ظاہر کیا جاتا اور مقابلہ و استقرا و تحلیل و ترکیب اُس کے وسیلہ سے

نہین ہے۔ اپنی ذات اور اپنے مشاہدات پر یقین یہہ ہر انسان مین ضرور
ہوتا ہے۔ اور یہ کہنا بھی صحیح نہین ہے کہ نوعی و نسلی تجربہ اولیات کو یقین
دلانے کا سبب ہوتے ہین بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تغیر اپنے نفس کا اُس کا
سبب ہوتا ہے۔ سورہ لقمان مین ہے۔

و من الناس من یجادل	اور آدمیون سے وہ بھی ہے جو جھگڑتا ہے
فی اللہ بغیر علم ولا ھدی	اللہ کی بات مین بغیر علم اور بغیر ہدایت
ولا کتٰب منیر ہ	اور نہ ہونے کتاب روشن کے۔

یعنے بغیر علم ذاتی اور بغیر ہدایت ایسے کے جس کو منصب ہدایت کا ہے اور بغیر
ایسی کتاب کے جس کا حکم روشن ہے اور جس کا اللہ کے طرف سے ہونا ثابت
ہے۔ کیونکہ کتاب کے ساتھہ منیر کی قید بلاوجہ نہین ہے۔ کتاب اگر اللہ کے
طرف سے بھی ہو اور اُس کا ہونا اللہ کے طرف سے مسلمہ ہو لیکن متشابہات
مین سے اُس مین کوئی حکم ہو تو اُس کے بنا پر جھگڑنا صحیح نہین ہے۔ پس ایسی
ہدایت صحیح ہونی چاہیئے جس کی صحت کا معیار یہہ ہے کہ ایسا شخص ہدایت
کرے جس کو منصب ہدایت ہو ورنہ وہ ہدایت قابل مجادلہ نہ ہوگی۔ آیہ صحیح
بغیر علم ذاتی و برہانی کے تقلید پر جھگڑنا نازیبا ہے۔ اور چونکہ یہہ
تین ہی صورتین ہوسکتی ہین اس لئے اس آیت مین علم و کتاب
و ہدایت کے ساتھہ اُس کا انحصار کیا گیا۔ لہذا علم و ہدایت و کتاب سے
جو ذرایع ہین جب اون سے مسلسل و باقاعدہ فایدہ اُٹھایا جاوے تو وہ
مفید یقین کے ہوتے ہین۔

جو اس دونوں ایک ہی طرح کے وسایل ہیں مگر اس بات سے اُن کے بذات خود مدرک ہونے کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں پایا جاتا آدمیوں کے بعض آلات حسیہ کے جاتے رہنے اور اُن کے اپنی حالت اصلی پر بے کم و کاست وہی ذی حیات قایم رہنے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے قوت محرکہ کی بھی یہی کیفیت ہے کہ کسی عضو کے جاتے رہنے پر بھی یہ قوت بے کم و کاست باقی رہتی ہے اس طرح کہ جس کا عضو جاتا رہا و یسے ہی حرکت کر سکتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا بشرطیکہ وہ مصنوعی بنا دیا جاوے وہ مصنوعی پاؤں کی مدد سے صحیح چل سکتا ہے جس طرح کہ ایک لکڑی کے وسیلہ سے اُن چیزوں کو جو اُس کے قدرتی ہاتھ کی رسائی و طاقت سے باہر ہیں تھامتا اور اپنے نزدیک لا سکتا ہے۔ پس حقیقت میں قواے ذہنی کے جو آثار ہیں وہ سب نفس ناطقہ کے ہیں اور وہی کاسب و مکتسب و فاعل و منفعل ہے۔ کبھی کبھی یہ تجربہ ہوتا ہے کہ بعض آثار قوی ہوتے ہیں اُس کا سبب نفس ناطقہ کے طریق عمل کیطرف منسوب ہو سکتا ہے یعنے جس طریق سے معلومات حاضر ہوتے ہیں وہ دماغ میں محسوس ہوتا ہے۔ مختلف آدمیوں کی قوتیں باہم نسبتاً کم و بیش ہو جاتی ہیں بعض کا ذہن بہت رسا ہوتا ہے بعض کا اس قدر کمزور کہ بالکل نہیں یا کوُدن ہے اسی اعتبار سے تیز۔ ایک دوسرے کی ذہنی قوتوں کو خیال کر کے مختلف نام قوتوں کے رکھتے ہیں۔

جبکہ نفس جسم و جسمانی نہیں ہے تو وقت واحد میں متحد یا مختلف و متناقض عمل اور چند کام کا انجام دینا اُس سے ممکن ہے۔ امارت نفس کو حاصل ہے

ہوتے ہین اور تعمیم و استدلال و تحلیل و ترکیب و حکم دینا اُس کے نتایج ہوتے ہین۔ قوت جبلی وہ قوت ہے جو اُن علیات اولیات کا ماخذ ہے جو قوانین تفکر کے بنا ہین۔ قوت جبلی قوانین تفکر یا چند ضروری اصولون کا مجموعہ ہے جن کے بغیر کوئی علم حاصل نہین ہوسکتا۔ حکمار نے اس امر پر کہ آیا یہ قوت حقیقی ہے یا فرضی بحث کی ہے۔ اکثر کہتے ہین کہ ایسی کوئی قوت نہین اور کسی نے حافظہ و مستحضرہ کو اور کسی نے مستحضرہ و متخیلہ کو اور کسی نے کسی قوت کو ایک قرار دیا ہے غرضکہ اُن کی تعین و تعریف مین بہت اختلاف ہے اور اصول یہ ہے کہ ورزش قوے کے متعلق کی جاتی ہے اور جس قدر اطوار اثر ڈالنے اور اثر پذیری کے ہین اُسی قدر مختلف قوتین شمار کیجاتی ہین اور متشابہ ورزشین قوت واحد کے دایرہ مین رکھی جاتی ہین۔ تمام قواے ذہنی ایک ہی موثر یعنے نفس کے مختلف مظاہر ہین۔ بصارت کے اُن تجربون سے جو آلات کے ذریعہ سے کئے جاتے ہین اور اس بات سے بھی کہ بینائی کو عینک سے کس طرح مدد ملتی ہے ظاہر ہے کہ ہمارا اپنی آنکھون کے ذریعہ سے دیکھنا بمنزلہ عینک کے دیکھنے کے ہے اور یہ کسی طرح نہین ثابت ہوتا کہ آنکھہ بذات خود قوت بصارت رکھتی ہے اور سماعت کے نسبت بھی یہی کہا جاسکتا ہے اور کسی چیز کے ذریعہ سے جو ہمارے ہاتھہ مین ہو کسی مجسم شے کا بعد محسوس کر لینا اسی قسم کی ایک نظیر ہے یہ سب اُس کی مثالین ہین کہ مادہ خارجیہ یا وہ مادہ جو ہمارے جسم کا جزو نہین مثل آلات جس کے اشیار کو درک کئے جانے کے واسطے تیار کرنے اور قوت مدرکہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے اور مادۂ خارجیہ اور آلات

تعقل حافظہ اور تمیز وغیرہ کہتے ہین۔

لغت مین فطنت کے معنے زیرکی اور دانائی کے ہین۔ اصطلاح مین فطنت سے وہ قوت ذہنی مراد ہے جو بعض انسانون مین علی قدر مراتب باعتبار زیرکی و روشنی۔ احساس و ذکاوت۔ فہمیدگی اور قوت مدرکہ کے پائی جاتی ہے اور چونکہ ہر ایک ایسے بعض انسانون مین مختلف مقدار اور حیثیت مین ہوتی ہے جس کی وسعت اور مقدار۔ احساس و ذکاوت کے اعتبار سے دوسرے انسان سے تمیز ہوتی ہے۔ اور کثرت اظہار اسی پر ہے کہ ہر ایک شخص صاحب عقل اور صاحب ادراک و دانش ہونے کے باوجود بھی صاحب فطنت نہین ہو سکتا لیکن ایک صاحب فطنت عقیل اور دانشمند اور مدرک بھی ہو سکتا ہے جس طرح بعض شعور رکھتے ہین مگر صاحب عقل و تمیز نہین ہوتے اسی طرح عام انسان عقیل و دانشمند تو ہوتے ہین لیکن فطنت نہین رکھتے ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل رکھتا ہے لیکن ہر شخص فطنت نہین رکھتا۔ عقل و دانش جو انسانون کا ورثہ ہے زاید شے نہین لیکن فطنت ایک وہبی عطیہ ہے جو اُن لوگون کو ملتی ہے جو اُس کے قابل ہوتے ہین۔ یہ اس غرض سے ہوتی ہے کہ دیگر افراد سے جس مین ہو اُس کو فضل ہو۔ حافظہ کا مضبوط ہونا بہت بڑی نعمتون مین سے ایک نعمت ہے اور انسان کے کمال کا وہ بڑا سبب ہے تعقل حافظہ وغیرہ وہ نعمت ہین کہ اگر انسان مین نہ ہو تو اُس کو انسان صحیح طور سے نہین کہا جا سکتا زود فہمی سبب فضیلت ہے۔ انتقال ذہنی کا جلد ہونا اور ذہن رسا کا ہونا اور تقریر و تحریر مین انسان کے دوسرے انسان سے افضل ہو کامیاب ہونیکا سبب ہے

وہ امارہ ہے خواہ اُس میں کیفیت مطمئنہ پیدا ہو یا کیفیت لوامہ لہذا نفس مطمئنہ و
نفس لوامہ ہے اُس کی کیفیات کو تعبیر کرتے ہیں۔ ہملٹن نے ثابت کیا ہے کہ مختلف
قوے کے لیے مختلف مقام ہونا یا جس قدر سر بڑا ہو اُسی قدر ذہنی قوت کا ہمیشہ
زیادہ ہونا غلط ہے البتہ دماغ اور اُس کی حالت ذہنی افعال پر کچھ کچھ تاثیر کرتے
ہیں اُس نے عورت اور مرد کے دماغوں کا وزن کیا۔ اور بطور تمثیل کے برک کا
جو ظالم و خونریز تھا اور جارج یوکین کا جو نیک نہاد تھا ذکر کیا ہے کہ پچھلے میں پہلے
کے بہ نسبت وہ حصہ جس کو ظلم و فسق و فجور کا مقام کہا جاتا ہے زیادہ تھا۔ یہہ
بات اہل علم میں مسلم ہوتی جاتی ہے کہ کوئی تصور یا خیال پیدا نہیں ہو سکتا
جب تک کہ اُس کے پیدا کرنے میں سوی الذات کی قوتوں میں سے کوئی
قوت صرف نہ ہوئی ہو یہ انقلاب کیوں ہوتا ہے اور حرکت یا حرارت یا نور احساس
یا ادراک میں کیوں منقلب ہو جاتے ہیں یا یہ کہ ہوا کا تموج کان تک پہنچکر آواز
کی صورت کیوں پیدا کرتا ہے دماغ میں کیمیائی تغیر محبت ہمدردی حسد بغض غصہ
خواہش وغیرہ صورت نفسانی کیوں پیدا کرتا ہے یہ ایسے بھید ہیں جو انسان کے
سمجھ سے مافوق ہیں ذاتی یا اندرونی قوتیں مثلاً ادراک تصور تعقل جذبات نفسانی
بھی اُسی طرح مادہ و حرکت کے تعامل کا نتیجہ ہیں اگر مادہ و حرکت کا نظریہ مان لیا جائے
جس طرح واجب الوجود غیر قابل ادراک باعث ہوتا ہے اُن مظاہر کا جن کو
ہم حرکت یا حرارت یا نور یا کیمیائی ارتباط کہتے ہیں اور جیسے وہ باعث ہوتا ہے
اُن مظاہر کی ایک صورت سے دوسری صورت میں بدلجانے کا ویسا ہی واجب الوجود
باعث ہے اُن مظاہر کا جس کو ادراک محبت بغض غصہ جذبات نفس تصور

ایسا گھل مل جاتا ہے کہ اُس مین سے رفتہ رفتہ رنگ تشخص غائب ہو جاتا ہے
اور خیالات کو باقاعدہ ترتیب دینے کی قوت اُس سے زایل ہو جاتی ہے
عقل والا آدمی بحیثیت عقل کے اکیلا ہے اور بحیثیت جذبات کے وہ منجملہ
اور دلون کے ایک ہے۔ پُر زور عقل و دماغ کا آدمی خود مختار اور آزاد سا
ہو جاتا ہے اور اگر حد اعتدال سے زیادہ اُس مین افراط کرتا ہے تو رفتہ
رفتہ سوسائٹی مین رہنے کے قابل نہین رہ جاتا جہان عقل ہی عقل ہوتی ہے
وہان جذبات غایب ہو جاتے ہین وہان صرف اپنی ہی حفاظت اور اپنا ہی
خیال غالب ہو جاتا ہے جو مذموم خود غرضی تک پہنچتا ہے۔

جذبات انسان کو اپنی ہی ذات تک نہین رکھتے بلکہ دوسرے انسانون اور
اشیاء قدرت کے طرف مایل کرتے ہین اور اہل جذبات اُن کیوجہ سے
اور دلون کے درد کو اپنا درد سمجھنے لگتے ہین اور اس طرح دماغی قوا اور علوم
و فنون مین ترقی کا سبب ہوتے ہین۔ نتیجہ یہ ہے کہ جذبات کا کام عقل کی تحریک
اور عقل کا کام جذبات کو اعتدال پر لانا ہے وہ ایک دوسرے کی امداد کیلئے
عطا ہوئے ہین نہ کہ زایل و کمزور کرنے کے لیے۔ عقل و جذبات مین اتحاد
پیدا کرنا ظاہر و باطن مین موافقت قایم رکھنا اور باہم اعتدال پر رکھنا یا یون کہو
کہ ضبط نفس اور صحیح عمل کرانا اور جسم کے افعال کو جذبات و عقل کے زیر حکومت
رکھنا مذہب کے ذریعہ سے زیادہ انجام پاتا ہے۔ علوم نظری عقل کو بڑھاتے
تمدن و پالیٹکس اتحاد مقاصد انسانی و قومی جذبات کو فروغ دیتے ہین۔
لیکن مذہب کا کام یہ ہے کہ جیسی ضرورت ہو ویسا عقل و جذبات سے کام لے

متانت مین اگرچہ بہت جلد انتقال ذہنی نہین ہوتا لیکن متین شخص سمجھ کر عمل کرتا ہے اور
جو زیادہ ذہین ہوتا ہے صبر اُس کو بہت دشوار ہوتا ہے لہذا ذہانت کے ساتھ
متانت ہونا بہت بڑی نعمت اور کمال ہے۔ تصور کا دوربین ہونا سبب حزم
واحتیاط وانجام اندیشی و دوربینی کا ہوتا ہے پس وہ بھی کم قابل قدر نہین ہے۔
قوت فیصلہ کا قوی ہونا اور جلد فیصلہ و صحیح فیصلہ کرنیکی عادت ذہنی قوتون کا کمال ہے۔
قلب سلیم و مذاق کا سلیم ہونا قوت فیصلہ کے لئے بہت بڑا معاون ہے اور
وہ اپنی ذاتی کیفیت ہے۔ لہذا سبب فضیلت اصلی ہے اس لئے کوشش
کرنی چاہیئے کہ مذاق سلیم پیدا ہوتا رہے تاکہ قلب سلیم رہے۔

جذبات و عقل کو باہم کسطرح ہونا چاہیئے

جذبات اور عقل دو کیفیات ہین۔ پہلی زنانہ اور دوسری مردانہ۔ اگر صرف عقل ہی کی نشو و نما اور ترقی زیادہ
ہو اور عقلی عمل زیادہ کیا جاوے تو جذبات محدود اور کمزور ہو جاوین گے۔ اسی
طرح اگر عقل کے طرف سے غفلت کی گئی اور جذبات کی پرورش زیادہ ہوئی
تو عقل پژمردہ ہو جاوے گی اور جذبات کا عمل اعتدال سے زیادہ ہوگا تو
قوائے متفکرہ کو مُردہ کر دے گا۔ اور انسان ذکی الحس مگر بے عقل ہو جاویگا۔
عقل انسان مین ذاتی تشخص اور اپنے آپ پر اعتماد پیدا کرتی ہے۔ اور جذبات
مدنیت اور اُنس پیدا ہوتا ہے جذبہ سے انسان ذکی الحس اور بعض وقت ہر دلعزیز فرد ہو جاتا
ہے لیکن اُسی کے ساتھ کم عقل اور ناانجام اندیش بھی ہو جاتا ہے۔ پر زور عقل
و دماغ کا آدمی ابنائے جنس کی زیادہ صحبت سے متنفر ہوتا اور تنہائی مین خوش
رہتا ہے لیکن پر زور جذبات والے آدمی کے لئے تنہائی موت ہے۔ وہ دوسرون

علم کا م آسکتا ہو انحل کرنا اور ظن کی پیروی کرنا قابل الزام ہے قابل حجت نہین۔
سورۂ بنی اسرائیل مین ہے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا
اور پیچھے اُس کے نہ چل جس کا تجھکو علم نہین ہے سمع اور بصر اور دل ہر ایک سے انہین سے پوچھا جاوے گا۔
پس کان و آنکھ جو ذریعہ محرکات قلب ہین ان کا ذکر اور قلب کا ذکر ہے کہ جو کچھ ان کے وجہ سے ارادی افعال ہون گے اُن سے پوچھا جاوے گا یعنی مواخذہ کیا جاوے گا اس آیت مین ناک و قوت لامسہ وغیرہ کا ذکر نہین ہے اس لئے کہ وہ براہ راست دل کی محرکات نہین ہین۔
ملکہ کی تعریف اور قوت شہوی و قوت غضبی کی افراط و تفریط و رداءت و حکمت و کتاب مین فرق۔ خلق نفس کے اُس ملکہ کو کہتے ہین جو کسی فعل کے صدور کا مقتضی ہوتا ہے بے احتیاج کسی تفکر و کسی رویت کی کیفیات نفسانی مین جو کیفیت سریع الزوال ہوتی ہے اُس کو حال اور جو بطی ہوتی ہے اُسکو ملکہ کہتے ہین۔ قوت تحریک ارادی سے دو قسم کے آثار ظاہر ہوتے ہین ایک جس کا انبعاث جذب نفع کے طرف ہوتا ہے اُس کو قوت شہوی کہتے ہین اور دوسرا جس کا انبعاث دفع ضرر کے جانب ہوتا ہے اُس کا نام قوت غضبی رکھتے ہین۔ ہر قوت کے اعتدال مین دو طرح پر انحراف ہو سکتا ہے یعنے یا تو کمیت مین خلل ہوگا یا کیفیت مین اور کمیت مین جو خلل ہوتا ہے تو یا افراط کیطرف متجاوز ہوتا ہے یا تفریط کے جانب۔ پس ہر قوت کے لئے مرض تین جنس سے ہو سکتے ہین یعنے بحسب افراط یا بحسب تفریط یا بحسب رداءت۔ مثلاً قوت فکری کا

اور قوت نفسانی حیوانی کو دماغی و احساسی و جسم کی پرورش و نشو و نما مین لگا دیوے
علم جہان کام آسکتا ہو وہان ظن و اٹکل حجت نہین ہو سکتے

سورہ انعام مین ہے۔ وان تطع اکثر	اے اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگون کی جو
من فی الارض یضلوک عن سبیل	زمین مین گمراہ کردین تجھکو اللہ کی راہ سے
اللہ ان یتبعون الا الظن وان	نہین پیروی کرتے وہ لوگ مگر ظن کی اور
ھم الا یخرصون ۝	نہین ہین مگر اٹکل کرنے والے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر زمین کے رہنے والے اٹکل کرتے ہین اور ظن کی پیروی کرتے ہین۔ لہذا اگر اُن کی اطاعت کی جاوے تو گمراہ ہو جاوین کیونکہ اٹکل کی تقلید کرنا سبب گمراہی کا ہے اور اٹکل والون پر ظن کرکے اُن کی پیروی کرنا گمراہی ہے۔ سورہ انعام مین ہے۔

قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ	تو کہہ کیا ہے تمہارے پاس علم کہ ہمارے آگے نکالو
لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم	نہین پیروی کرتے ہو مگر ظن کی اور نہین تم مگر اٹکل
الا تخرصون قل فللہ الحجۃ	کرتے ہو تو کہہ تو اللہ کیلئے دلیل پہنچی ہوئی ہے
البالغۃ فلو شاء لھدٰکم اجمعین	تو اگر چاہتا تو البتہ ہدایت کرتا تم سب کی۔

یہ آیات اس بات کے جواب مین ہین کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا نہ شرک کرتے اور نہ کسی شئے کو حرام کرتے۔ پس اللہ تعالے نے اس کے جواب مین یہ بھی فرمایا ہے کہ کچھ علم ہے جو لے آؤ یعنے حرام ہونے کے بابت کوئی حکم ہو تو اس کو علم مین ہمارے لاؤ محض اٹکل اور ظن سے کہ اگر خدا چاہتا تو ایسا نہ ہوتا حجت صحیح تک نہین پہنچ سکتا۔ لہذا علم کے مقابلہ مین اور جسب ہین

جب حکمت اور عفت وشجاعت تینون جنس کی فضیلت کسی کو حاصل ہو اور یہ تینون باہم متمازج اور متسالم ہو جاوین تو ان کی ترکیب سے ایک ایسی کیفیت متشابہ نفس مین حادث ہو جاتی ہے کہ تمام وکمال ان فضیلتونکا اُس کے سبب سے ہوتا ہے اور اُس کو فضیلت عدالت بمعنی اصطلاحی کہتے ہین۔ لہذا حکمت وعفت وشجاعت کے ذریعہ سے جو عمل صادر ہو وہ عدالت کے تحت مین بر بنائے اصطلاح مذکور ہوتا ہے۔ بیان مذکورہ سے معلوم ہوگا کہ جس فضیلت کو عدالت کہا جاتا ہے قران مجید مین وہ تزکیہ نفس سے تعبیر کیگئی ہے یا حکمت سے۔ اخلاق ناصری مین ہے کہ حکمت در عرف اہل معرفت عبارت است از دانستن چیزہا چنانکہ باشد وقیام نمودن بکارہا چنانکہ باید بقدر استطاعت تا نفس انسانی بکمالیکہ متوجہ آن است برسد۔ وچون چنین بود حکمت منقسم شود بہ دو قسم۔ یکے علم و دیگر عمل۔ علم تصور حقایق موجودات بود وتصدیق باحکام ولواحق آن چنانکہ فی نفس الامر باشد بقدر قوت انسانی۔ وعمل ممارست حرکات ومزاولت صناعات از جہت اخراج آنچہ در حیز قوہ باشد بحد فعل بشرط آنکہ موَدی بود از نقصان بکمال بر حسب طاقت بشری۔ وہر کہ این دو معنے در وحاصل شود حکیمے کامل وفاضل بود ومرتبہ او بلندترین مراتب نوع انسانی باشد۔ اما حکمت عملی وآن دانستن مصالح حرکات ارادی وافعال صناعی نوع انسانی بود بر وجہیکہ موَدی بود بنظام احوال معاش ومعاد انسان ومقتضی رسیدن بکمالیکہ متوجہ اند بسوے آن۔ و آن ہم منقسم می شود بہ دو قسم۔ یکے آن کہ راجع بود با ہر نفسے بانفراد ودیگرے

استعمال زیادتی کے ساتھہ ایسے امر یا ایسی مقدار مین کیا جاوے جو نچاہیے تو ایسا افراط سفہ حیلہ گری مکاری فتنہ انگیزی اٹکل وغیرہ کی صورت مین ہوگا۔ اور اگر ارادتاً قوت فکری کو معطل کیا جاوے تو ایسی تفریط بلہ وغیرہ کی صورت مین ہوگی۔ اور اگر ایسے علوم کے طرف شوق کیا جاوے جو مثمر یقین و کمال نفس کے طرف نہ ہون مانند جدل و خلاف و سفسطہ و کہانت وغیرہ کے تو ردارت ہوگی۔ اور قوت غضبی مین افراط تہور ہے اور وہ اقدام اُس امر کا ہے جس کا اقدام جمیل نہین اور اُس کی تفریط جبن ہے اور وہ حذر اُس چیز سے ہے کہ حذر اُس سے محمود نہین اور ردارت اُس کا شوق انتقامات فاسدہ کے ساتھہ ہے جیسے جمادات و بہائم وغیرہ پر غصہ کرنا اور اُن کو برا کہنا اور مثل اس کے۔ پس قوت غضبی کا تہیج نہ وقت و تجاوز از حدنہ چاہیے اور حکمت و شرع کا تابع اُس کو ہونا چاہیئے۔ قوت شہوی مین افراط ہو تو اُس کو شرہ و ہوا وغیرہ کہتے ہین اور وہ حرص کرنا ہے لذت پر زیادہ اُس مقدار سے جو چاہیے اور تفریط کو جمود اور وہ سکون حرکت سے ہے از روے اختیار کے اُس لذت ضروری مین جس کی رخصت شرع و عقل نے دی ہو۔ اور اُس قسم کی خواہش کو جو نہ چاہیئے مثل مٹی کہانے کے اشتہا سے رداءت قوت شہوی کہتے ہین۔ غضب مثل شکاری کتے کے اور شرہ مثل گہوڑے کے ہے کتا کبہی فرمانبردار ہوتا ہے اور کبہی نہین ہوتا اور گہوڑا کبہی سرکش ہوتا ہے اور کبہی فرمانبردار۔ اس لئے جب تک گہوڑا شایستہ اور قابو مین اور کتا کہنے مین نہ ہو اور جب تک سوار و مالک ہوشیار و مضبوط نہ ہون تب تک اُمید نہین ہوسکتی کہ شکار ملجاوے گا بلکہ خود مالک و سوار کی ہلاکت کا خوف ہے۔

یہی احکام مذکور کے بعد یہ بیان ہوا ہے کہ یہ حکمت مین سے ہے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا۔ لہذا حکمت ایسی اہم چیز ہے کہ آنحضرتؐ پر اُس کی وحی کی گئی۔
اور سورہ بقر مین ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا مانگی تھی کہ میرے اولاد مین ایسے پیغمبر کو پیدا کر جو حکمت سکھاتا ہو۔ یعنے آنحضرتؐ کے لئے یہ دعا تھی۔ پس حکمت کی فضیلت کے لیئے یہ سب کافی ہین۔ اب یہ غور طلب ہے کہ حکمت اور کتاب مین کیا فرق ہے۔ دو جگہہ بالخصوص قرآن مجید مین حکمت کے جو تفصیلی احکام ہین وہ بیان ہین۔ یعنے سورہ بنی اسرائیل و سورہ لقمان مین اور کتاب کے احکام تمام قرآن مجید مین متعدد جگہہ ہین۔ ان سب پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جہان پر حکمت کے احکام بیان ہین وہان پر نتایج بھی بیان کر دیئے گئے ہین تاکہ لوگ سمجھ کر اور اُس کے فایدہ و نقصان کو جانکر اُس سے بچین اور کتاب کے بیان مین ضروری نہین ہے کہ وہ بیان کئے جاوین بلکہ وعدہ یا وعید یا بغیر وعدہ و وعید کے بیان ہے یعنے صرف حکم بعض جگہہ دیدیا گیا ہے۔ حکمت کی باتین حکیم بھی بیان کر سکتا ہے لیکن کتاب بغیر وحی کے نہین سکھلائی جاسکتی۔ لہذا دونون کے طرز بیان مین بھی فرق ہوتا ہے اور بھی اور جگہہ حکمت اور کتاب مین مابہ الامتیاز ہین۔ حکمت کہتے ہین کام کی باتون کو جو عقل و شرع کے موافق ہون سمجھنے اور کرنے کو۔ سورہ بقر مین ہے۔

الشیطٰن یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء	شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو فقر کا اور حکم کرتا ہے
واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلا	تم کو بیحیائی کا اور اللہ وعدہ کرتا ہے تم سے مغفرت
واللہ واسع علیم ٥	و فضل کا اور اللہ کشایش والا جاننے والا ہے۔

آنکہ راجع بود با جماعتے بمشارکت وقسم دوم نیز منقسم می شود بدو قسم یکے آنکہ راجع بود با جماعتے کہ میان ایشان مشارکت بود در منزل و دیگرے آنکہ راجع بود با جماعتے کہ میان ایشان مشارکت بود در شہر و ولایت بل اقلیم و مملکت پس حکمت عملی بر سہ قسم بود اول را تہذیب اخلاق و دوم را تدبیر منزل و سوم را سیاست مدن خوانند۔

سورہ جمعہ مین ہے۔ هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته و یزکیهم و یعلمهم الکتٰب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۵

وہی وہ ہے جس نے اُٹھایا اَن پڑہون مین ایک پیغمبر کو انہین مین کا تلاوت کرتا ہے اُن پر اسکی آیاتکو اور اُن کو مزکی کرتا ہے اور سکہاتا ہے اُن کو کتاب اور حکمت اور پہلے تھے وہ گمراہی صریح مین۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اللہ کی آیات کو اپنی قوم مین تلاوت کرتے تھے اور کتاب حکمت بھی سکہاتے تھے اور ان کے نفس کا تزکیہ کراکر اُن کو مزکی کر دیتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب و حکمت کے سکہانے اور اللہ کے آیات کی تلاوت سے انسان کا تزکیہ نفس ہو جاتا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔ یوتی الحکمة من یشاء و من یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا و ما یذکر الا اولوا الالباب

دیتا ہے حکمت جس کو چاہتا ہے اور جسکو دیگئی حکمت تو بیشک اُسکو دیا گیا خیر کثیر اور نہین نصیحت پکڑتے مگر صاحبان عقل۔

پس حکمت جس کو ملتی ہے اُس کو بہت خیر ملتا ہے اور حضرت داؤدؑ اور حضرت لقمانؑ کو بھی قرآن مین حکمت کا عطا ہونا بیان ہوا ہے اور سورہ بنی اسرائیل مین

اور سکتے ہیں زیادتی اور کمی دونوں حدوں سے انسان کو یکساں پرہیز کرنا اور خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ عمر اور تجربہ کے زیادہ ہونے کے بعد اعتدال و صالحیت کی نماز وہ پہچانیں گے وہ طاقتور نہیں جو بے پروائی سے اپنی قوت کو استعمال کریں بلکہ وہ قوی ہیں جو ہوشیاری کے ساتھ ضبط رکھیں اور عمل صحیح کریں۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صلحین فانہ کان للاوابین غفورا — تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے نفوس میں ہے اور اگر تم صالح ہو گے تو رجوع کرنیوالوں کیلئے وہ غفور ہے۔

یہ آیت ماں باپ کے باب جو آیت وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا کے بعد خرچ بیجا نہ کرنے کے حکم کے قبل ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ صالح ہونا اور نفوس کو صالحیت پر قایم رکھنا اللہ غفور کے طرف رجوع ہونا اور معاشت میں محمود ہے۔ سورہ لقمان میں ہے۔

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین — آدمیوں میں سے کوئی وہ ہے جو مول لیتا ہے کھیل کی باتوں کو تاکہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے بغیر علم اور ٹھہراتا ہے اس کو ٹھٹھا انہیں کیلئے عذاب رسوا کرنے والا ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کھیل کی باتوں کو اس لئے اختیار کرنا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور اس کو ٹھٹھا ٹھہرادیں رسوا ہونے والے عذاب کا سبب ہے۔ کھیل کی بات کیا ہے وہ ہے جو حکمت کی بات کے خلاف ہو اسی لئے اسی سورہ میں چند آیات کے بعد لقد اتینا لقمن الحکمۃ ان اشکر للہ

پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حکمت خیر کثیر کا سبب ہوتی ہے۔ اور
صاحبان عقل ہی نصیحت پکڑتے ہیں یعنے قدر حکمت کی جانتے ہیں اور شیطانی
وعدہ یہ ہے کہ اس کے نتایج فقر و فحشا ہوں اور اللہ کے وعدے کے نتیجے اسکی مغفرت
اور اس کا فضل ہے۔ لہذا حکمت کے فواید و نتایج بروے آیت یہ سمجھے کہ فقر و
فحشار سے انسان بچے اور فضل جو اس کا ضد و مقابل ہے وہ اس کو ملے
اور مغفرت اس کی ہو کیونکہ وعدہ کے بعد ہی حکمت کی تعریف بالفاظ مذکورہ کیگئی ہے
پس اسطرح نتایج و فواید حکمت کو بیان کیا گیا ہے۔ سورہ احزاب میں ہے۔

واذکرن مایتلی فی بیوتکن من | اور یاد کرو اے نبی کی بیبیو جو پڑہا جاتا ہے
ایٰت اللہ والحکمۃ ان اللہ کان | تمہارے مکان میں اللہ کی آیات اور حکمت میں سے
لطیفاً خبیراہ | اللہ لطیف کرنیوالا خبردار ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالے لطیف خبیر آیات اللہ اور حکمت کی
تلاوت کو نعمت و قابل یاد قرار دیتا ہے اور جس طرح آیات اللہ کا ذکر اس آیت
میں ہے اسیطرح حکمت کا بھی ذکر ہے۔ لہذا حکمت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے
اور جبکہ آنحضرت کے گھر کے اندر اس کی تلاوت کا ہونا ثابت ہوتا ہے تو اور بھی
اس کی اہمیت بڑہ جاتی ہے۔ اخلاق میں دو قسم کے اصول ہوتے ہیں ایک
دل اور تجربہ سے اور دوسرا مقررہ قواعد سے و نفس کے روکنے سے متعلق ہے
محنت ادب و عزت کرنا اول الذکر سے اور اعتدال آخر الذکر سے رکھنا زیادتی
سے پرہیز کرنے کی نصیحت و مقررہ قواعد بالغیب کی پابندی جلدباز و گرم مزاج
نئی عمر کے لوگوں اور نوجوانوں کو بیمزہ و بے لذت معلوم ہوتی ہیں مگر وہ بعد میں سمجھتے

بغیر تربیت کے اپنے عجیب افعال خود بخود کرنے لگتی ہے اور اپنے ہم جنسوں کی
پیروی اور دیکھا دیکھی نہین کرتی بلکہ الہام واقتضائے طبیعی کے ہدایت سے
کام مین مشغول ہوتی اور اُس کو انجام دینے لگتی ہے اور جو اُن کی پرورش و
زندگی کے لئے ضروری ہے اُس مین وہ کامل ہوتی ہے اور اُس کے سوا
کوئی کام نہین سیکھ سکتی۔ اُس کی عقل طبیعی شروع ہی سے کامل ہوتی ہے وہ
اپنے گھر اور غیر مکھی کے گھر مین تمیز کرتی ہین پھولون کے مختلف اقسام مین جو فرق
ہے اُس سے واقف ہوتی ہین جو آدمی اُن پر دست اندازی نہین کرتے اگر پاس
بھی آجائین اُن سے مزاحمت نہین کرتین اور اپنے بدخواہون کو جان لیتی ہین
کیونکہ اس طریق سے اُن کی زندگی کی حفاظت ہے اور تربیت سے نہ وہ تبدیل
ہوتا اور نہ بڑھ سکتا اور نہ زیادہ تیز ہوسکتا ہے اور نہ اُس سے کچھ اثر ہوتا ہے
ان علامتون سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل طبیعی اور قوت ممیزہ دو جدا قوتین
ہین کیڑون مین قوت ممیزہ نہین ہوتی اُن مین عصب کے قسم کے آلات
نہین ہوتے جن پر قوت ممیزہ اثر کرتی ہے۔ شہد کی مکھیان تنکے کے چھتے
مین جو انسان بناتا ہے چلی جاتی ہین اور یہ نہین سمجھتین کہ انسان اُن کے شہد
کے لینے کے لئے یہ کید کرتا ہے۔ اُن حیوانات مین جن کے افعال میل
طبیعی کے اقتضا سے سرزد ہوتے ہین چھوٹے سے چھوٹا بچہ اُن کے پرانے
کے برابر ہوشیار ہوتا ہے اس لئے کہ زندگی کی حفاظت کرنے کے لئے
جس قدر بڈھے جانور کے لئے ضرورت ہے اُسی قدر بچون کے لئے بھی اور
عقل حیوانی اُن کو اُن کی حفاظت ہی کے لئے عطا ہوئی ہے۔ حیوانون مین

جس سے معنے مذکور کی تائید ہوتی ہے۔

امتیاز مابین نباتات وہر قسم کے حیوانات وکیڑون وانسانون کے
اور نفس انسانی وچہپانزی۔ نباتات مین حس اور حرکت ارادی نہین بغیر
نمو ہوتا ہے اور اپنے مادہ کو متغیر کرتے ہین یہ گہٹ جاتے ہین انکی حرکت
قسری ہوتی ہے نہ ارادی جس وقت خارج کی قوت اُن پر اثر کرتی ہے اُس
وقت حرکت کرتے ہین حیوانون مین حس وحرکت دونون پائی جاتی ہین نباتات
کے طرح اُن مین نمو ہوتا ہے اور وہ اپنے جسمون کا مادہ تبدیل کرتے اور
گہٹ جاتے ہین اور جو امر اُن کے سامنے واقع ہو اُن سے اُن کو آگہی ہوتی
ہے اور جس طرف جانا چاہین جا سکتے اور جس حالت کو چھوڑنا چاہین چھوڑ سکتے
ہین غرضکہ قواے حیوانی مین حس وحرکت ارادی کی قابلیت ہوتی ہے۔
حس وخواہش اُن کے مابین اور نباتات کے مابین امتیاز ہوتے ہین۔ پس حرکت
اور حس اور تغذیہ بدن تینون گویا کیڑون کی زندگی کے عناصر ہین۔ سب
کیڑون مین شہد کی مکھیون کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ
ایک خاص قسم کی فہم وادراک کے مثل ایک قسم کی قوت رکھتی ہین وہ یکجا
رہتی اور ایک دوسرے کی مدد ایک حد تک کرتی ایک دوسرے کو غذا
پہنچاتی ایک دوسرے کا چھتہ طیار کر دیتی اپنے آرام کے لئے گھر بناتی موسم
کے واسطے خوراک کا ذخیرہ دوسرے موسمون مین جمع کر رکھتی ہین اور جب کہ
بعض کیڑے جو اڑ بھی سکتے ہین غذا کے نہ ملنے سے مرجاتے ہین اُس وقت بھی مکھیان
اپنے محنت کے ثمرہ اور ذخیرہ کرنے کے سبب سے اپنی جان بچا لیتی ہین شہد کی مکھی

ہوتا ہے کہ یہ اُن کے تمام افعال قوت متفکرہ کے نہین بلکہ قوت حافظہ کا نتیجہ
ہین یا اُس عقل کا نتیجہ ہین جو حیوان کے سکہانے والے انسان مین ہین نہ انکا
جو خود حیوان مین ہین حیوان کسی جگہہ کو جو پہلے دیکہہ چکے ہین ممکن ہے کہ پھر دوسرے
بار پاوین جو اُن کے حافظہ کے طرف منسوب ہوسکتا ہے لیکن انسان اگر اُسکو
پتہ دیا جاوے اور ہدایت کی جاوے تو ایسی جگہہ بھی جاسکتا ہے جس کو
اُس نے پہلے کبھی نہین دیکیا۔ انسان ایک امر سے دوسرا اور دو دوسرے سے
تیسرا نتیجہ نکالتا ہے اور مفید اور مضار مین اپنے انجام اندیشی و تجربہ اور دوسرون کے
تجربہ سے تمیز کرکے تدبیر کرتا ہے علت و معلول کے سلسلے کو تلاش کرکے
اُس سے فایدہ اُٹھاتا اور فیصلہ کرتا و حکم لگاتا و یقین و تسکین حاصل
کرتا ہے۔ تفکر و تعقل و تصور اور تفقہ و تدبر وغیرہ قواے ذہنی کو کام مین لاتا اور
دوسرون کو تعلیم بھی دیتا ہے۔ مجہول کو معروف مین لاتا اور عام کو عام تر کلیہ مین
کرلیتا ہے۔ جزئی سے کلی اور کلی سے جزئی بناتا اور حواس کو ذریعہ و وسیلہ علم کرتا ہے
اور اپنے نفس کا اثر دوسرے پر ڈالکر اُس کو معمول کرتا ہے احساسات و جذبات کو
معتدل بناتا ہے۔ اُن سب حیوانون مین جن کے اعضا کی بناوٹ کیڑون کے
بناوٹ سے عمدہ ہے۔ سیانپت کے آثار بھی دیکھے جاتے ہین اور بذریعہ
تربیت ایسے افعال اُن سے سرزد ہوتے ہین کہ محض اقتضاے طبعی سے اُنکا
ظہور نہین ہوتا بلکہ وہ نقالی یا سکہاے جانے کا نتیجہ ہوتے ہین یہانتک کہ اکثر
اُن عادتون کو چھوڑ دیتے ہین جو بعض اوقات راسخ اُنمین ہوجاتی ہین یا محدود
قسم کی سیانپت ان مین طبعاً ہوتی ہے۔ چوپایون مین ہاتھی سب سے زیادہ تربیت پذیر

پیدا ہوتے ہی وہ آثار ظاہر ہوتے ہین جو میل طبعی پر منحصر ہین اُن کی عقل حیوانی اُسی وقت کامل ہو جاتی ہے جب حیوان پیدا ہو کر اپنی جماعت مین شامل ہو جاتا ہے۔ بخلاف عقل انسانی کے کہ تدریجاً اُس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اِس سے یہ غرض ہے کہ نفس مین ارتقا ہو اور آدمی کے اوصاف مین ترقی ہو اسی لئے جس قدر عمر بڑھتی ہے عقل زور آور ہوتی جاتی ہے یہ قوت ہر آدمی مین مختلف ہوتی ہے اور حیوانیت کے مشابہ درجہ سے ترقی کرتے کرتے انسانیت کے درجہ و فضیلت پر پہنچا دیتی ہے۔ انسان مین حیوانون سے ممتاز کرنے والی ایسی قابلیتین و صلاحیتین و استعداد ہین جو حیوانون مین نہین منجملہ اُس کے عقل و فکر ہے جو حیوان مطلق مین نہین انسان ہی مین یہ استعداد و طاقت ہے کہ اُسکے افعال عقل یا قوت متفکرہ و ممیزہ کے تابع ہون۔ انسان مین وہ طاقت ہے جس کے سبب سے وہ نتیجہ نکالتا اور اُس پر پہنچ سکتا ہے اور جو علم سلف نے حاصل کیا اُس کو حاصل کر کے اپنے فایدہ کے لئے وہ کام مین لا سکتا ہے حیوان مطلق دوسرون کے علم سے فایدہ نہین اُٹھا سکتا اُس کا اس قدر یاد رکھنا بھی ممکن ہے کہ بعض خاص امور سے خاص نتایج پیدا ہوتے ہین اُنکی کیفیت کو نہ وہ جان سکتا ہے نہ اُن کے جاننے کی کوشش کرتا ہے اُس کی یاد اپنے ہی تجربہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس مین تحریک طبیعی ہوتی ہے جو کسی طبیعی حرکت یا حافظہ کے بنا پر عمل کرتی ہے۔ حیوان مین بعض وقت نا تربیت یافتہ انسان سے زیادہ عقل بظاہر معلوم ہوتی ہے بلکہ تحریک طبیعی کا ظاہری فعل بعض وقت خود عقل کے استعمال کے نتیجہ سے بڑھ کر معلوم ہوتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم

ایک جگہ سے دوسرے جگہ کود کر جاتا ہے تو اُس کی دُم کشتی کے پتوار کا کام دیتی ہے۔ ایک قسم کا بندر دوسرے قسم کے بندرون سے جدا رہتا اور باہم علاقون کو تقسیم کر لیتا ہے یعنے ایک قسم کے بندر دوسرے قسم کے بندر کے علاقے مین نہین آتے پھر انسان کی سمجھ بندر کو بھی اپنے تابع کر لیتی ہے۔ چمپانزی بندر کی ایک قسم ہے جب تنکر وہ کھڑا ہوتا ہے تو قریب پانچ فٹ کے لمبا ہوتا ہے وہ ایک چھوٹے قسم کا بھی ہوتا ہے چمپانزی کے افعال و حرکات آدمی سے اسقدر مشابہ ہین کہ دوسرے حیوانات کے نہین وہ اپنے رہنے کی جگہ پتون اور ڈالیون سے بطور جھوپڑی بناتا ہے اور اکثر زمین پر رہتا اور چند ملکر علٰحدہ علٰحدہ رہتے ہین لیکن بچپن مین جیسا وہ تربیت پذیر اور مسکین ہوتا ہے ویسا بوڑھا ہو کر نہین رہ جاتا۔ بچپن مین اُس کی کیسی ہی تربیت ہو بڑا ہو کر وحشی ہو جاتا ہے۔ لہذا نباتات و حیوانات وانسان مین یہ اور اس قسم کے فرق ہین جو ایک کو دوسرے سے جدا کرتے اور مابہ الامتیاز بناتے ہین غرضکہ انسان کے نفس کے اطوار و آثار سب سے زیادہ اُس کو ممتاز اور غالب کرتے ہین و جملہ حیوانات پر بوجہ اپنی خاص قسم کے سیاتیت رکھنے کے غلبہ کر لیتا ہے۔

انجام اندیشی و تعرف نفس و اعتبار کی ضرورت اور کب اور کسطرح اعتبار کرنا چاہیئے۔

بحزم کوش کہ این رہ رہ پُر خطر است	باحتیاط قدم نہ کہ جائے شور و شر است
ہمیکہ ابر بیارد چنان تصور کن	کہ سیل می رسد و خانہ تو بر گذر است
کسیکہ عاقبت اندیش و دور بین باشد	مظفر است کہ از خود ہمیشہ باخبر است
مباش غافل از حزم و بر کرانہ مشو	کہ حزم تیر بلائے زمانہ را سپر است

اور سیانا معلوم ہوا ہے لیکن انسان سے مغلوب ہوجاتا ہے اور اُس کی سیانپت بھی ایک محدود درجے تک ہے۔ لومڑی سیانپت و مکاری مین نامزد ہے اور شکاری کُتّے کو بھی وہ دھوکا دیدیتی اور اُس سے اپنی جان بچالیتی ہے لیکن انسان اُس کو بھی گڈھے مین لاکر کانٹے مین پھنسا کر گرفتار کرلیتا ہے وہ نہین سمجھ سکتی کہ کہان سے کہان آگئی۔ کُتّا بہت سمجھدار و سیانا کہا جاتا ہے وہ سکھلانے و سدہائے جانے سے ہوشیاری سے کام کرتا ہے۔ بیسالیکر دوکان سے روٹی اپنے لیئے یا اپنے مالک کے لئے خرید لاتا اور اپنی غذا کو آیندہ کے لئے چھپا رکھتا ہے اور پیسا جس کے ذریعہ سے اُس کو روٹی دوکان سے ملسکتی ہے اُس کو بھی جمع کرکے پوشیدہ رکھتا ہے اور جب اُس کا آقا اس چھپائی ہوئی رقم سے واقف ہوجاتا ہے تو اُسے دوسری جگہہ چھپا دیتا ہے اور جو اُس کے چھپانے کو ظاہر کردے اُس سے عداوت رکھتا ہے اپنے مالک و دوسرون کو پہچانتا اور خاص خاص حالت کے تحت مین اُنکو تلاش کرلیتا ہے وہ بھی انسان کا مسخر ہوتا ہے۔ اُن جانورون مین جو اقسام حیوانات مین آدمی سے ادنیٰ اور جانورون سے اعلیٰ ہین بندر بہت ہوشیار کہا جاتا ہے یہ سیانپت و فریب کرتا ہے اپنی پشیمانی اپنے افعال سے انسان پر ظاہر کردیتا ہے اپنے ساتھی بندرون کو ترکیب سے چڑھنے اُترنے مین مدد دیتا اور دریا کے پار باہمی مدد سے اُتار دیتا ہے اور آپس کے کمزور و مضبوط کا خیال رکھتا ہے نقالی کی استعداد اُس مین زیادہ ہے پس سکھائے ہوئے افعال کو وہ زیادہ اچھا کرتا ہے اپنے دُم و چارون ہاتھون سے درختون پر چڑھ جاتا ہے جب

امر مین انسان کا فعل بہانے عقل و تفقہ ہوتا ہے اور حیوان کا بہانے حافظہ و محض جذبات کے۔ اتنا کا یقین تو سب آدمیون کو بچپن ہی سے ہے لیکن افراط و تفریط سے بچنا کمال و تعرف نفس حاصل کرنا ہے یعنے اپنی قابلیت و حیثیت کا سمجھنا کہ صرف اس قدر مین مختار ہون اور اس قدر میرے فرائض ہین اور اس قدر میری اصلی و واقعی قوت ہے۔ بے سمجھے بوجھے ہر شخص و ہر شے اور ہر خبر پر اعتبار کر لینا اس امر کی دلیل ہے کہ انسان اپنے اور دوسرون کے تجربہ کا فایدہ نہ اٹھا کر اپنی ابتدائی سادگی پر قایم ہے جس کا نام دوسرے الفاظ مین حماقت ہے پس وہ اُس کے وجہ سے بازیچۂ مکر و فریب بنا رہتا ہے۔ خبر مین احتمال ہوتا ہے کہ وہ صادق ہے یا کاذب لہذا حزم و احتیاط و انجام اندیشی کا مقتضا یہی ہے کہ اصول صحیحہ کے ساتھ انسان اُس کو پرکھتا رہے اور بغیر جانچے اعتبار نہ کر لیوے۔ اعتبار کی کمی انسان کو متلون مزاج بنا کر بزدل بنا دیتی ہے اور جب لوگ سمجھ لیتے ہین کہ شک کسی کے مزاج پر غالب ہے اور سچون پر اعتماد نہین کرتا تو اُسکو بھی لوگ علاوہ شکی اور بُرے گمان کرنے والے کے یہ بھی سمجھنے لگتے ہین کہ خود بھی وہ قابل اعتبار نہین اسی لئے تو وہ اپنے نفس پر قیاس کر کے دوسرون کو بھی اپنے مثل سمجھتا ہے۔ دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہے ہمارا تعلق باہمی ایسا ہے کہ بغیر اعتبار کے ایک لحظہ آسایش سے بسر نہین کر سکتے۔ راحت و اطمینان قلب کے لئے دوسرے پر اعتبار ہی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے کام کاج ہر چیز مین انسان دوسرون کا محتاج ہے

جو کرے گا بغیر سوچے کام — ہوگا آخر کو وہ بہت بدنام

جس کو انجام کا نہین ہے خیال — اُس کو رہتا ہے ساری عمر ملال

تیر از کمان چو رفت ناید بشست باز — پس واجب است در ہمہ کارے تاملی

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل — چو پر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

اگر خویشتن را ملامت کنی — ملامت نباید شنیدن ز کس

بہ تندی سبکدست بردن بہ تیغ — بدندان گزد پشت دست دریغ

غمے کز پیش شادمانی بری — بہ از شادیٔ کز پسش غم خوری

برگیر ز خود حساب اگر باخبری — کاے دل تو چہ آوردی و آخر چہ بری

مکن کس را باندک ظن باطل — عقوبت تا پشیمانی نیارد

بد نفس مباش بدگمان باش — از فتنہ و مکر در امان باش

اے گشتہ شب و روز بدنیا نگران — اندیشہ نمی کنی تو از روز گران

آخر نفسے ببین و باز آے بخود — کانام چگونہ می کند با دگران

بنگر چہ کسی و از کجا آمدہ — میدان چہ میکنی و کجا خواہی رفت

انجام اندیشی بھی انسان کی صفت خاص مین سے ہے حیوان جزا کے خوف سے کسی خاص قسم کا فعل نہین کرتا اور سزا کو یاد کرکے اُس سے باز رہتا ہے لیکن انسان سمجھتا ہے کہ ایسے فعل کے کرنے سے جس سے سزا یا تکلیف ہوتی ہے اُس کو فایدہ زیادہ ہے یا نقصان اور جیسا مناسب سمجھتا ہے ویسا کرتا ہے یعنے یا تو سزا کا اثر اُس پر نہ ہو یا برداشت کرے یا آیندہ ویسا فعل ہی نہ کرے یا اپنے نفع کے لئے اُس کی جگہہ پر دوسرا فعل کرے غرضکہ اس

نصیحت ودعوے کے لئے دلائل و مثال - تاریخ کی تعریف ایک بڑے مصنف نے یہ کی ہے کہ فطرت کے واقعات نے انسان کے حالات مین جو تغیرات پیدا کئے ہین اور انسان نے عالم فطرت پر جو اثر ڈالا ہے اُن دونون کے مجموعہ کا نام تاریخ ہے۔ اور ایک بڑے حکیم نے یہ تعریف کی ہے کہ اُن واقعات وحالات کا پتہ لگانا جس سے یہ دریافت ہو کہ موجودہ زمانہ گذشتہ زمانہ سے کیونکر بطور نتیجہ کے پیدا ہو گیا ہے اور علت ومعلول کے سلسلہ سے جو نتایج پیدا ہوئے ہین اُسکا کھوج لگانا ایک مورخ کی مدح کی گئی ہے۔ اس نے تاریخ مین شاعری سے کام نہین لیا وہ نہ ملک کا ہمدرد بنا نہ مذہب اور قوم کا طرفدار ہوا کسی واقعے کے بیان کرنے مین مطلق پتہ نہین لگتا کہ جو اُس نے بیان کیا ہے اُن سے کن سے خوش ہوتا ہے اور کن سے ناخوش اور اُس کا ذاتی اعتقاد کیا ہے۔ واقعہ کو سچا بیان کرتا اور اُن کی پوری تصویر پیش کرتا ہے۔

حکایات واحوال پیشینان روایات واخبار کار آگہان

دل و دیده را روشنائی دہد بعلم و خرد آشنائی دہد

پدوران بسے تجربہ کردہ اند بہر کار بس رنجہا بردہ اند

درختے کہ کشتند در روزگار بسے آورد میوہ ہا نغز بار

من جرب المجرب حلت بہ الندامہ۔ انظر الی ما قال لا تنظر الی من قال

مکن تکیہ بر ملک و گنج و سپاہ ز فرزانگان راے و تدبیر خواہ

رو ہیچ از مشورت زیرا کہ ارباب خرد مشورت را پیشکار اہل دولت گفتہ اند

مدد خواہ از خردمندان آگاہ کہ تا یابی سوے مقصود خود راہ

اور وہ اُس کو بغیر اعتبار کے حاصل نہین ہو سکتے۔ برخلاف اس کے وحشی کو بے اعتباری کے وجہ سے کھانا جب ہی نصیب ہوتا ہے جب خود اپنے ہاتھہ سے پکائے۔ رات کو بھی آرام نہین ملتا آنکھین دروازہ کے طرف لگی رہتی ہین کہ کہین کوئی آکر گلا نہ دباوے۔ غرضکہ اسی قسم کی کشمکش سے اعتبار کا سبق انسان کو ملتا ہے۔ سب سے پہلے خود اپنے قوی پر اعتبار کرنا پڑتا ہے کیونکہ انسانی ترقی کا اصلی راز خود اپنے اوپر اعتبار کا پیدا ہونا ہے قدیم مقولہ ہے کہ اعتبار اعتباری سے پیدا ہوتا ہے گویا اعتبار ایسا درخت ہے کہ جس کا بیج بھی اعتبار ہے اور جس کی آبیاری بھی اعتباری سے ہوتی ہے اور جس کا پھل پھول بھی اعتبار ہوتا ہے۔ تمام کارخانہ فطرت کے علت و معلول کے سلسلے مستقل و مضبوط ہونے کا یقین اعتباری سے ہوتا ہے اور اسی اعتبار پر انسان کُل کام کرتا ہے۔ پس اعتبار زیادہ کرنا اور بے اعتباری کم کرنا ہی مفید ہے اور اعتبار یا اعتدال کا اختیار اسی اصول پر ہونا چاہیئے اصل یہ ہے کہ خبرون کو بغیر جانچ کے قبول نہ کرنا اور جن مین شہادت ضروری ہے اُن مین شہادت کا لینا اور بغیر شہادت کے اعتبار نہ کرنا لازم ہے لیکن عمل کرنے مین زیادہ اعتباری کرنا چاہیئے اگر اعتبار نہ بھی ہو تب بھی بغیر سخت ضرورت کے بے اعتباری کو ظاہر نہ کرنا چاہیئے لیکن بغیر اصول صحیح کے جانچ کے اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ جب لوگ سمجھ لینگے کہ اصول صحیح سے جانچکر اعتبار کوئی کرتا ہے تو اُس کو شکی نہ سمجھین گے اور نہ وہ نامرد و نامراد ہوگا۔

تاریخ و تجربہ و مشورت فرزانگان و حصول نصیحت و نتیجہ نہ سننے

بد اثروں کے بچنے کی تحریک کرے گی جیسے ساتھ کا سپاہی اپنے آقا کو مدد دیتا ہے
اُس سے بھی زیادہ کارآمد و مفید یہ ہے کہ اعلیٰ بزرگوں اور بہادروں کو نمونہ و
مثال قرار دے لو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ بزرگ و اعلیٰ ہونے
کے لئے درست طریقہ یہ ہے کہ نیک و مشہور بزرگوں کی سوانحمری سے کمسن ہی
مین واقفیت حاصل کیجاوے اور اُن کو مثال بنایا جاوے اعلیٰ بزرگونکی
نیک مثال زیادہ پُراثر ہوتی ہے جب تم اسکو پیش نظر رکھکر اپنی نظروں کے سامنے ایسے
کام دیکھتے ہین جو دشوار معلوم ہوتا تھا تو نہایت زور سے یہ آواز معلوم ہوتی ہے
کہ جا تو بھی ایسا ہی کر اور ایسا ہی ہو۔ بلاشک ہر آدمی ویسا نہین ہو سکتا لیکن
تاہم ممکن ہے کہ تم ویسے ہو جاؤ یا کم سے کم اُس سے ایسا فایدہ اُٹھاؤ جو ترک سے
نہین اُٹھا سکتے تھے۔ نصب العین تک پہنچنے کے لئے ثابت قدمی سبب کامیابی ہے
ایک بیجا نچے انسان کی عزت اُس کے موافق کرنا جو دنیا کرتی ہے محض دھوکا ہے
لہٰذا لازم ہے کہ لغو اور بیہودہ انسانیت کی تصویروں سے جو کہ جھوٹے قصوں مین
پائے جاتے ہین اجتناب کرو۔ دلچسپ قصہ وہاں ہوئی بات جس سے نصیحت نہ ہو
و اُس کی مثال نہ قایم ہو سکے مثل دھنک کے ہے جو خوبصورت تو معلوم
ہوتی ہے مگر ہوا لگتے ہی جلد غایب ہو جاتی ہے۔ سوانحمری سے بھی زیادہ
بہتر زندہ نیک بزرگوں کی صحبت اور اُن کی صحبت کی تاثیر ہے اگر خوش قسمتی سے
ملجاوے تو اُس سے اور کیا بہتر ہے۔ عمدہ خوبیوں اور اچھی باتوں کو اُن سے
سیکھنا چاہیئے وہ باتین سیکھنا اُن سے مقصود ہے جن کے وجہ سے وہ
نیک سمجھے جاتے ہین نہ اُن باتوں کو جو بوجہ ضعف بشریت کے اُن مین ہین اور

مرد باید کہ گیرد اندر گوش | ور نوشتست پند بر دیوار
گفت عالم بگوش جان بشنو | ور نماند بگفتنش کردار
دلالت دو نوع است بر فعل خیر | کزان ہر دو حاصل شود سود غیر
یکے آن کہ مردم نصیحت کنی | براہِ خدا خلق دعوت کنی
دگر آن کہ خلق از نکوکاریت | کند اقتدائے بہ ہشیاریت
در بحث علم ستند خوئی چہ کنی | جنگ و جدل و درشت خوئی چہ کنی
این مجلس درس است نہ میدان قتال | این حق جوئی است جنگجوئی چہ کنی
ہر کہ گردن بدعوے افرازد | خویشتن را بہ گردن اندازد
نہ گفتہ نہ دارد کسے با تو کار | ولیکن چو گفتی دلیلش بیار
نہ دانستی کہ بینی بند بر پاے | چو در گوشت نیاید پند مردم
گرچہ دانی کہ نشنوند مگوے | ہر چہ دانی ز نیک خواہی و پند
زود باشد کہ خیرہ سر بینی | بہ دو پاے فتادہ اندر بند
دست بر دست می زند کہ دریغ | نشنیدم حدیث دانشمند

امور مذکورہ پر عمل بھی انسان کے صفات مخصوصہ مین سے ہے اور حیوان و انسان مین ما بہ الامتیاز ہین اور انجام اندیشی کے سلئے اُن کی ضرورت ہے لہذا مختصراً اونپر اشارات کئے گئے۔

اعلیٰ نصیحتون کا یاد رکہنا و سوانحعمری سے مستفید ہونا اور مطمح نظر اعلیٰ مثال پر قایم کرنا و سب سے بہتر و عمدہ صحبت کا اختیار و بُری صحبت سے پرہیز۔ تم اپنے دل و دماغ مین پاک و بہتر نصیحتون کا ذخیرہ رکہو وہ تمہین

پہنچتا ہے۔ تیسرے جو خود نقصان اُن کو بوجہ احمقی پہنچتا ہے اُس کے رفع کرنے یا کم سے کم اُس پر افسوس ہونے سے صحبت رکھنے والے کو تکلیف ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے نیکوں کی صحبت اور عقلمندوں کی صحبت مین رہنا چاہیئے۔ صلحا و نیکون کی صحبت سے اگر خود کچھ بھی نہ سیکھے تب بھی خفیہ و نامعلوم اثر خود بخود پہنچتا اور نیک بنا دیتا ہے اور نیکوں سے جو فواید پہنچتے ہین وہ دوسرون کو سبب ترغیب قوی کا ہوتے ہین۔ علما سبب علم و عمل کے شایع و حاصل کرنے اور نیک بنانے کا ہوتے ہین لہذا اُن کی عزت کم سے کم ضرور کرنا چاہیئے۔ روح را صحبتِ ناجنس عذاب است الیم۔

بیاموزمت کیمیائے سعادت
زہم صحبتِ بد جدائی جدائی

طلب کردم از دانایان یکے پند
مرا گفتند با نادان میپوند

از سفلۂ تند خوئے بیعقل و وقار
زنہار مخور بادہ کہ رنج آرد بار

جانم فدائے آنکہ او اہل بود
سر در قدمش اگر نہم سہل بود

خواہی کہ بدانی بہ یقین دوزخ را
دوزخ بجہان صحبتِ نااہل بود

رقم بر خود بنادانی کشیدی
کہ نادان را بصحبت برگزیدی

پارسا را ہمین قدر زندان
کہ بود ہم طویلۂ رندان

عالم اندر میان جاہل را
مثلے گفتہ اند صدیقان

شاہدے در میان رندان است
مصحفے در میان زندیقان

بتر زین نباشد عذابے الیم
کہ با احمقے ہمسر افتد حکیم

کرے کہ جفت لئیمان شود
بر دستی مردان آسان شود

اُن کو ناقص ثابت کرتی ہین۔ پس تقلید زندہ یا مُردہ کی انہین باتون کی کرنی چاہیے جو نیک ہون اور بد سے بچنا چاہیے۔ عمدہ کتابین نیکی کے طرف مایل کرنے اور ترغیب دینے کے لئے مناسب ذریعہ ہین۔ لیکن زندہ نیک شخص کی کشش کے مقابلے مین اُن کی کشش کمزور ہوتی ہے۔ کمسن کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی برکت نہین کہ نیک صحبت اُس کو ملجاوے۔ ہوشیار و عقلمند بدچلن کے بہ نسبت نیک چلن کی صحبت زیادہ مفید ہے۔ بُری صحبت سے پرہیز کرو وہ مثل وبا کے اثر کرتی ہے خصوصاً نوجوانی کے ایام مین قسم قسم کی خفبین و لالچین بُری صحبت سے پیدا ہوتی ہین ایسی صورت مین سب سے بہتر یہ ہے کہ عہد کر لو کہ بُری صحبت مین نہ جاوٴ گے۔ تمہاری نفس پروری کی خوشی جو محض دھوکا ہوتی ہے اُن نقصانات کا معاوضہ نہین ہوسکتی جو بد اخلاق و رذیل صحبتون سے عاید ہوتا ہے۔ ہمین گناہگارون کے واسطے رونا چاہیئے مگر گناہ کو کھیل و تماشہ نہ بنانا چاہیئے۔ علم و عمل اور دین مین جو تم سے بہتر ہون اُنکی صحبت اختیار کرو اور جب تمہین اپنے کمترون کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہو تو اس بات کے سنجیدگی ذہن مین رکھو کہ اگر تم اپنے اُن ساتھیون کو مناسب مواقع پر اپنے مثل بنانا چاہو گے جس کے لئے خالص محبت و دانائی درکار ہوتی ہے تو وہ تمہین ضرور اپنے مثل بنا لینگے۔ لہذا اچھی باتون کو اختیار اور بُری کو ترک کرو اور نہایت ہوشمندی برتو۔ احمقون کی صحبت سے احتراز تا بہ امکان ضروری ہے کیونکہ اول تو اُن کی صحبت کا اثر نامعلوم و خفیہ طور پر بموجب فطرت انسانی ہونا لازمی ہے۔ دوسرے اُن کے افعال و حمق سے کم سے کم کچھ نہ کچھ نقصان

سورہ توبہ مین ہے۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ ۵

جبکہ نبی کہتا تھا اپنے رفیق کو تو غم کر اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اُتارا اللہ نے اپنی تسکین اُس پر

پس اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ غم پر قائم نہ رہنے کی آنحضرت نے اپنے رفیق کو ممانعت کی اور اللہ نے تسکین دیا یعنے غم مین۔ دوسرے ان اللہ معنا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ اللہ ہو اُس کو غمگین نہ ہونا چاہیئے سورہ روم مین ہے۔

ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ ۵

اور اُس دن خوش ہونگے مومن اللہ کی مدد سے جب روم عنقریب غالب ہونگے۔

پس اس آیت مین مومنین کو فرح کی بشارت دی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خوش ہونا مستحسن ہے اور چونکہ غلبہ اللہ کے مدد کی وجہ سے ہونیوالا تھا لہذا غالب ہونے پر خوشی کرنا اللہ کیطرف سے ہوا۔ سورہ روم مین ہے۔

واذا اذقنا الناس رحمۃ فرحوا بہا وان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا ہم یقنطون اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ۵

اور جب چکھاتے ہین ہم آدمی کو رحمت خوش ہوجاتے ہین اُسکے ساتھ اور اگر پہنچے اُنکو بُرائی بسبب اُسکے کہ آگے بھیجا اُنکے ہاتھون نے اُسوقت وہ نا اُمید ہوجاتے ہین کیا نہین دیکھا اُنہون نے کہ اللہ پھیلاتا ہے رزق جسکے لئے چاہتا اور تنگ کرتا ہے

پس ان آیات مین فطرت انسانی کا بیان ہے کہ رحمت سے کیفیت خوشی کی انسان مین پیدا ہونا لازم ہے اور جب بُرائی پہنچے تو وہ نا اُمید ہوجاتے ہین ار

ہمنشین تو از تو بہ باید تا ترا عقل و دین بیفزاید
با اہل خرد نشین کہ اصل من و تو گردے و شرارے و نسیمے و نمے ست

ہر کہ با بدان نشیند اگر طبیعت ایشان درو اثر نہ کند بفعل ایشان متہم شود

حزن و فرح - اب ہم اُن بقیہ جذبات کا بیان کرتے ہین جو حیات حیات مین بالواسطہ معین ہوتے ہین - انبساط و انقباض اگرچہ عام کیفیت احساسی ہین جن کا وجود تمام جذبات مین ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح طور پر یہہ کہنا چاہیئے کہ وہ عناصر مفروضہ ہین جو ہر جذبہ مین پائے جاتے ہین بلکہ بعض صورتون مین یہ کیفیت احساسی اس قدر قوی ہوتی ہے کہ جذبہ کے دیگر خواص اُس کے مقابل مغلوب ہو جاتے ہین اور دیگر جذبات اُس کے وجہ سے طاری نہین ہوتے - یہ جذبہ غیر مرکب و غیر مخلوط ہے - مسرت کے مختلف مدارج و فرح مین اگر احساس ہلکا و مستمر ہو تو اُس کیفیت کو زندہ دل کہتے ہین اور اگر آیندہ مسرت کی توقع ہو تو امید مسرت کہتے ہین - غم کے مختلف مدارج کے بھی مختلف نام ہوتے ہین - اضمحلال اور الم نفسی کو افسردگی اور اندوہ و حرمان و حزن و ملال و پریشانی و حسرت و کرب و اذیت و کلفت و انقباض وغیرہ الم کے بیسیون فروع و اقسام ہین - سورہ آل عمران مین ہے - و لا تھنوا و لا تحزنوا اور نہ سست ہو اور نہ غم کرو اور تم غالب ہو
و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ہ اگر تم مومن ہو -

پس اس آیت مین غم پر قایم نہ رہنے کی ممانعت ہوئی جس سے غم پر قایم رہنا اُسی طرح بُرا ہوا جس طرح سستی کرنا -

حرکات قلب دھیمی پڑجاتین دوران خون کی رفتار سست ہوجاتی آنکھون کی چمک
جاتی رہتی چہرہ پر زردی وبے رونقی چھاجاتی جلد خشک ہوجاتی آنکھین نیچی
ہوجاتین اور رخسار وچہرہ کی جھلک جاتی رہتی اور چہرہ نیچے لٹک جاتا اور
غشی طاری ہوجاتی ہے تنفس مین اختلال ہوجاتا اور تنفس بڑھ جاتا دم گھٹنے لگتا
اور اُس کے رفع کرنے کے لئے انسان اضطراراً گہری سانس لے اٹھتا ہے
کاربونک ایسڈ جو ہر سانس کے بعد باہر آتا ہے کم ہوجاتا ہے - اعمال ہضم مین
اختلال ہوجاتا رطوبات معدی وکبدی کی تولید کم ہوجاتی ہے جسکے باعث
غذا ہضم نہین ہوتی اور رفتہ رفتہ لاغری ونقاہت بڑھ جاتی ہے - نظام غدودی
مین بھی اختلال ہوجاتا ہے رطوبات کے تمام غدود اپنے افعال ترک کردیتے
ہین جس سے جسم مین خشکی بڑھ جاتی ہے آنسو نکلتے رہتے ہین لعاب دہن کی
تقلیل سے مُنہ خشک وتلخ ہوجاتا ہے بعض دفع تولید بول بھی مختلف طور
ہوتی ہے - اعضاے محرکہ مین بھی اختلال ہوتا ہے - قواے محرکہ کبھی شل
ہوجاتے ہین اور انسان بیحس وحرکت رہ جاتا ہے اور کبھی قواے محرکہ
غیر معمولی تیز ہوجاتے ہین جس سے انسان چیخنے چلانے بال نوچنے مُنہ پیٹنے
وغیرہ کی حرکات کرنے لگتا ہے اور اُس سے تکان ہونے لگتا ہے - لہذا
فرح وحزن دونون مین خیال واعتدال کا لحاظ رکھنا چاہیئے - بذلہ سنج طبیعت
ہونا اور بذلہ سنجی کرنا زبان کے کمال مین سے ہے خصوصاً تشبیہ اور استعارہ
اور [illegible] ترکیبات مین عالمانہ بذلہ سنجی جس مین ظرافت کی معتدل چاشنی ہو اور
خوش [illegible] مذاق کے ساتھ ہو تو وہ بہت ہی کمالات مین سے ہے خدا یتعالے

نہین دیکھتے کہ اللہ رزق کو پھیلاتا اور تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے
یعنے جو اس کو خیال کرلیتا ہے وہ ناامیدی سے بچ جاتا ہے پس جو ناامید ہو
اُس کے لئے اس خیال سے امید پھر پیدا ہو سکتی ہے۔ سورہ حدید مین ہے
لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اٰتکم واللہ لایحب کل مختال فخور ۵
تاکہ مایوس نہ ہو اُسکے سبب جو جاتا رہا تم سے اور نہ خوش ہو اُسکے سبب جو دیا تم کو اُس نے اور اللہ نہین دوست رکھتا ہر بڑائی کرنیوالے فخر کرنے والے کو۔
پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے یہ چاہا ہے کہ فوت سے مایوس
نہ ہو جاوین کہ بڑائی و فخر کرنے لگین اور اطمینانی حالت سے افراط ہو جاوے اور قلبی
کیفیت کے علاوہ دوسری کیفیت افراط کی پیدا ہو جاے کیونکہ واللہ لایحب
کل مختال فخور بھی ولا تفرحوا کے ساتھہ ہے۔ لہذا فرح فخور ہونا برا ہے نہ کہ خوش
ہونا۔ غرضکہ فرح معتدل رہنے اور حزن قایم رہنے کی تنقیض بہت جگہہ قران مین ہے۔
انبساط و مسرت و فرح مین تمام جسم مین عموماً اور سر اور چہرہ مین خصوصاً
دوران خون کی رفتار تیز ہو جاتی اور چہرہ پر رونق اور آنکھون مین چمک آجاتی ہے
جسم تنجاتا اور آنکھین بلند ہو جاتی اور شرائین کی دیوارین پھیل جاتی ہین انسان
سانس جلد جلد لینے لگتا اور اُس کی حرارت غریزی بڑھ جاتی ہے اعضا مین
تقویت آجاتی اور کاہلی جاتی رہتی اور بھوک کھل جاتی ہے۔ انسان محنت کیلئے
اپنے کو مستعد پاتا ہے عضلات مین قوت کا ذخیرہ جو جمع رہتا ہے وہ خارج ہونا
چاہتا ہے اس لئے انسان اضطراری حرکات مثل نعرہا ے مسرت و گانے
وغیرہ کے کرنے لگتا ہے۔ انقباض و حزن و غم مین نظام دموی مین اختلال ہوتا

اپنے کو محفوظ رکھنے کے لئے قوت موجود ہو جس کا مظہر خوف ہے۔ خوف کے انتہائی شدت کو دہشت کہتے ہین اور آئندہ واقع ہونے والے خطرات کے ادراک یا تصور سے جو جذبہ مدافعت پیدا ہوتا ہے اُس کا نام خوف ہے اُسکے اقسام و فروع مین اندیشہ۔ ہراس۔ وحشت مرعوبیت وغیرہ ہین۔ جب افراد کسی شے کی عظمت وسطوت سے بدرجہ غایت متاثر ہو جاتے ہین تو اُنکے قوے ماندہ و معطل پڑ جاتے ہین۔ اُن کے آلات حواس صحیح وسالم معلوم ہوتے ہون لیکن جبکا رعب پڑا اُسکے بالکل ہاتھ مین مثل ایک بے جان آلہ کے رہتے ہین اور وہ اُنسے وہ جو کام چاہے لے سکتا ہے۔

فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۔ سونہین خوف ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے

قرآن مجید مین کئی جگہہ مثلاً سورہ بقر وغیرہ مین ہے خوف و حزن دونون کو ساتھ بیان کرکے دونون سے نجات دینے کا دنیا ہو یا آخرت مین بعوض اعمال مخصوص مندرجہ آیات مین وعدہ ہے۔ لہذا خوف وغم سے بچنے کی فضیلت اُن سے ثابت ہوتی ہے۔ خوف کے دفع کے بڑے بڑے عنوان اور ذریعے حسب ذیل ہین۔

(۱) قوت ارادی کے ذریعہ سے ضبط نفس حاصل کرنا۔ (۲) قوت جسمانی۔ ضعف جسمانی کے وجہ سے جو خوف پیدا ہو اُس کا علاج ہے (۳) خود اعتمادی کے ذریعہ سے۔ اُس کے ذریعہ سے مخالف حالات سے انسان اپنے تئین ہراسان نہین ہونے دیتا اور مقابلہ کے لئے طیار رہتا ہے۔ (۴) وسعت نظر۔ ضعیف الاعتقادی و کم نظری سے جو خوف پیدا ہوتا ہے وہ اُس سے جاتا رہتا ہے۔ (۵) وسعت اختیارات۔ محکومیت و مغلوبیت کے

جس کو زندگی ہو۔ جب کوئی دلچسپی سے اس پر خوش ہو تو داد دیتے سے اور بھی فایدہ ہوتا ہے۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام   مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

زندہ دلی وشگفتہ روئی کی عادت خوش خوئی کے لئے بہت کار آمد ہے مردہ دلی و پژمردہ رہنے سے تکلیف کو اور ترقی ہوتی ہے بخلاف اس کے اگر کوشش کرتے جاوین کہ شگفتہ رو و زندہ دلی کی عادت پڑے تو کیسی ہی مصیبت ہو وہ کم محسوس ہوتی اور کم ترقی کرتی ہے۔ شگفتہ روئی اور زندہ دلی سے دوسرون کو بھی خوشی ہوتی ہے بخلاف اس کے ترش رو پژمردہ صورت کو لوگ مکروہ سمجھتے ہین اور ان کی صورت دیکھنا اور بات کا سننا گوارہ نہین کرتے اور ان کی صورت ہی حاجتمند کے تلخی کو بڑھا دیتی ہے اگر حاجت روائی بھی نہون سے کی تو حاجتمند تلخی کے بعد فایدہ پاتا ہے۔ لہذا خوش نہین ہوتا۔ بعض لوگ تو اپنی حاجت ایسے لوگون کے پاس لیجانا ہی شدید عیب سمجھتے ہین پس انسان جس کو حاجت روائی اور دوسرون کے کام آنا فرض ہے وہ پژمردگی مین یا تو فرض ہی نہین ادا کرسکتا یا اس فرض کو ناقص طور پر ادا کرتا ہے۔ بخلاف اس کے جو زندہ دل اور زندہ رو ہوتے ہین وہ اگر حاجت براری بھی نہ کرین لیکن ان کی خوش آیند بات اور خوش کن افعال سے حاجتمند خوش ہو جاتا ہے اور حاجت نہ پوری ہونیکی تکلیف اس کی کچھ کم ہو جاتی ہے اور اس کے دل کو یہ ڈھارس ہو جاتی ہے کہ مجبوری کے وجہ سے مدد نہین ہو سکی۔

خوف دنیاوی۔ بقاے حیات کے لئے لازمی ہے کہ عوامل مہلکہ سے

المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم	دلمین تاکہ بڑھ جاوین ایمان مین اپنے ایمان کے
وللہ جنود السموات والارض	ساتھہ اور اللہ کے لئے ہے لشکر آسمانون اور
وکان اللہ علیما حکیما لیدخل	زمین کا اور اللہ علیم حکیم ہے تاکہ داخل کرے
المومنین الآیہ	مومنین کو الآیہ

پس سکینہ یعنے اطمینان کی فضیلت اور زمین اور آسمان کی سب چیزون کا اللہ کا لشکر ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور انہی لشکرون سے یعنی عوامل و واقعات ارضی و سماوی و کیفیات قلبی سے اللہ مدد دیتا ہے۔

غیظ و غضب۔ جس طرح نفس انسان مین قوت مدافعت کا مظہر جذبہ خوف ہے اسیطرح قوت اقدام کا مظہر جذبہ غضب ہے۔ بقاے حیات کیلئے صرف یہی ضرور نہین ہے کہ مخالف مہلک اشیاء سے مدافعت کیجاوے بلکہ یہ بھی ہے کہ انسان خود سبقت کرکے اُن کو شکست دینے کی کوشش کرے جس جذبہ کی صورت مین اس قوت کا اظہار ہوتا ہے اُس کا نام غضب ہے اُس کا افراط عارضی جنون کے حد تک پہنچا دیتا ہے۔ جذبہ غضب صیانت حیات مین خوف کے مساوی الرتبہ بلکہ دراصل اُس کا متمم ہے۔ اگر یہ جذبہ نہ ہوتو ہم عوامل مہلکہ کے مقابلہ مین [illegible] قایم رکھ سکین اگر یہ قوت نہ ہو تو جو چاہے ہم کو نقصان پہنچاوے اور ہم اُس کی مقاومت و مدافعت نہ کرسکین۔ غضب مین نظام دموی مین اختلال ہوجاتا ہے تمام شرائین کے منہ پھیلتے ہین جلد کے شرائین مین رفتار خون بہت تیز ہوجاتی ہے بڑی بڑی وریدین خصوصاً سر و چہرہ کی وریدین پھیلجاتی اور سرخ ہوجاتی ہین۔ شدت غضب مین ناک یا سینہ

وجہ سے جو خوف پیدا ہوتا ہے اُس کا علاج ہے۔ (۶) زندہ دلی کی عادت۔ (۷) خدا اور ہدایات مذہب و عقل پر اعتماد رکھنے سے۔ (۸) توجہ ہٹانے سے اپنے ذہن کو خطرات کے تصور سے ہٹا کر دوسرے طرف متوجہ کرنا۔ خوف دور کرنے کی جتنی صورتین ہین اُن کا دار مدار عموماً کسی نہ کسی اُمید پہ ہے جب ہر طرح کی توقع باقی نہین رہتی تو انسان پر یاس چھا جاتی ہے جس کا نتیجہ جذبہ مایوسی ہے۔ خوف مین نظام و قوےٰ مین اختلال دوران خون مین فتور ہوجاتا ہے۔ شرائین کے دہانے سکڑ کر تنگ ہوجاتے ہین۔ بدن مین رعشہ ہوجاتا لب مرتعش ہوجاتے ہین۔ دل دھڑکنے لگتا ہے رفتار خون سُست رہتی ہے۔ بعض اعضا مین تشنج ہونے لگتا ہے۔ اعصاب ارادی مین اختلال ہوتا اعصاب محرکہ شل ہوجاتے ہین اور انسان کو اپنے عضلات پر قابو نہین رہتا آواز بھاری ہوجاتی اور بعض دفعہ بالکل بند ہوجاتی ہے۔ آنکھہ مخوف شئے کے طرف گڑ جاتی ہین پتلیان کشادہ ہوجاتی ہین ہاتھہ مضطر ہوکے ہوا کیطرف پھیلجاتے ہین۔ نظام آلی مین اختلال ہوجاتا مختلف غدود اپنے افعال چھوڑ دیتے ہین۔ مُنھہ خشک ہوجاتا ہے زبان تالو مین لگ جاتی ہے عورتون کی چھاتی مین دودھ خشک ہوجاتا اور اُن کا ایام رُک جاتا اور پسینہ آنے لگتا ہے۔ جلد پر بال کھڑے ہوجاتے ہین تنفس مین دقت ہونے لگتی ہے کبھی کبھی بول و براز بے اختیار خارج ہوجاتے ہین۔ اشتہا بالکل جاتی رہتی ہے۔ بعض دفعہ دست بھی آنے لگتے ہین۔ سورہ فتح مین ہے۔

هو الذی انزل السکینة فی قلوب — وہی اللہ وہ ہے جسنے آثار اطمینان مومنین کے

اور دوسرون کو براہ راست یا بواسطہ ضرر نہ پہنچے تو ایسی صورت مین مقاومت کی قوت کا استعمال اور رافت کرنا اور عفو کرکے انتقام نہ لینا انسان کی عمدہ صفات مین سے ہے اور وہ نرمی نہین ہے بلکہ عفو کی عمدہ خصلت پر محمود سختی وثبات پر قایم رہنا ہے درشتی ونرمی اپنے اپنے موقع پر بہتر ہین محض نرمی یا محض سختی بہتر نہین ہوسکتی۔ ہر شخص اس قابل نہین ہوتا کہ اُس پر رحم کیا جاوے اور نہ ہر شخص اس لایق ہوتا ہے کہ اُس پر شدت کیجاوے۔ اللہ کے حدود شرعی وسزاؤن مین رافت کرنا اور جو نا قابل معافی ہین اُن کو معاف کرنا سخت نقصان دہ اور انتظام کے برہم ہونے اور فتنہ وفساد پھیلنے کا سبب ہوتا ہے پس خفیف سے خفیف واقعہ مین اگر ضرر کا اندیشہ ہو تو جس طرح ہوسکے اُس کو رفع کرنا اور درگذر کرنا نہ چاہیئے اور اگر نہ ہوسکے تو کم سے کم زبان سے یا دل سے نفرت کا اظہار ہونا چاہیئے اور قلب مین نفرت کی کیفیت پیدا ہو جانا چاہیئے تاکہ فرض ادا ہو جاوے اور اپنا نفس سلامت ومحفوظ رہے مثلاً کسی شخص نے ہماری کسی چیز کو ہماری بغیر اجازت لے لی اگرچہ اُس کا مقصد چوری اور اُس کا ضایع کرنا نہین ہے لیکن عارضی ضرورت کے رفع کرنے کی اس کے ذریعہ سے نیت ہے اب چونکہ اُس سے ناجایز وبُرے فعل کرنے کی ابتدا ہوئی لہذا ہم کو یہ خیال کرکے کہ ہماری چیز بھی دوسرے کو لینے والے نے نقصان نہین پہنچایا صرف ہم کو خفیف مضرت پہنچی باز نہ رہنا چاہیئے بلکہ اس لیے کہ وہ آیندہ بے احتیاطی نہ کرے اُس سے چیز کو واپس لینا چاہیئے اور اُسکو سمجھا دینا چاہیئے کہ اجازت لیکر استعمال کرے بغیر اجازت اُس کو حق نہین ہے اور خود اُس کے

بعض خون کی نالیان پھٹ جاتی ہین اور انسان کبھی مرجاتا ہے جسم مین گرمی محسوس ہونے لگتی ہے ۔ آلات غدودی مین اختلال ہوجاتا اور غدود فعلیت مین تیز ہوجاتے ہین ۔ منھ مین کف بھرآتا ہے جسم کے تقریباً تمام رطوبات مین سمیت آجاتی ہے ۔ نظام آلی مین اختلال ہوجاتا اعصاب ارادی کی قوت تیز ہوجاتی ہے لیکن ربط و تنظم کی قابلیت نہین رہتی ہے آواز بھاری اور غیر مسلسل ہوجاتی ہے منھ سے الفاظ پورے نہین نکلتے سانس اوپر ہی اوپر آتی جاتی معلوم ہوتی ہے منخرین سیو لجانے کے ساتھ پھڑکنے لگتے ہین ہونٹھ کانپنے لگتے ہین جسم تنجاتا ہے پیشانی مین بل پڑجاتے ہین بالائی لب کھنچکر اوپر کے طرف سکڑجاتا ہے آنکھون مین چمک آجاتی ہے جس سے شعلہ نکلتا معلوم ہوتا ہے آدمی مٹھیان کس لیتا دانت پیستا ہونٹھ چباتا سراور منھ پٹیلا لال ہوجاتا خون دانت سے کاٹنے لگتا سارے جسم مین رعشہ پڑجاتا اور ٹہلنے لگتا ہے ۔

آسانی کا محمود ہونا اور نرمی کا ہر وقت و ہر آدمی کیساتھ محمود نہونا و حدود اللہ کے اجرامین تغافل نہ کرنا ۔ آسانی پسند ہونا اور ایسے امور کو چھوڑدینا در وقت وگذشت کرنا اور ایسے عمل کو نہ کرنا جس سے لوگونپر زیادہ سختی اور تکلیف مالایطاق ہو پسندیدہ و محمود ہے لیکن ایسے امور مین چشم پوشی و تغافل و درگذر کرنا جس سے معمولی برائی بھی پیدا ہو غیر محمود و ترک فرض ہے اور اثم یا عدوان پہنچاے بر و تقوے کے معاونت کے مدد کرنا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے روگردانی کرنا ہے اگر اُس برائی کا اثر اپنی ذات تک محدود رہے اور خود برائی کرنیوالے

آپ کے ساتھ دوسرے کو بھی تکلیف دی۔ پس اُس دوسرے کی تکلیف میں جو بدلا لیا گیا وہ کافی تھا ضرورت آنحضرتؐ کے تکلیف دہی کے بدلا لینے کی نہ ہی۔

درشتی و نرمی بہم در بہ است ... چو رگ زن کہ فصاد و مرہم نہ است

درشتی نہ گیرد خرد مند پیش ... نہ نرمی کہ زایل کند قدر خویش

بملامت چو بر نہ آید کار ... سر بہ بیحرمتی کشد ناچار

ہر کہ بر خویشتن نہ بخشاید ... گر نہ بخشد بر وے کسے شاید

خطاے نہان اندر و صد عتاب ... بہر نوش او نیشہا حبا نگداز

عتابے نہان اندر و صد خطاب ... بہر نیش او نوشہا دلنواز

بیکدست دریاے گوہر نثار ... بیکدست شمشیر دہر آبدار

پنداست خطاب مہتران وانگہ بند ... چون پند دہند نشنوند بند نہند

وقتے بقہر گوے کہ صد کوزہ نبات ... گہ گہ چنان بکار نیاید کہ حنظلے

وقتے بہ لطف گو و مدارا و مردمی ... باشد کہ در کمند قبول آوری دلے

جوانے باپدر گفت اے خردمند ... مرا تعلیم کن پیرانہ یک پند

بگفتہ نیک مردی کن نہ چندان ... کہ گردد خیرہ گرگ تیز دندان

سخن بہ لطف و کرم با درشت خوے مگو ... کہ زنگ خوردہ نہ گردد بنرم سوہن پاک

کسے کہ لطف کند تو خاک پایش باش ... وگر ستیزہ کند در دو چشمش افگن خاک

دو عاقل را نہ باشد کین و پیکار ... نہ دانائی ستیزد با سبکسار

اگر نادان بوحشت سخت گوید ... خردمندش بہ نرمی دل بجوید

دو صاحبدل نگہدارند موے ... ہمین دون سرکشے و آزرم جوے

نفس کی سلامتی یا اجازت لینے مین ہے اور اگر وہ تعمیل نہ کرے تو جس سزا کا وہ مستحق ہو اُس کے دینے یا دلانے مین دریغ نہ کرنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی عزیز و قریب ہو یہ طریق قسط کرنے اور کرانے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر و معاونت بر و تقوے کی کرنے کا اور اثم و عدوان سے بچنے کا اور حلم اور عفو کرنے کا ہے۔ پس اسانی و نرمی مین جو فرق ہے اُس کو ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ نرمی ہر وقت ہر آدمی کے ساتھ اچھی خصلت نہین ہے بغیر سختی کے اگر سزا بھی دینا چاہین یا بدلا بھی لینا چاہین اسائی چاہیے اسی طرح اور برائیون پر بھی قیاس کرنا چاہیے اور نفرت آن پر ضروری ہے بلکہ خفیف باتون مین زیادہ توجہ چاہیے۔ آقا مروت و نرمی نہ کرے و باقاعدہ تنبیہ کرتا رہے تو خلل نہ ہو انسانون کی مروت بیجا ہی باقاعدہ کام نہین ہونے دیتی۔ سورہ نور مین ہے

لا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ — اور نہ آوے تم کو نرمی زانی اور زانیہ کے

ان کنتم تومنون باللہ والیوم — نسبت تو درّہ مارنے مین اللہ کے حکم چلانے مین

الآخر ٥ — اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور یوم آخر پر

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدود اللہ مین نرمی نہ چاہیے۔ یہ ممانعت نہین ہے کہ رحم کی کیفیت دل مین نہ پیدا ہو بلکہ رحم کا مقتضایہ ہونا چاہیے کہ جس طرح انسداد ہو وہ کیا جاوے اور اس کا نتیجہ ظلم نہ ہونا چاہیے۔ آنحضرت نے جو اپنے تکلیف دہی کا بدلا نہین لیا وہ اسی اصول پر تھا کیونکہ یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ کے حکمون کی تعمیل اور سزا دینے مین کبھی آپ نے ذرہ برابر بھی تاخیر و درگذر نہین کی۔ جو تکلیف ذاتی آپ کو پہنچی یا تو وہ ایسی تھی کہ بدلا لینا محمود نہ تھا یا تکلیف دینے

ظاہر ہورہا ہے۔ لہذا یہ خیال غلط ہے۔ سورہ قلم مین ہے۔

فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب	سو صبر کر با نتظار اپنے رب کے حکم کے اور نہ ہو مثل
الحوت اذ نادی وھو مکظوم لولا	صاحب الحوت کے جبکہ پکارا اُسنے اور غیظ سے وہ بہرا تہا
ان تدارکہ نعمۃ من ربہ لنبذ	اگر نہ سنبہالتی اسکو تیرے رب کی نعمت تو ڈالا جاتا
بالعراء وھو مذموم فاجتباہ ربہ	بید خشک کی زمین مین اور وہ الزام دیا گیا ہوتا سو چنا
فجعلہ من الصٰلحین ہ	اُسکو اُس کے رب نے اور ٹہرایا اُس کو صالحین میں سے۔

پس غصہ کے وجہ سے تعجیل کی ممانعت اور صبر کرنے کی ہدایت اور غیظ مین بہر جانے کے وجہ سے الزام کا ہونا اور پہر صالحین مین سے ہوجانا سب ان آیات سے ثابت ہوتا ہے اور چونکہ ایک رسول مرسل جلیل القدر کا غصہ مین بھر جانا اور پہر ان کا صالحین مین سے ہونا مذکور ہے لہذا غصہ مین بہر جانا انسانیت سے مافوق نہین ہے اور یہ کہنا کہ غصہ نہ آوے صحیح نہین ہے۔ سورہ ہود مین ہے۔

ان ابراھیم حلیماً اواہ منیب	ابراہیم حلیم رجوع رہنے والا ہے۔

غصہ کا پی جانا اور عقل کے موافق بروقت غصہ عمل کرنا حلیم ہونا ہے۔ اواہ اُس رجوع ہونے والی نرم دلی کو نہین کہتے جو بہتر نہ ہو بلکہ اُس نرم دلی کو کہتے ہین کہ بروقت ضرورت جس کا ہونا بہتر ہے۔ لہذا حلم کے ساتھہ اُس کا ہونا زیادہ مفید ہے۔ سورہ آل عمران مین ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن	اور پی جانیوالے غصہ کے اور معاف کرنیوالے
الناس واللہ یحب المحسنین ہ	آدمیوں کو اور اللہ دوست رکہتا ہے احسان کرنیوالونکو

پس اس آیت سے غصہ کا پی جانا اور معاف کرنا احسان مین شامل کیا گیا ہے۔ اور

بگوہر زد جانب جب ہالانند — اگر زنجیر باشد بگسلانند
یکے را زشت خوئے داد دشنام — تحمل کرد و گفت اے نیک فرجام
بتر زانم کہ خواہی گفت آنی — کہ دانم عیب من چون من نہ دانی
ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد — ساعد سیمین خود را رنجہ کرد
زہشیار عاقل نہ زیبد کہ دست — زند در گریبان نادان دست
چو کردی با کلوخ انداز پیکار — سر خود را بہ نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روے دشمن — چنان دان کاندر آماجش نشستی

جو دشمنی کی صورت سے ہاتھ نرمی کرتے ہین اور جن مین کیفیت غیظ کی ہمین طاری ہوتی اگر اُن کو حلیم کہا جاوے تو واقعات اُس کی تکذیب خود ہی کردیتے ہین۔ لہذا قرآن مجید مین غیظ کے دبا جانے و غضب کے معاف کرنے کا حکم ہے نہ یہ کہ اُس کے سر سے نہ آنے کی ممانعت ہو۔ غصہ یا تو کمزور پر آتا ہے یا مضبوط پر۔ پس مضبوط کے مقابلے مین اگر بہتر ہو تو اُس کا پی جانا اچھا ہے اور اگر کمزور کے مقابلے مین اسکا معاف کرنا بہتر ہو تو اُس کا معاف کرنا سبب ثواب کا ہے۔ پی جانا اور معاف کرنا اس طرح ہونا چاہیئے کہ جو کیفیت نفس یا صورت مین پیدا و نمایان ہو وہ جاتی رہے تب تو فضل و فایدہ ہے۔ اسی لئے یہ بہتر سمجھا گیا ہے کہ جب کیفیت غصہ کی یا خوف کی جو دفع کے لئے ہوجاتی رہے تب مناسب عمل کرنا چاہیئے اور سزا کردی جاوے یا بدلا لیا جاوے اور یہ اُسی وقت ہونا چاہیئے جب عقل عمل کرسکتا ہو۔ ایک حکیم سے جس کو وہ سزا دے رہا تھا اُس نے کہا کہ تو کیسا حکیم ہے کہ غصہ مین سزا دے رہا ہے تو اُس نے کہا کہ میرے چہرہ و افعال مین کہان غصہ کا اثر

بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء	اور ظاہر ہوئی ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان عداوت اور
ابداً حتی تؤمنوا باللہ وحدہٗ	بغض ہمیشہ جبتک تم ایمان نہ لے آؤ اللہ اکیلے پر۔

پس بُری باتون کے لئے بغض و عداوت رکھنا غیر محمود نہین لیکن اُس کے علاوہ بغض و عداوت رکھنا جایز نہین اور خود اپنے اور انواع و اقسام کے نقصان کا سبب ہے۔ سورہ اعراف مین ہے۔

و لما سکت عن موسی الغضب	اور جب دبا موسیٰ مین غضب اٹھالین اُس نے
اخذ الالواح و فی نسختھا ھدی و	تختیان جسمین لکھی ہوئی تہین ہدایت اور رحمت
رحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون۔	اُن کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہین۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی غضب آتا تہا اور اس قدر بڑہ جاتا تہا کہ الواح کو جس کا ذکر اس آیت مین ہے چھوڑ کر اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچنے لگے جیسا کہ اس آیت سے قبل کی آیت مین ذکر ہے لہذا غضب کا آنا اور پہر اُس کا فرو ہوجانا اور اس قدر سخت نہ آنا کہ ایسے امور ہون جو زیادہ بُرے ہون چندان عیوب نہین اور انسانی فطرت مین داخل ہے حضور صاحب کہ حق اور اللہ تعالے کے حکم کے بجا آوری مین ہو۔ حلم و عفو ایک دوسرے کے بہت قریب ہین چشم پوشی وہی کرسکتا ہے جسے اپنے نفس پر اختیار اور اپنی طبیعت پہ اقتدار حاصل ہو جسمین حلم نہین اُس مین جسم نہین۔ سورہ نحل مین ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و	بلا اپنے رب کی راہ کیطرف سمجھا کام کی باتین
الموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی	سناکر اور اچھی نصیحت کیساتھ اور جہگڑا کر ان سے
ھی احسن ان ربک ھو اعلم	جسطرح بہتر ہو تیرا رب وہی زیادہ جاننے والا ہے

احسان کے نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ اُس کو دوست رکھتا ہے۔
اور جو متقین افعال مذکورہ کرتے ہین اُن کا ثواب جنت وغیرہ قرار دیا ہے۔ لہذا
غصہ پی جانے اور معاف کرنے کی فضیلت اس سے ظاہر ہوتی ہے کمزور
پر جو غصہ آتا ہے اُس مین عموماً اُس پر سختی کیجاتی ہے۔ پس مخصوصاً اس قسم کے
غصہ سے یہ آیت متعلق ہے۔ یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ غیظ کا دبانا
اور معاف کرنا فضیلت و احسان قرار دیا گیا ہے۔ غیظ کا مطلق نہ آنا یا بالکل معاف
کردینا محمود نہین قرار دیا گیا کیونکہ غیظ نفس مین جو دفع مضرت و مقاومت کے لئے
پیدا ہوتی ہے اور جس کو غیظ کہتے ہین اگر وہ نہ پیدا ہو تو انسان بے غیرت و
بیحیا ہے اور اپنی حفاظت کے ناقابل ہے یا اسی طرح ضرورت کے وقت دفعی
و مقاومتی قوت کا استعمال نہ کیا جاوے بلکہ معاف کیا جاوے تو نقصان عظیم ہو
لہذا احسان مین اسی لئے شامل کیا گیا تاکہ اگر ضرورت ہو تو معاف نہ کیا جاوے
غضب اور غیظ مین روسے استعمال قرآنی یہ فرق ہے کہ اللہ تعالےٰ نے غضب
اپنے طرف بھی منسوب کیا ہے لیکن غیظ کی نسبت اپنے طرف نہین کی۔ اور
ایک آیت مین ہے واذا غضبوا یغفرون کہ جب غصہ ہوتے ہین تو معاف کرتے
ہین۔ پس غضب اُس غصہ کو کہتے ہین جس مین اختیار معافی کا ہو اور اگر معاف کیا
جاوے تو نقصان نہ ہو اور معاف کرنا عدل کے خلاف نہ ہو۔ دوسرے چونکہ خدا تعالےٰ
مین کیفیت غصے کی پیدا ہونا ناممکن وغیر ضروری ہے لہذا غیظ و غضب مین یہہ
فرق بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ عداوت و بغض بھی غصہ کے نتایج مین سے ہین
اور وہ ہمیشہ نامحمود نہین ہین۔ چنانچہ سورہ ممتحنہ مین حضرت ابراہیم کی زبانی مذکور ہے

اور بیحیائی سے بچے احساس سے قوت دفع ومقاومت کا پیدا ہونا اسی لیئے ضروری ہے کہ انسان
کہ اپنے عزت ووقار کی حفاظت کرے ایسا نہ ہو کہ ذلیل ورسوا ہو کر عمل کا
فایدہ نہ حاصل کر سکے اور نہ دوسرون کو بیحیائی اور احساس اپنی حفاظت کا بھی جاتا رہے
لہذا اسلف رسپکٹ ایک حد تک ضروری ہے۔ خود بینی وبدبینی نہ چاہیئے اور
بیخودبھی نہ ہوجانا چاہیئے اور اپنے خودی کے وجہ سے دوسرون کی خودی کا لحاظ
نہ چھوڑنا چاہیئے۔ تواضع وایثار بہ نسبت تکبر کے زیادہ مفید وعزیز ہین لیکن ذلیل
ہونا بھی بدتر ہے اپنے اوپر بھروسا کرنے اور اپنی عزت خود کرنے سے دوسرے
بھی بھروسا وعزت کرتے ہین برخلاف اس کے دوسرون پر بھروسا کرنے سے
اور اپنے کو کم وقار ثابت کرنے سے انسان کمزور اور نا خوددار سمجھا جاتا ہے اور
لوگ اُس کو قابل بھروسا نہین سمجھتے اور ذلیل وخوار سمجھتے ہین۔ اس واسطے خود سازی
یعنے اپنے نفس کو ضبط وقابو مین رکھنا اور ایسی قوت اور ایسا ملکہ اور عادت واستعداد
پیدا کر رکھنا تاکہ نفس پر قابو ہو کر قایم رہے بہترین صفات مین سے ہے جس کو
انسان حاصل کر سکتا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

وضربت علیھم الذلة والمسکنة وباؤ بغضب من اللہ ۔
اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور محتاجی اور کما لائے غضب اللہ کا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذلت ومسکنت اللہ کے غضب کی نشانی ہے
اور ذلیل ومسکین ہونا اللہ کے غضب مین مبتلا ہونا ہے۔ سورہ بقر مین ہے۔

فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیوٰة الدنیا ویوم القیمة
سو کیا سزا ہے جو ایسا کرے تم مین سے مگر رسوائی دنیا کی زندگی مین اور قیامت کے دن پھیرے

بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم	جو گمراہ ہوا اُسکی راہ سے اور وہی زیادہ جاننے والا ہے
بالمھتدین و ان عاقبتم فعاقبوا	راہ پانے والون کو اور اگر بدلا لو تم لوگ تو بدلا لو مثل اُس چیز کے
بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو	کہ ایذا دیے گئے ہو اُس کیساتھ اور اگر صبر کرو تو وہ
خیر للصٰبرین واصبر وما صبرک	بہتر ہے صبر کرنیوالون کو اور صبر کر اور تیرا صبر نہین مگر اللہ کی
الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک	توفیق پر اور مت غم کھا اُنپر اور نہ تنگی مین رہ اُن کے
فی ضیق مما یمکرون ان اللہ مع	مکر سے اللہ متقیون کے ساتھ ہے اور اُن کے
الذین اتقوا والذین ھم محسنون۝	ساتھ جو نیکی کرتے ہین۔

پس اس آیت مین حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ بلانے اور احسن طور پر مجادلہ کرنے کے بابت حکم ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ ضال اور مہتدین دونون کو خوب جانتا ہے۔ سورہ نسا مین ہے۔

ان تبدوا خیرا او تخفوہ او	اگر ظاہر کروگے خیر کو یا چھپاوگے اُس کو
تعفوا عن سوء فان اللہ کان	یا معاف کروگے برائی کو تو اللہ ہے معاف
عفوا قدیرا ۝	کرنے والا قدرت رکھنے والا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تینون مذکورہ آیت اعمال مین کسی ایک کے کرنیسے اللہ بھی معاف کرے گا کیونکہ فان اللہ کان عفوا قدیرا کے کہنے سے صاف یہی مقصود معلوم ہوتا ہے نہ یہ کہ اللہ کا اخلاق یہی صفات کرنا ہے۔ اسلئے تینون اعمال کیساتھ جو ہوسکین ضرور کرنا چاہیے اس واسطے کہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک کے بدلے مین اللہ عفو کرے گا۔

ذلت و مسکنت و رسوائی

ذلت و مسکنت و رسوائی۔ اپنے نفس کی عزت نہ کرنا اور خودداری سے اپنا وقار قایم نہ رکھنا اور ملامت سننا و ملکات سے روکنے کی فکر نہ کرنا بے غیرتی دیکھتی

دوران خون کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔ بیوی کے فرایض مین اپنے شوہر ہی پر قانع رہنا عفت کفایت و شوہر کی فرمانبرداری و دشواری کے وقت سازگاری و خدمت والفت وصداقت و تسکین دینا و نیکی پر ثابت رہنے و معصیت سے بچنے کی ترغیب دینا ہے بسبب اس کے کہ بیوی پر مرد خرچ کرتے ہین اور اُن کے کھانا کپڑا وغیرہ کی ذمہ داری اُن پر ہے اور خاص قسم کے فرایض وقوا کے وجہ سے شوہر فضل رکھتے ہین۔ اور شوہر پر بھی مثل اس کے فرایض ہین خصوصاً اُن کے صنف ضعیف ہونے کا لحاظ کرکے اُن سے شفقت و محبت کرنا و اُن کو راحت پہنچانا ہے زن وشوئی کے تعلقات اسی وجہ سے بہت مستحکم ہوتے ہین کہ وہ باہم ایک دوسرے کے تمام عمر کے یار غمگسار مونس تار یا کار دوست و دمغز وایک پوسٹ کم سے کم مدت مدید تک ہوتے ہین یا تا بہ عمر ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔ وہ ذریعہ اولاد ہین جو یادگار رہتے ہین ان کی محبت سے بے تکلفی باہمی کی ہوتی ہے اور بغیر خاص قسم کی بے تکلفی کے جذبہ مذکورہ سے جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ کماحقہ نہین حاصل ہوتا اُس قسم کی بے تکلفی اور اُس بے تکلفی کی محبت دوسرے سے ہو نہین سکتی۔ غرضکہ وہ ایک دوسرے کے تسکین دینے اور نیک باتون پر ثابت رہنے اور فایدہ کی رہنمائی کے ایسے مخلصانہ سبب ہوتے ہین کہ دوسرا نہین ہوسکتا۔ جو اسباب زن وشوئی کے تعلقات پیدا کرنے کے ہین اور جو نتایج اُن سے مقصود ہوتے ہین وہ خود اس کو ثابت کرتے ہین کہ تا بہ عمر بہتر طور پر عموماً اُن مین قایم رہین مجبوری سے معذوری ہے۔ چونکہ خاص قسم کی بے تکلفی زن وشوئی کے تعلقات مین بغرض خاص قسم کے لطف کے لازمی ہے لہذا ایسے تعلقات اُن لوگون کے مابین نہین قایم ہوسکتے جن کے درمیان

یردون الیٰ اشد العذاب ٥ جائینگے سخت عذاب کیطرف

پس دنیا کی رسوائی کو غیر محمود اس آیت مین بیان کیگئی ہے لہذا ذلت و رسوائی و مسکنت تینون غیر محمود وسزاے ربانی ہے اور فلاح و آرام کے خلاف ہین سورہ طٰہٰ مین ہے۔ ولو انا اھلکنٰھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایٰتک من قبل ان نذل ونخزیٰ ٥

اور اگر ہم ہلاک کرتے انکو عذاب کیساتھ اس سے پہلے تو کہتے اے پروردگار ہمارے کیون نہ بہیجا تو نے ہماری طرف رسول کو تو پیروی کرتے ہم تیرے آیات کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوتے۔

پس ذلیل اور رسوا ہونا بری صفت بروے اس آیت کے قرار دی گئی اور اتمام حجت کے لیئے رسول قبل عذاب بہیجے گئے۔

جذبہ لطیف وزن وشوئی۔ وہ جذبات جن پیا فزایش نسل و پرورش اولاد منحصر ہے اُن کا بیان کیا جاتا ہے۔ شہوت جنسی جسے جذبہ لطیف بہی کہتے ہین اُس کے ذریعہ سے جو لطف و لذت قدرت نے انسان مین رکہا ہے وہ جسقدر زیادہ قوی ہے وہ ہویدا ہے۔ اس جذبہ کے ابتدائی مقدمات اگرچہ طفولیت ہی سے ظاہر ہونے لگتے ہین لیکن اس کا پورا ظہور جب ہوتا ہے جب انسان بالغ ہوتا ہے عشق کے نسبت تحلیل وتجزیہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی ابتدائی منزل شہوت جنسی ہوتی ہے۔ صوفیہ جس شے کو عشق حقیقی سے موسوم کرتے ہین اُس کا اصل ماخذ یہی جذبہ شہوت جنسی ہوتا ہے۔ شہوت کی حالت مین تنفس گہرا و تیز ہو جاتا ہے۔ طبیعت مین ایک خاص طرح کا جوش اور ولولہ معلوم ہوتا اور آنکھون مین چمک آجاتی ہے بدن مین ایک طرح کی سنسنی محسوس ہونے لگتی ہے

نکاح کرکے لطف اٹھایا ہو اُن سے اُن کی اولاد اگر نکاح کرے تو جب تک بیحیائی نہ ہو اور محبت آبائی جاتی نہ رہے مقصد نکاح کما حقہ حاصل نہین ہو سکتا۔ پھر فرمایا اللہ تعالے نے حرام کی گئین تم پر تمہاری مائین اور بیٹیاں اور بہنین اور باپ کی بہنین اور مان کی بہنین اور بھائی کی لڑکی اور بہن کی لڑکی اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا ہو اور دودھ پلائی بہنین۔ پس یہ جملہ عورتین ہوئین جن مین باپ و مان یا بھائی کا واسطہ بطور رحم براہ راست ہے یا رضاعت کا واسطہ براہ راست ہے اور کچھ شک نہین کہ ایسون سے نکاح سبب اُس محبت کا نہین ہو سکتا جس کی ضرورت تعلقات زن وشوئی مین ہے بلکہ اُنکی محبت دودھ کے رشتہ یا رحم کے قربت و محبت کے وجہ سے عموماً خود ایسی قوی ہوتی ہے کہ زن وشوئی کی محبت کو مانع ہو اور کمزور و مغلوب رکھے پھر فرمایا اللہ تعالے نے اور تمہاری عورتون کی مائین اور اُنکی بیٹیاں جو تمہاری پرورش مین ہین اُن عورتون سے جن سے تم نے دخول کیا سو اگر تم نے دخول نہین کیا تو گناہ نہین تم پر اور عورتین تمہارے بیٹون کی جو تمہارے صلب سے ہین۔ ساس کو اس وجہ سے حرام کیا گیا کہ جب اُس کی بیٹی نکاح مین آچکی تو وہ قابل ادب ہو گئی۔ داماد اور ساس ایسا باہم بے تکلف نہین ہو سکتے ہین جیسا کہ زن وشوئی کے لئے درکار ہے۔ اسی طرح جن عورتون سے دخول ہو چکا ہو اُن کی بیٹیون کا حال ہے کہ وہ بے تکلف نہین ہو سکتین اور اُن کی مان کے نکاح کا خیال اُن کو فی الاصل ہمیشہ مانع رہے گا اسی لیے جن سے دخول نہ ہوا ہو اُن کی لڑکی سے اجازت نکاح ہے اسی طرح صلبی لڑکونکی

ارحام کا واسطہ ہے کیونکہ ارحام کا تعلق جن سے ہے اُن کی محبت واُلفت کا تعلق اس خیال کے وجہ سے ہے کہ رحم درمیان مین واسطہ ہے اور جو محبت ومعاوضہ محبت واحسان وپرورش یعنے صلہ رحم کے وجہ سے وجود پذیر ہوتی ہے وہ اُس قسم کی بے تکلفی باہمی کے مانع ہے جن سے زن وشو کو لطف مطلوبہ حاصل ہوتا ہے وہ چھوٹون سے ادب وتعظیم اور بڑون سے شفقت ورحم چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ قریبی رشتہ دارون سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ کمزور رہتی ہے۔ لہذا رشتہ زن وشوئی اُن مین نہ چاہیئے لیکن عام طور پر یہ نہین سمجھتے کہ قریبی رشتہ دار غرض معلومہ کے لئے کسلئے سمجھنا چاہیئے۔ اصلی سبب یہ ہے کہ بوجہ خیال رغبت وبے تکلفی خاص قسم کی جن سے نہین ہوسکتی اُن سے تلذذ کما حقہ نہین حاصل ہوتا اس واسطے اولاد کمزور ہوتی ہے۔ قریبی رشتہ دارون مین مادہ کی حیثیت سے ایسا مادہ ہونا صحیح طور پر ثابت نہین ہے جن سے لازماً مادی طور پر رشتہ زن وشوئی ہونے سے اولاد کمزور پیدا ہو بلکہ صرف رغبت خیالی ہی مانع رشتہ وتلذذ وبے تکلفی ہوسکتی ہے۔ مذہب اسلام مین جس بہنر طور پر جن رشتہ دارون سے نکاح کی ممانعت کیگئی ہے وہ سب طریقون سے بہتر ہے لہذا نہ اُن سے رشتہ زن وشوئی کا قایم ہونا چاہیئے جن سے اسلام مین ممانعت ہے اور نہ اُ نسے ترک ہونا چاہیئے جن سے اسلام مین ممانعت نہین۔ سورہ نسار مین ہے اور مت نکاح کرو اُن سے جن سے نکاح کیا تمہارے آبا نے عورتون مین سے مگر جو گذر چکا وہ فاحشہ وبیزاری کی چیز اور بُری راہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جن عورتون سے آبا نے

جب بچہ اپنی دایہ کو غمگین دیکھکر بسورنے لگتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ جذبہ ہمدردی بہین ہوپیدا ہوا ہمدردی والفت سے بہت بڑے بڑے فضایل کے عمل ہوتے ہین۔ صرف یہان پر ہم چند اشعار متعلقہ کہ کس کے ساتھہ احسان نہ کرنا چاہیئے اور کس کا احسان نہ قبول کرنا چاہیئے نقل کردیتے ہین جو تقریبا جامع و مانع ہین۔

کسکے ساتھہ احسان نہ کرنا چاہیئے اورکسکا احسان نہ قبول کرنا چاہیئے۔

بلقیم در باب احسان بسے ۔ ولیکن نہ شرط است باہر کسے
بخور مردم آزار را خون و مال ۔ کہ از مرغ بد کندہ بہ پر و بال
کسے را کہ با خواجہ تست جنگ ۔ بدستش چرا میدہی چوب و سنگ
بہ انداز بیخے کہ خار آورد ۔ درختے نہ پرور کہ بار آورد
کسے را بدہ پایۂ مہتران ۔ کہ بر کہتران سر نہ دارد گران
نہ بخشاے بر ہر کہ او ظالم است ۔ کہ رحمت بر و جور بر عالم است
جہان سوز را کشتہ بہتر چراغ ۔ یکے بہ در آتش کہ خلقے بداغ
ہر آنکہ کہ بر دزد رحمت کنی ۔ بیازوے خود کاروان می زنی
جفا پیشگان را بدہ سر بباد ۔ ستم بر ستم پیشہ عدل است وداد
نہ ہر کس سزاوار باشد بہ مال ۔ یکے مال خواہد یکے گوشمال
بر اخلاق نرمی مکن یا درشت ۔ کہ سگ را نہ مالند چون گربہ پشت
سگے را لقمۂ ہرگز فراموش ۔ نہ گردد گر زنی صد نوبتش سنگ
وگر عمرے نوازی سفلۂ را ۔ بہ کمتر چیزے آید با تو در جنگ
ترک احسان خواجہ اولےٰ تر ۔ کا حتمال جفاے بوابان

بہترین درسگاہ ہے۔ حسن تعامل سے انسان وہ عادات وکردار داطوار سیکھ سکتا ہے جو اُس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا فرمانبردار بنا کر نار سے بچا دے اور اہل جنت مین سے کر دے اور اُس کے پروردگار کو راضی رکھے۔ ہر زمانہ مین ایسے لوگ بھی ہوتے ہین جن کو لوگون کے نفع پہنچانے کے اسباب کو بڑھانے اور اذیت کے اسباب کو گھٹانے کا شوق ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اُن کو انسان اور اُس کے ارد گرد کی چیزون سے جن کا اثر انسان کے جسم عقل اور اخلاق پر پڑتا ہو آگاہی حاصل کرنا اور اُن سے متناسب ہونا اور سا اپنے آپکے کسب معاشں سے فارغ کر لینا اور پاک وسادہ وسودمند زندگی بسر کرنا چاہیئے پھر اُن اسباب کو جن سے نوع انسان کی بہبودی ہو سکتی ہے ایک دو تین جو سب سے زیادہ پسند ہون اور جنکے کرنے کا سب سے زیادہ اُنکو موقع ہو انتخاب کر کے اپنی قوت اور وقت اور ہمت اور مال کو لوجہ اللہ قسم کی بیجا خودغرضی سے بقدر امکان جدا ہو کر لگانا چاہیئے۔ اُلفت وہمدردی سے ملتا جلتا وہ جذبہ بھی ہے جسے اصطلاح مین جذبۂ لطیفت کہتے ہین جب کسی شخص کو دیکھکر ہمارا دل پسیجتا ہے اور ہم اُس پر لطف ومحبت کرنا چاہتے ہین تو اس حالت کو ہمدردی کہتے ہین۔ یہ جذبہ حسب ذیل طریق سے پیدا ہوتا ہے۔ (۱) عورت کو دیکھکر مرد مین یا برعکس اُس کے۔ (۲) احسان کے معاوضہ مین احسان۔ (۳) ابوت یا اموت مین۔ (۴) مصاحبت متواترہ مین۔ (۵) استماع منت پذیری مین جیسے محسن ملک وغیرہ کے ساتھ۔ (۶) رشتہ داری مین۔ (۷) عام نازک سڈول اور خوشنما مصنوعات مین۔ (۸) تمام مخلوقات مین جیکے جسم ملایم گداز اور نازک ہون

ہوتی ہے لیکن خلت کشش و خیالات دوستی سے نامعلوم طور پر اور بلاارادہ زیادہ
ہوجاتی و خاص قسم کی کشش مثل جذب مقناطیسی رکھتی ہے۔ بیوی و شوہر کے
نسبت تو یہ کہا جاتا ہے کہ دو مغز اور ایک پوست ہوتے ہیں لیکن باہم دو صادق
و فادار دوست کے نسبت یہ کہنا بیجا نہین کہ ایک مغز اور دو پوست ہوتے ہین۔
یہ قول ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو تمام بُرائیون کا مجموعہ سمجھے جب تک
کہ اُس کے بخلاف نہ ثابت ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تمام انسانون کو نیک سمجھے
جب تک کہ اُس کے برخلاف ثابت نہ ہو۔ پہلے قول پر عمل کرنا مقننون کا موضوع
ہوسکتا ہے جو امن انصاف کے قایم رکھنے اور جرایم کے انسداد کے لئے
اصول قانون بناتے ہین لیکن دوسرے قول پر عمل کرنا تعامل و یقصاحب کو
خوشگوار و ہموار بناتا ہے۔ تیسرا قول بھی ہے کہ ہر انسان کو نہ نیک سمجھنا چاہیئے
نہ بد بلکہ جیسا ثابت ہو ویسا سمجھنا چاہیئے یہ قول تقریباً دوسرے قول کی تشریح
ہے لیکن ان تینون اقوال کے علاوہ دوستی کے بابت بھی یہ اقوال ہین ایک یہ
کہ کسی کو اپنا ہمدم و ہمراز نہ بنا دے تاکہ اگر دشمن ہوجاوے تو مضرت نہ پہنچا سکے۔
اور برخلاف اس کے یہ ہے کہ دوست کو دوست سمجھے اور جس امر کے وہ لایق
ہو اس مین اُس کو اپنا ہمدم و ہمراز بنا دے اور اپنے رازون کو کہنا اُس سے
دریغ نہ کرے و نہ چھپا وے تاکہ غایبانہ وہ اپنے دوست کی معاونت کرسکے اور
جو امر خود اُس کا دوست نہین کہہ سکتا اُس کو کہہ سکے اور پورے اعتماد و ذمہ داری
کے ساتھ حق دوستی ادا کرسکے اگر دشمن ہو کر وہ افشاے راز کرے یا مضرت
پہنچا وے تو اُس کا سوے اخلاق و سوے عمل ہوگا لیکن اس اندیشہ سے

تقاضائے روزی زشغل خسیس	بسے بہتر از امتنان رئیس
زنہار ز دستِ ناکسان آبِ زلال	بر لب نہ چکان اگر در آتش باشی
ہر چہ از دونان بمنت خواستی	در تن افزودی و از جان کاستی
مبر حاجت بنزدیکِ ترش روے	کہ از خوئے بدش فرسودہ گردی
اگر حاجت بری نزد کسے بر	کہ از رویش بہ نقد آسودہ گردی
نکوئی با بدان کردن چنان است	کہ بد کردن بجائے نیک مردان
سنگ در دست و مار بر سر سنگ	خیرہ رائی بود قیاس و درنگ
ترحم بر پلنگ تیز دندان	ستمگاری بود بر گوسفندان
پسندیدہ است بخشایش ولیکن	منہ بر ریش خلق آزار مرہم
نہ دانست آنکہ رحمت کرد بر مار	کہ آن ظلم است بر فرزند آدم

جذبہ دوستی و دشمنی۔ جذبۂ الفت میں جذبہ دوستی و دشمنی اور اُس کے عقود کو خاص قسم کا امتیاز حاصل ہے لہذا اُس کا ذکر ہوتا ہے۔ انسان کے تعلقات باہمی میں جب تصادم ہو تو حب فی اللہ جس کی تائید کرے اُس کی جانب ہو جانا اور اُس کو سب پر ترجیح دینا مقتضائے عقل و شرع ہے۔ ایک مومن دوسرے مومن سے دینی بھائی ہونے کی وجہ سے حب فی اللہ رکھتا ہے لیکن ایک درجہ محبت کا اور ہے جس کو خلّت یا دوستی کہتے ہیں جب خیالات میں باہم ایسا اتحاد اور ایسی نسبت ہوتی ہے کہ ایک خاص قسم کی کشش باہمی معاونت و اُلفت اور مودت کی پیدا ہو جاتی ہے تو رفتہ رفتہ وہ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ تمام ارادوں و الفتوں پر تقریباً غالب ہونے لگتی ہے۔ پس حب فی اللہ تو سبب ارادی سے پیدا

کہ جب تک وہ اپنے دل کی بات کسی سے محلی بالطبع ہوکر نہین کہہ لیتا تب تک
اُس کی طمانیت نہین ہوتی اور انقباض کم نہین ہوتا۔ بیکن کہتا ہے کہ سب سے
بڑا فایدہ دوستی کا وہ فرحت قلبی و اظہار خوشدلی ہے جو کہ ہر قسم کی خواہشون
اور ولولون کو پیدا کرتی ہے۔ اس مین شک نہین ہے کہ جو کام ایک شخص سے
نہین ہوسکتا وہ دوسرے کے قدرت مین ہوتا ہے۔ اور انسان کو اپنے خیالات
کو منتظم رکھنے کے بہ نسبت ایک تصویر کے سامنے بیان کرنا بہتر ہے جو
دوست نہین رکھتا وہ مردم خوار اور وحشیانہ طبیعت رکھتا ہے۔ دوست سے
بیان کرنے مین رنج کم اور خوشی زیادہ ہوتی و تقریر صاف ہوجاتی اور ترتیب
خیالات مین ہوجاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہین کہ متکلم را تا کسے عیب نہ گیرد سخنش
اصلاح نہ پذیرد۔ پس اس کام کے لئے بھی دوستی ضروری ہے اگرچہ دوست
عیبون کو چھپاتا اور ہنرون کو پھیلاتا ہے اور ہنر دیکھتا اور عیب پر کم خیال کرتا ہے
لیکن جب اُس کو عیب اپنے دوست کا معلوم ہوجاتا ہے تو اُس کے ترک کرانے
کی سب سے بہتر تدبیر وہ کرسکتا ہے اور اُس کا زیادہ موقع نسبتاً اُس کو ہوتا ہے
اور چونکہ وہ اپنے دوست کے خیالات و اُس کے طبعی کیفیات و رازون سے
واقف ہوتا ہے لہذا وہ پوری تدبیر و صحیح طریق اختیار کرسکتا ہے۔ آدمی خود اپنا
خوشامدی ہے لیکن دوست اگرچہ ایک مغز دوست کا ہوتا ہے لیکن وہ بجائے
خوشامد کے اصلاح کرتا ہے غرضکہ جو دانشمندی و اصلاح قلیل مدت مین بذریعہ
دوست حاصل ہوسکتی ہے دوسرے طرح وہ کثیر مدت مین نہین حاصل ہوتی
جس مقام پر اپنی تعریف باوجود ضرورت نہین ہوسکتی وہان دوست تعریف کرتا ہے

اُن فوایدونعمتوں سے محروم ہونا جو دوسرے طور پر نہین حاصل ہوسکتے اور جو
بیش بہا ہین قرین عقل نہین - ہم تو دوسرے قول کو پسند اور اُس پر عمل کرتے
ہین اور سمجھتے ہین کہ دنیا مین کسی کے اگر ایسا دوست نہ ہو تو اُس کی زندگی تنہائی
کے قید کے مانند ہے - ایک سچے آدمی کا راز صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ایک مدت
معین تک کسی امر کا ظاہر کرنا مناسب نہ ہو کیونکہ بعض باتین اگر نا سمجھون سے قبل اُن
باتون کے اسباب مہیا ہوجانے کے ظاہر کردی جاوین تو نقصان ہو لیکن
بعد اسباب مہیا ہونے کے جب وہی باتین انھی لوگون سے ظاہر کردیجاتی ہین تو
وہی اُس کے معاون ہوتے ہین اور خود اعتراف کرتے ہین کہ پہلے اگر وہ بات ظاہر
ہوتی تو اُس پر وہ عمل کرنا خلاف مصلحت سمجھتے - مکروفریب ہی کی باتین ایسی ہوسکتی
ہین جو اگر صیغہ راز مین نہ رہین تو نقصان پہنچاتی ہین لہذا جب کوئی شخص راستکار
ہو تو اُس کا راز اُسی قسم کا ہوسکتا ہے جو بیان ہوا اُس سے زیادہ نہین ہوسکتا.
اور کیا عجب ہے کہ دوست اگر دشمن ہو کر اس کو ظاہر کرے تو اُس کا ظاہر ہونا بجاے
مضرت کے فایدہ بھی پہنچادے - پس ہم کو ایسا عمل ہی نہ کرنا چاہیئے کہ ہمارے لئے
ایسے راز ہون جو دوا ما نا قابل افشا ہون اور افشا ہوجانے کے بعد اُن سے
ندامت اُٹھانی پڑے - جب دوست کا انتخاب سمجھ کر ہو تو بہت زیادہ یہ مشکلات
اور بھی کم ہوجاتی و نا قابل لحاظ ہوجاتی ہین - انسان ہزارون خواہشون اور
لاکھون جذبات کا مجموعہ ہے اُس کو بہت سی ایسی ضرورتین ہوتی ہین جو بغیر مشورہ
اور بے مدد صادق دوست کے انجام نہین پا سکتین اس لئے ہر انسان کو ضرور
ہے کہ اپنی محبت اپنی ذات و سوسائٹی مین تقسیم کرے - انسان کے نیچر مین یہ ہے

حظ وانبساط کی اُس کے چہرے سے نمایان ہوتی ہے اور جب دونون دوستون
کی نگاہین چار ہوتی ہین تو ایک ایسی لطیف مُسکراہٹ دونون کے چہرے سے
دیکھنے مین آتی ہین کہ اُس کا لطف اُسی کو معلوم ہو سکتا ہے جس سے اُس کے
صادق دوست کی نگاہ چار ہوئی ہو اور لطف مذکور حاصل ہوا ہو۔ دو سچے دوست
اپنے باچھون کے کھل جانے سے پہچانے جا سکتے ہین۔ پس وہ فرحت قلبی
اور اظہار خوشدلی ہزارون نعمتون سے بھی زیادہ خوشگوار ہین۔ دوستون کا باہمی
فرض یہ ہے کہ بُرے کامون سے ایک دوسرے کو بچاتے رہین اور اُس کے
ترک کرنے مین بہترین کوشش ثبات و عالی ہمتی کے ساتھہ کرتے رہین اور
جب کہ اُن کا دوست بدی مین مبتلا ہو تو دوستی تا بہ امکان ترک نہ کرین کیونکہ وہ
اُس وقت زیادہ محتاج اعانت کا ہوتا ہے۔ دوست صادق دوست کے
کام کو بغیر اطلاع ایک دوسرے کے انجام دیدیتے ہین۔ ارسطو کا قول ہے
کہ دوست ایک جان دو قالب ہوتے ہین۔ دوستی ایسی ہونی چاہیئے کہ گدگدیان
پیدا ہونے لگین دوستون کی باتین باہم بڑے مزے مزے کی ہوتی ہین جو دل
مین ہوتا ہے وہی زبان پر بے تکلف و آزادانہ صاف دلی سے بحثین ہوتی ہین
دوست کے عیب کو بلا خوف و بے تکلف دوست اُس کے منھہ پر کہدیتا ہے اور
وہ سنکر بُرا نہین مانتا۔ پس وہ باہم ایک دوسرے کے آئینہ ہو جاتے ہین۔
دوستون کو باہم افسردہ بیٹھا رہنا اور اپنے خیالات کا اظہار نہ کرنا محبت و دوستی
کو روز بروز کم کرتا جاتا ہے۔ اور بخلاف اُسکے زندہ دلی و شگفتہ روئی و اظہار عیب دوستی کو بڑہاتے ہین۔

زاہدے در میان رندان بود   زان میان گفت شاہدِ بلخی

جو بات خود نہین کہہ سکتے وہ دوست سے کہلا سکتے ہین۔ دوست جہان جاتا ہوا اپنے
دوست کی تعریف ہی کرتا و غایبانہ سراہتا ہے اور اُس کی بُرائی کو سُننا گوارا نہین کرتا
بلکہ اُس کے مٹانے کی بہترین کوشش کرتا ہے اور اپنے دوست کی جان و
مال و عزت کی اُسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ غایبانہ حفاظت کرتا ہے جیسا کہ اپنے
دوست کی حاضری مین کرتا اگر کسی معاہدہ کی ضرورت اس کے دوست کے بابت
ہوئی اور اُس کا دوست موجود نہ ہوا تو دوست اپنی ذمہ داری پر اُس کو کر لیتا ہے
اور جو راز سے واقف نہین ہوتے وہ سمجھ تک نہین سکتے کہ کون واقعہ اُن کے دوست کو
نقصان پہنچا دے گا۔ برخلاف اس کے ہمراز غایبانہ بھی جب سمجھ لیتا ہے کہ اسکے
دوست کو اُس واقعہ سے نقصان پہنچے گا تو خود سینہ سپر ہو کر اپنے دوست کے
بچانے کی فکر کرتا ہے۔ مکار بے ایمان کی بڑی سزا یہ ہے کہ اُس کے دوست
نہین ہوتے اور اُس پر اعتبار نہین کیا جاتا۔ پریشان حالی و درماندگی مین بھی دوست
ساتھ نہین چھوڑتے بلکہ اُس وقت اور زیادہ محبت و نصیحت مناسب کرتے ہین۔
دوستی نہ صرف دوستون مین قایم رہتی بلکہ اُن کے ورثا مین بھی سلسلہ محبت برقرار
رہتا ہے اور محبت موروثی دوستی ورثا و محبت کی سلسلہ جنبانی و آیندہ قایم رہنے کی سبب ہوتی ہے

میل کسے کن کہ وفا یت کند — جان ہدف تیر بلا یت کند
بہتر چنین دوست کہ جانی بود — دوستیٔ جان نہ گرانی بود
صحبت آن کن کہ بصدق و صفا است — دامن آن گیر کہ اہل وفا است
کسے کہ حق نہ شناسد از و امید مبر — کسے کہ نیست وفایش بد و مکن پیوند

جب ایک دوست دوسرے دوست کو کہتا ہے تو ایک عجیب قسم کی کیفیت

حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جانتے ہو
کہ دوستی کا حق کیا ہے۔ یہ ہے کہ روپیہ پیسہ دوست سے عزیز نہ ہو۔ بزرگوں کا ایک
دوست اپنے دوست کے پاس گیا اور کہا کہ میں چار سو درہم کا قرضدار ہوں تو اُسنے
چار سو درہم دیئے اور رونے لگا۔ اُس کی بیوی نے کہا کہ اگر رونا منظور تھا
تو دینا ضرور نہ تھا۔ اُس بزرگ نے یہ جواب دیا کہ میں اس سبب سے روتا ہوں
کہ مجھ سے میرے دوست کو مانگنا پڑا اور میں ایسا غافل ہوا کہ قبل مانگنے کے اسکو
نہ دیا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز کی دوستی صلہ ہے اور
ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہے اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہے۔
جو کوئی اُن میں سے کسی کو قطع کرے گا اللہ اُس کو قطع کرے گا۔ ایک بزرگ نے
اس شرط پر دوستی کرنا منظور کیا کہ اول یہ کہ میری شکایت نہ سننا۔ دوسرے یہ
کہ میرے کہنے کی مخالفت مت کرنا۔ تیسرے یہ کہ ناز سے مجھے پامال نہ کرنا۔
حضرت مسروقؓ اور خثیمہؓ میں دوستی تھی ایک نے دوسرے کا اس طرح قرض
ادا کر دیا کہ قرضدار کو ادا کا حال پیچھے معلوم ہوا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بیس درم کو
دوست کے حق میں صرف کر دوں اس سے دوست تر رکھتا ہوں کہ سو درم فقیروں کو
دوں۔ حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ حضرت عمرؓ تمکو
دوست رکھتے ہیں پانچ چیزوں کا ضرور خیال رکھنا۔ کوئی بھید نہ ظاہر کرنا کسی کا
عیب اُن سے نہ کرنا۔ جھوٹ نہ کہنا۔ حکم کی تعمیل کرنا اور ہرگز خیانت نہ ہونے پائے
آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھکر مسکراتے اور وہ دونوں حضرات
جب آنحضرتؐ کو دیکھتے تو مسکراتے۔ (ترمذی) پہلے سلام کرنے اور اچھی طرح

گر ملولی زما ترش منشین — کہ تو ہم در میانِ ما تلخی

ارسطو کہتا ہے کہ جو تجھ سے گریز کرے اُس سے ملنا دنائت ہے اور جو تجھ سے ملنا چاہے اُس سے پرہیز قصورِ ہمت۔ دیوجانس کا قول ہے کہ جس کسی نے تیرا ساتھ چھوڑ کر دوسرے کا ساتھ لیا اُس کو اپنے ساتھ سے نکال ورنہ ایکدن تجھ کو بُرے موقع پر چھوڑ دیگا۔ اس سے اُس کی مراد یہ ہے کہ جو دوست دوسرے دوست کو ترجیح دے وہ پورا دوست نہیں ہے۔ دوست پر دوست تلوار کا وار تک کرے تو وہ سہہ سکتا ہے لیکن اُس سے کبر و دروغ اور افشاے راز اور دشمنوں کی دلجوئی اور بے ایمانی و خود غرضی کو نہیں سہہ سکتا اور ان میں سے کسی ایک خفیف سے خفیف امر پر قطع دوستی ہو جاتی۔ لہذا کوئی عمل ایسا ہرگز دوستوں کے درمیان نہ ہونا چاہیے

زخم دندان دشمنے تیز است — کہ نماید بچشم مردم دوست
بشنواے دوستدار ان دو دست — کہ با دشمنانت بود ہم نشست

جو دوست دوست کی خوشی کو اپنی خوشی اور اُس کے رنج کو اپنا رنج نہ سمجھے وہ صادق دوست نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے دوستی و محبت کرے تو اُس کو اعتصام کرنا چاہیئے اسواسطے کہ یہ بات کمتر ہوتی ہے۔ اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنے بھائی کے چہرے کو مودت و رحمت سے دیکھنا عبادت ہے۔ فتح موصلی نے اپنے ایک دوست کے گھر جاکر جو مکان پر موجود نہ تھا اُس کی لونڈی کے ذریعہ سے اُسکا صندوقچہ منگایا اور جو ضرورت تھی اُس میں سے لے لیا۔ جب اُن کا دوست اپنے گھر آیا تو اُس نے لے لینے کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کر دیا۔ ایک شخص نے

اس سے فایدہ یہ ہے کہ دوسرا بھی دوست رکھیگا۔ اسلام نے عملی طور پر برادر خواندگی
یعنے اخوت کا سلسلہ جاری کیا چنانچہ صحابہؓ مین عقد اخوت باہم جو جاری تہا
دوستی پیدا کرنے کا عملی طریقہ تہا۔ پس یہ فضل اسلام کو حاصل ہے۔ دوست
کی شکایت اگر دوست سُنے تو اپنے دوست کو آگاہ کر دینا چاہیئے۔ جب
دوست چشم پوشی و آگاہ نہ کرنے کی وجہ معقول نہین پاتا تو اُس کو رنج ہوتا ہے
جو دوست شکایت کرنیوالے کا نام نہین بتلاتا تو وہ گویا دشمن ہے اُس کو آگاہ نہین کرتا۔

ہمہ یاران سہ قسم اند ار بدانی — زبانی اند و نانی اند و جانی
بنانی نان بدہ وز در برانش — مدارا کن بہ یاران زبانی
ولیکن یار جانی را بدست آر — برآنش جان بدہ گر می توانی

حضرت امام زین العابدینؓ نے پوچہا کہ تم مین سے کوئی اپنے بہائی کی آستین یا تہیلی
مین ہاتہہ ڈالکر جو چاہتا ہے بدون اُس کی اجازت کے لے لیتا ہے یا نہین
جواب پایا کہ نہین۔ آپ نے فرمایا کہ پس تم دوست نہین ہو۔ جب تک کسی کی
عادت سے واقفیت نہ ہو جاوے تب تک اُس کو یار نہ بنانا چاہیئے۔ رفتہ
رفتہ مدارج دوستی مین ترقی ہوتی ہے لیکن جب عادت و خلوص طبیعت قابل
دوستی معلوم ہو جاوے تو دوستی کرنے او محبت بڑہانے مین جلدی کرنا چاہیئے۔
افلاطون نے کہا ہے کہ جب کسی کو پہچاننا چاہو تو اُس سے مشورہ کرو اور اسطرح
اُس کی راے کے حسن و قبح کو سمجہہ سکو گے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اُسکے
اعتقادات و عادات اور مشورون کو دیکہو کہ وہ اچھے اور مفید ہین کہ نہین۔

پدرے باپسر وصیت کرد — کاے جوانمرد یاد گیر این پند

بٹھلانے اور اچھے نام کے پکارنے سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور باہم لباسی و ہم طعامی سے بھی اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ بزرگون نے کہا ہے کہ جب اپنے دوست سے تو کہے کہ چل اور وہ کہے کہ کہان تو ایسے شخص کی دوستی کامل نہین۔ حضرت ابودرداؓ نے بیلون کو دیکھا کہ جب ایک اٹھا تو دوسرا بھی اٹھا۔ روئے اور فرمایا کہ دینی بھائی ایسے ہی ہوتے ہین کہ کھڑے ہونے یا چلنے مین موافقت کرتے ہین۔ جو کدورت دوستون مین ہو اُس کو صاف کدنیا اور جلد صفائی کرلینا بہتر ہے ورنہ رفتہ رفتہ طول ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بدترین دوست وہ ہے کہ اُس سے عذر خواہی کی حاجت ہو۔ شیخ سعدیؒ کے ایک دوست نے تھوڑے نفع کے سبب اُن کو آزردہ رکھنا جایز رکھا اور باہم دلبستگی ہوگئی۔ جب شیخ سعدیؒ نے سنا کہ اُن کے دوست نے اُن کے ایک شعر کی تعریف کی اور ترک صحبت قدیم پر افسوس کرکے اپنے خطا کا اقرار کیا اور جب اُنھون نے دیکھا کہ اُس کو بھی رغبت ہے تو یہ اشعار لکھکر صلح کرلی۔

نہ مارا درجہان عہد و وفا بود	خطا کردی و بدمہری نمودی
بیک بار از جہان دل در تو بستیم	ندانستم کہ برگردی بزودی
ہنوزت گر سر صلح است باز آ	کزان محبوب تر باشی کہ بودی

مدت کے بعد جب دوست باہم ملتے ہین تو پہلے کے بہ نسبت اُن مین کچھہ تبدیلی ہو جاتی ہے۔ خوش نصیب وہ ہین جن کا دوست زندہ دلی نہ چھوڑے بے تکلفانہ الفاظ دوستون مین دوستی کو اور بڑھاتے ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی اپنے بھائی کو دوست رکھے تو چاہیئے کہ اسکو آگاہ کردے (ابو داؤد ترمذی)

صاف گو نہین ہوتا وہ منافق ہوتا ہے اور ہمیشہ ذلیل رہتا ہے اُس سے دوستی
نہین ہوسکتی اور ہمیشہ ذلت اُٹھانی پڑتی ہے - بیحیا اور ناصبر اپنی طبیعت پر خود
اختیار نہین رکھتے - ہمیشہ آفت مین مبتلا رہتے ہین - دنی طبیعت کا ہونا ہمیشہ مذلت
ہی کے طرف لے جاتا اور ذلیل بناتا ہے - خاین قابل دوستی اور اعتبار کے نہین ہوتا
ناخدا ترس اور ظالم کی طبیعت قایم نہین رہتی بخیل حقوق کو ضایع کرتا ہے اور
مسرف خود اپنے ہی کو بیچڑ الٹا ہے - عالی ہمت سے دوستی کرنی اعلی امراتب کو پہنچاتی
ہے - انصاف پسند اور امین ہونا بڑی نعمت ہے - حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ فاجر کی
محبت نہ کر - اپنا راز اُن سے نہ کہہ - نیک سے مشورہ لے - اور فرماتے ہین کہ احمق
کی دوستی سے بچنا چاہیئے کہ وہ نفع کے ارادہ سے نقصان کر بیٹھتا ہے - اور
فرمایا کہ کسی کے خلق پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے جب تک کہ غصہ کی حالت مین اُس کو
دیکھہ نہ لو - اور کسی کی دینداری پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے جب تک کہ طمع کے وقت
اُس کو نہ پرکھہ لو - احیا مین امام غزالیؒ فرماتے ہین کہ اور اس لئے کہا کرتے ہین کہ جب
حالت اقامت مین آدمی کے ہمسایہ اُس کی ثنا کرین اور سفر مین اُس کے رفیق
مدح خوان ہون اور بازارون مین اہل معاملہ اُس سے راضی رہین اور اچھا
کہین تو اُس کی نیک بختی مین کچھہ شک نہ کرنا چاہیئے - اور حضرت عمرؓ کے سامنے
ایک گواہ آیا - آپ نے اُس سے فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے سامنے لاجو تجھہ کو
پہچانتا ہو - وہ ایک شخص کو بُلا لایا جس نے اُس کی تعریف کی - آپ نے اُس سے
سوال کیا کہ کیا تو اُس کے قریب رہتا ہے کہ اُس کو آتے جاتے دیکھا ہو - اُسنے
عرض کیا نہین - پھر پوچھا کہ کیا تو کسی سفر مین اُس کے ساتھہ رہا ہے کہ سفر مین مکارم اخلاق

ہر کہ با اہل خود وفا نہ کند   نشود دوست روے دانشمند

یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے والدین و عزیز و اقارب اور دوستون اور متعلقین و کمزور و مضبوط وغیرہ سے کیسا معاملہ و برتاو کرتا ہے۔ انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے غلبہ کو دیکھنا چاہیئے اگر عیبون کے طرف غلبہ ہو تو دوستی نہ کرنا چاہیئے اور اگر صلاحیت کے طرف ہو تو اختیار کرنا چاہیئے۔

صایب غریب و بیکس ونا آشنا شوی   در تلاش و تجربہ دوستان مباش

اخیار کو دوست اور اُن کے حقوق کو نگاہ رکھنا خیر کو زندہ اور جاری کرتا ہے۔ بزرگون نے کہا ہے کہ دوستی عاقل صلاح کار نیک خو سے کرنا چاہیئے۔ نادان دوست سے دشمن دانا اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے جس پر حمق غالب ہو اُس سے دوستی نہ کرنا چاہیئے۔ رنج و تکلیف و ضرر اُس کی صحبت کا لازمی نتیجہ ہین دوست جب عقلمند و ذی وجاہت ثابت ہوتا ہے تو زیادہ محبت و قدر اسکی دوست کے ذہن مین پیدا ہوتی ہے

اے برادر میگریز از یار بد   یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمین بر جان زند   یار بد بر جان و بر ایمان زند

بد چلنون سے دوستی کرنا نیک چلنون پر ظلم اور اُن کی توہین کرنا و نقصان اُٹھانا ہے۔ احسان فراموش کی دوستی کام نہین آتی اور نہ کوئی اُس کا دوست ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ اُس کا ساتھی نقصان اُٹھاتا ہے۔ کاہل ہمیشہ محتاج اور حقوق کو ضایع اور موجودہ سرمایہ کو غارت کرتا ہے اور طماع تہوڑی سے طمع مین دوست کو پیچھا اسے گا اور مراعات نہ کرے گا۔ مغرور و زود رنج سے دوستی نہین نبھ سکتی۔ وہ بیجا فخر کرے گا اور تہوڑی تہوڑی باتون پر رنج کرنے پر آمادہ ہو جاویگا۔ جو شخص

تمھارے حق مین وہ بہتر کہے اور راز افشا نہ کرے تو اُس کی صحبت اختیار کرو۔
اور ابو زیدؔ سے کبھی کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو
فرمایا جو میرے اُن مخفی حالات کو جانتا ہے جن کو خدا جانتا ہے اور اُنکو ایسا
ہی چھپاتا ہے جیسے خدا پردہ پوشی کرتا ہے۔ تیرا دوست وہ ہے کہ تیرا نفس
اُس پر بھروسا کرے اور تیرا دل اُس سے مطمئن و بآرام رہے اور تجھہ کو معصیت سے
وہ باز رکھے۔ دشمن سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے غفلت و بے احتیاطی
دانشمندی نہین۔ دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد۔ لیکن جہان تک ہوسکے دشمن
کو بڑہانا نہین چاہیئے لیکن اُسکے فریب مین نہ آنا چاہیئے وحزم کرنا چاہیئے۔

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست ‌ ‌ ‌ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

جب دشمنون مین باہم جنگ ہو تو آسودہ و خاموش بیٹھ سکتے ہو لیکن اگر باہم
موافق ہون تو حفاظت لازمی اور اگر ضرورت ہو تو حملہ ضروری ہے۔

چو بینی در میان دشمنان جنگ ‌ ‌ ‌ برو با دوستان آسودہ بنشین
وگر بینی کہ باہم یک زبانند ‌ ‌ ‌ کمان را زہ کن و بر بارہ سنگ

جذبہ قدر شناسی و تنافس و حسد۔ کسی کی خوبی دیکھکر اُسکی
قدر و تعریف نہ کرنا اور اُس پر حیرت نہ کرنا بہتر نہین ہے۔ افلاطون کا قول ہے
کہ تعجب و حیرت در اصل ایک حکیمانہ جوشش ہے جس قدر زیادہ ہم مین یہ
صفت ہوگی اور دل مین خوبیون کا ادب رہے گا اور نگاہ و تمیز جانچ کرنیوالی
ہوگی اُسی قدر بہتر ہوگا۔ اپنے قدر شناسی سے دوسرے کی بھی قدر ہوتی ہے
جب کسی بچے مین یہ وصف پاؤ تو سمجھہ لو کہ ہونہار ہے اور جب اُس کو نہ پاؤ تو

معلوم ہو جایا کرتے ہین۔ اُس نے عرض کیا کہ نہین۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے نقرہ و طلا کا اس سے معاملہ کبھی کیا ہے جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہے۔ اُس نے کہا کہ نہین۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس کو مسجد مین کھڑا دیکھا ہے کہ قرآن مجید آواز بنا کر پڑھتا اور اپنا سر کبھی نیچے اور کبھی اوپر کرتا ہوگا۔ عرض کیا کہ یون ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو جا اس کو تو نہین پہچانتا اور اُس سے کہا کہ دوسرے شخص کو لا جو تجھہ کو پہچانتا ہو۔ اور اکابر سلف کے آثار مین ہے کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کہتا ہے تو علماء فرماتے ہین کہ اُس مین تین باتین دیکھو اگر بدعتی ہو تو اُس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے اور اگر اُس کا اکل حلال نہ ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہے۔ اور اگر عقل کا پکا نہ ہو تو اُس کے وعظ سے خرابی زیادہ اور اصلاح کم ہوگی اُس کے پاس بھی مت بیٹھو۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضؓ فرماتے ہین کہ پانچ آدمی کا ساتھہ مت اختیار کرو۔ اول دروغ گو کہ تم کو اُس سے دہوکا ہوگا۔ اُس کا حال مثل سراب کے ہے بعید کو تجھہ سے قریب کرے گا اور قریب کو بعید۔ دوم احمق کہ اُس سے تجھہ کو کچھہ نہ ملے گا۔ جب نفع پہنچانا چاہے گا تو اُس کی بیوقوفی سے تجھہ کو ضرر پہنچے گا۔ سیوم بخیل کہ جب تجھہ کو اُس سے حد سے زیادہ حاجت ہوگی دوستی توڑ دیگا۔ چہارم نامرد کہ وقت پر تجھہ کو چھوڑ کر فرار ہوگا۔ پنجم فاسق کہ ایک لقمہ سے کمتر کے عوض مین تجھہ کو بیچ کر لیگا۔ ابو سعید رضؓ ثوری نے فرمایا کہ جب تم کو کسی سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اُس کو خفا کر دو پھر خفیہ ایک شخص کو بھیجو کہ تمہارا حال اور تمہارا راز اُس سے دریافت کرے اگر

اختیار کرنا ہمو طن کی محبت کا بیج بونا ہے۔ یہ اُس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جسکے سہارے ہم ملک اور بنی نوع انسان کے طرف بڑھتے ہین۔ سوسائٹی کی اُس جماعت کی فلاح ایک امانت ہے جس مین سوائے بُرے لوگون کے کوئی خیانت نہین کرسکتا اور سوائے غدار کے کوئی اُسے اپنے ذاتی اغراض کے لئے قربان نہ کرے گا۔

بدخواہ کسان ہیچ بمقصد نہ رسد	یک بد نکنند تا بخود صد چند نہ رسد
حاسد کو ایکدم نہین راحت جہان مین	رنج حسد ہے جبتک ہی جان جان مین
بمیر تا برہی اے حسود کین رنجیست	کہ از مصیبت او جز بمرگ نخواہی رست
راست خواہی ہزار چشم چنان	کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

الحسد یذیب الجسد۔ حسد قضائے آلہی پر خشمناکی ہے۔ سورہ فلق مین ہے
ومن شر حاسدٍ اذا حسد ٥ — اور پناہ مانگتا ہون مین شر سے حسد کرنیوالے کے جب حسد کرے۔

پس حسد کرنا شر قرار دیا گیا ہے اور اُس سے پناہ چاہی گئی ہے لہذا اُسکے مذموم ہونے کے لئے یہ وعید کافی ہے۔ حسد اُس خصلت کو کہتے ہین کہ آدمی کے نفس مین پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی شخص مین جو خوبی ہے یا جو نعمت و جاہ اُس کے پاس ہے وہ جاتی رہے خواہ حاسد کو ملے یا نہ ملے اس طرح حاسد ہمیشہ جلتا رہتا ہے اور حسد سے اپنے جسد کو جلایا کرتا ہے۔ پس وہ ہر وقت اور ہر آدمی پر نامحمود ہے برخلاف اس کے تنافس یعنے کسی خوبی کے نسبت یہ چاہتا کہ جو کسی مین ہے اُس کے مثل اُس کو بھی حاصل ہو جاوے عمدہ خصلت ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے

جان لو کہ وہ بے پروا خود غرض و شیخی باز و نادان ہوگا۔ بعض اوقات بچون مین
چھوٹی چستی و ہوشیاری دکھائی دیتی ہے۔ جس کو سادہ دل لیاقت
مان لیتے ہین برعکس اس خلاف قدرت اور ناپسندیدہ عادت کے ہم ہر کمسن کو
نصیحت کرتے ہین کہ ادب و عزت کرنا سیکھو اگرچہ تم اس خوبی کو صاحب اختیار
لوگون مین زیادہ نہ پاؤ گے مگر خیال رکھو کہ وہ خوبیون کے اصل اصول مین سے
ہے۔ جب ہم خوبی کو حیرت اور خوشی کے ساتھ دیکھینگے تو ہم مین اُس کے ہونے
کی ریس ہوگی۔ انسان جس کی ستایش کرتا ہے اُس کی ریس و تقلید
کرتا ہے۔ اسٹویک حکما کا قول ہے کہ انسان کی زندگی سے اصل مراد یہ ہے
کہ جہان جو عمدگی دیکھے اُس کے سیکھنے مین کوشش کرے۔ سچی قدر شناسی
کامل تمیز و جانچ و نیک و شریفانہ جوش کا نتیجہ ہوتی ہے لیکن برا کہنے و
و نظر حقارت سے دیکھنے کی عادت اس نیک اثر کے نتیجہ کو کم کر دیتی ہے اُسمین
افراط طمع ہے جو مذموم ہے۔ انسان پر واجب ہے کہ اچھی باتون کی قدر کرے
اور غیر واجب نفرت و تعصب سے پرہیز کرے۔ مومن کو واجب ہے
کہ اپنے دینی بھائی مومن کے ساتھ اخوت کو مضبوط کرے۔ ایک ایماندار
سچائی سے مدد کرنے والا بے پروا دوست سے بہتر ہے۔ جا یا بیجا ہونے
پر غور کرو اور انصاف و مہربانی سے پیش آو۔ کل بنی نوع انسان کی عزت کرنا
دانائی ہے و پاکیزہ ہے مگر تم اُس کو نہین کر سکتے جب تک کہ مردم شناس
نہ ہو اور برادرانہ نظر سے نہ دیکھو۔ کسی جتھے یا گروہ کے فلاح مین انہماک ظاہر
کرنا یا سوسایٹی کے کسی جماعت سے جس سے ہمارا تعلق ہے محبت کرنا واجبی بات کا

معلوم ہے پبلک کیلئے اس امر کی دلیل بنجاتی ہے کہ ہرایک کا اُس پر یقین ہے اور بس
جب یہ یقین ہوا تو پھر عقل کی چپکی چپکی نصیحت سب دھری کی دھری رہجاتی ہے۔
آدمی سنتا زیادہ اور سوچتا کم ہے جب ہم دیکھتے ہین کہ کسی بات کا چرچا ہے تو
یہ مان لیتے ہین کہ اس کے چرچے کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور لوگون کے تخیل پر ہوا ہوگا اور خوامخواہ
ہی اعتبار کرنے لگ جاتے ہین چاہے ہم کو یقین ہی ہو کہ افواہ غلط ہے مگر اس
وسوسہ کے باعث کہ اور لوگ اس کو مانتے ہین اور ہم خود مخالفت کے مخمصہ مین پھنسا
نہین چاہتے ہم اپنے اصلی ارادے کو اس بیہودہ اور محض بے معنی شور کے نذر
کرتے ہین بجاے اس کے کہ عام راے ایک وسیع اور مضبوط و صحیح بنا پر قایم ہو
اور فرداً فرداً ہرایک شخص کے غرض و غوص کا نتیجہ ہو اکثر چھچھورے پن اور دکھاوے
پر بنی ہوتی ہے۔ اور ہم وثوق سے کہہ سکتے ہین کہ پبلک ہرگز عام راے کی
موجد نہین ہوتی بلکہ اُس کے ادنیٰ مقلدون مین ہوتی ہے۔ شلر کا مقولہ ہے
کثرت۔ اس کے کیا معنے؟ فہم بہت تھوڑے ہی اشخاص مین اکثر جمع ہو سکتا ہے
راے کی قدر کرنی چاہیے نہ کہ اُسے شمار کرنا چاہیے۔ اس طور کی حالت نہان کبھی
نہ کبھی تباہی پھیلادیگی جہان کثرت تعداد کی حکومت ہے اور نادانی کا فیصلہ ہے
ایک حکیم نے کہا ہے کہ کثرت مشاورت تباہی و احمقی ہے۔ کثرت آراسے جنکے
درمیان مین کثرت ہے اُن کی باہمی قوت کا پتہ چلتا ہے کہ اُنکے باہمی راے ہین کسقدر قوت ہے
نہ کہ مابین حق و مابین دیگر اشخاص کے خصوصاً جو حق پر ثبات رکھتے ہون۔

شاید پس کار خویش بنشستن	لیکن نتوان زبان مردم بستن
آنانکہ بکنج عافیت بنشستند	دندان سگ و زبان مردم بستند

وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون (اور اسمین چاہئے کہ تنافس کرین تنافس کرنیوالے۔

ناداتون کی کثرت راے و کثرت مشاورت و عوام کی راے کی پابندی نادانی ہے وتق و حیا و زبان خلق۔ نادانون کی کثرت راے اور عوام کی راے کو صحیح سمجھنا قرین دانشمندی نہین بلکہ احمقی ہے لہذا اُس کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔

پبلک (مخلوقت عامہ عوام کالانعام) جیسا کو دن۔ بزدل۔ شکی۔ کان کا کچا۔ غل کرنے والا بے عقلی سے۔ ضدی و مذبذب۔ مطلب پرست۔ کینہ توز۔ حاسد۔ ناشکر گذار کوئی تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا۔ بزدلون مین اُس کا اول نمبر ہے کیونکہ پبلک اپنے آپ سے ڈرتی ہے۔ ذراسے مقابلہ پر بھی یہ بید مجنون کی طرح کانپنے لگتی ہے اپنے ہی سایہ سے بھڑکنا اور اپنے ہی نام سے سہم جانا اُسی کا کام ہے منہہ تو اس کا شیر کا سا ہے مگر دل خرگوش کا سا۔ کان لمبے لمبے۔ مگر آنکھون مین نیند نہ دارد۔ ڈر کی بات کو کان دھر کے سنتی ہے اور خود اپنی ہی راے سے ایسی ہراسان ہوتی ہے کہ کبھی راے قایم کرنے کی جرأت نہین کرتی۔ بعض دفعہ کسی اُڑتی ہوئی لایعنی افواہ کو جھپٹ جاتی ہے تاکہ راے قایم کرنے مین تاخیر کا گمان بھی نہ ہو اور پھر اُس کو بار بار دُہراتی ہے اور اس شور و جوش مین اور کسی چیز کے سُننے کے قابل ہی نہین رہتی یہ خیال کہ پبلک کیا کہے گی پبلک کو تو خیر کچھہ سوچنے ہی نہین دیتا مگر شخصی راے پر بھی اس کا اثر جادو سے کم نہین ہوتا۔ الغرض یہان تک نوبت پہنچتی ہے کہ کسی طالب شہرت نے ذرا طمطراق سے کچھہ کہہ دیا تو وہی عام راے بنگئی جو کچھہ ایک شخص کہتا ہے اُسے سب سنتے ہین اور یہ خیال کہ ایک خاص بات سب کو

وگر دست همت بداری ز کار — گدا پیشه خوانندت و پخته خوار

دگر ناطقی طبل پر مادهٔ — وگر خامشی نقش گر ماوهٔ

تحمل کنانرا نخوانند مرد — که بیچاره از بیم سر بر نکرد

اگر در سرش هول مردانگیست — گریزند ازو کین چه دیوانگیست

تعنت کنندش گر اندک خوراست — که مالش مگر روے دیگرست

وگر نغز و پاکیزه باشد خورش — شکم بنده خوانندت تن پرورش

وگر بے تکلف زید مالدار — که زینت بر اهل تمیز است عار

زبان در نهندش به ایذا چو میغ — که بدبخت زر دار از خود دریغ

دگر کاخ و ایوان منقش کند — تن خویش را کسوت خوش کند

بجان آید از دست طعنه زنان — که خود را بیاراست همچون زنان

وگر پارسائے سیاحت نکرد — سفر کردگانش نخوانند مرد

که نارفته بیرون ز آغوش زن — کدامش هنر باشد و راے و فن

جهاندیده را هم بدرند پوست — که سرگشته بخت برگشته اوست

گرش حظ ز اقبال بودے و بهر — زمان نابرندش ز شهرش به شهر

عزب را نکوهش کند خرده بین — که می لرزد از خفتن و خیزش زمین

وگر زن کند گوید از دست دل — بگردن در افتاد چون خر به گل

نه از جور مردم رهد زشت روے — نه شاهد ز نامردم زشت گوے

کس از جور دست زبانها نرست — اگر خود نمائیست وگر حق پرست

اگر بر پری چون ملک ز آسمان — بدامن در آویزدت بد گمان

کاغذ بدریدند و قلم بشکستند　　وز دست و زبان حرفگیران رستند

فراهم نشینند تردامنان　　که این زهد خشک است و آن دام نان

چو راضی شد از بنده یزدان پاک　　گر ایشان نگردند راضی چه باک

بداندیش خلق از حق آگاه نیست　　ز غوغای خلقش بحق راه نیست

از آن ره بجایے نیاورده اند　　که اول قدم پے غلط برده اند

دو کس بر حدیثے گمارند گوش　　یکے نکته بین و دگر مرد هوش

یکے پند گیرد دگر ناپسند　　نه پردازد از حرفگیری به پند

فرو مانده در کنج تاریک جاے　　چه دریابد از جام گیتی نماے

مپندار گر شیر و گر روبهی　　کز اینان بمردی و حیلت رهی

اگر کنج خلوت گزیند کسے　　که پرواے صحبت ندارد بسے

مذمت کنندش که زرق است و ریو　　ز مردم چنان می گریزد که دیو

وگر خنده روی است و آمیزگار　　عفیفش ندانند و پرهیزگار

غنی را به غیبت بکاوند پوست　　که فرعون اگر هست در عالم اوست

وگر مرد درویش در سختی است　　بگویند ازو بار و بدبختی است

وگر کامرانے درآید ز پاے　　غنیمت شمارند و فضل خداے

که تا چند ازین جاه و گردنکشی　　خوشی را بود در قفا ناخوشی

وگر تنگدستے تنک مایه　　سعادت بلندش کند پایه

بخایندش از کینه دندان به زهر　　که دون پرور است این فرومایه دهر

چو بینند کارے بدستت درست　　حریصت شمارند و دنیا پرست

کمال انسانی و انتہائی کمال ملّی و کمال حیات ملی و توسیع حیات ملی و حقیقی اجتماع کا نصب العین و حیات ملی کا مرکز و آئین کس طرح حاصل ہو سکتے ہین و تصاحب۔ کمال انسان کا جوہر تعامل و تعاشر و اختلاط افراد و ربط و ایثار و ضبط نفس و دعوت الی الخیر و قسط و اصلاح و امر بالمعروف و نہی عن المنکر مین ثابت ہوتا اور دیگر فضایل و خصایل عالی سے ظاہر ہوتا ہے، جبکہ رحمت عالم کے لئے یا آدمیون کے لئے اُن کا عامل ثابت ہو تاریخ و روایات قومی کی حفاظت اور اُس کے اُسوہ حسنہ کی پیروی سے احساس نفس کا تسلسل اقوام مین اور احساس نفس کا تسلسل حافظہ سے افراد مین ہوتا ہے۔ لہذا تاریخ و روایات قومی و حافظہ دونون کی حفاظت و دونون کا قایم و برقرار رہنا بیحد ضروری ہے۔ نظام قومی و ملی بغیر کسی آئین و قوانین کے نہ درست ہوتا اور نہ صحت پذیر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے جس طرح اللہ تعالی نے تعامل و ربط و اخوت کی ہدایت فرمائی اسی طرح اُمت محمدیہ کے لئے آئین قرآن شریف کو مقرر فرمایا۔ پس اتباع آئین فطرت و اتباع آئین ملت یعنے قرآن مجید کے بغیر پختگی سیرت ملی اور قومی کی نہین ہو سکتی۔ حیات ملی و قومی کے لئے ایسے مرکز کی ضرورت ہے جس کے مرکز ہونے کی شہادت موجود ہو چونکہ اُمت محمدیہ کو

بکوشش توان دجلہ را پابست	نہ شاید زبان بد اندیش بست

عوام (پبلک) عموماً ناسمجھ۔ نادان وبیجا شور وشر کرنے والے اور بے سمجھے تقلیدی راے پر چلنے والے ہوتے ہین اور دو متضاد امور مین عمل کرنے اور اُس کے نہ کرنے پر ملامت کرتے رہتے ہین۔ لہذا اُن کی شکایت و ملامت کی پروا نہ کرنی چاہیئے بلکہ حق کوش وحق نیوش ہونا وسچی وصحیح راے رکھنا چاہیئے۔ پس جایز ومخلصانہ اطاعت ومتابعت اُن کی جنکی چاہیئے اور حق پر چلنے والون اور نصیحت کرنے والون کی کرنا اُس کے منافی نہین بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی متابعت کرنا ہے۔ کامن سنس اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو کہتے ہین تو اُس کے مطابق عمل کرنا بہتر وزیبا ہے۔ بیجا خواہش وبیجا عمل کو خدا تعالے وآخرت کے خوف یا سوسایٹی کے لحاظ سے روکنا حیا ہے۔ بعض اوقات معمولی حق باتون کا نہ کہنا بھی حیا کے وجہ سے اچھا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورہ احزاب مین ہے۔ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق

ولیکن جب بلائے جاو تب جاو پس جب کہا چکو تو متفرق ہوجاؤ اور نہ آرام لو بات کیلئے یہ تکلیف دیتا تھی نبی کو سو حیا کرتا ہے تم سے اور اللہ نہین حیا کرتا حق کے ظاہر کرنے سے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ لوگون کو جب آنحضرتؐ کہانا کہانے کے لئے بلاتے تھے تو بعد فراغت کہانا کے وہ لوگ بات چیت کے لئے بیٹھ جاتے تھے اور آنحضرتؐ حیا کے وجہ سے اس تکلیف کا ذکر نہین کرتے تھے حالانکہ حق کا مقتضا یہ تہا کہ کہہ دیا جاتا۔ لہذا اللہ نے اس طرح ظاہر کیا۔

کہ کسی جماعت مثل افراد کے احساس پیدا کرے اور جس طرح فرد کو احساس اپنے فایدہ و نقصان و ترقی و حفاظت کا ہوتا ہے اور نہ احساس بلکہ جذبہ قوی ہوتا ہے اسی طرح قومی وجود و قومی فلاح و بہبود کا احساس و جذبہ ہو۔ تکمیل اس احساس و جذبہ کی روایات قومی و ملی کے ضبط و رواج و شایع ہونے و مرتکز ہو جانے سے ہوتی ہے اور جس طرح افراد کے حیات مین جلب منفعت و دفع مضرت تعین عمل و ذوق حقایق عالیہ احساس نفس کی تدریجی نشو و نما اس کے تسلسل توسیع و استحکام سے وابستہ ہین اسیطرح ملل و اقوام کے حیات کا راز بھی قوم کو اپنے وجود و بہبود کے سمجھنے اور حفاظت و تربیت و استحکام مین مضمر ہے اور اسلام کی کامیابی شاہد ہے کہ یہ کمال آنحضرت اور آپ کے اصحاب کرام مین موجود تھا۔ حیات ملیہ و قومیہ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ افراد قومی و ملی کے آئین مسلم کے پابندی سے اپنی ذاتی جذبات کے حدود مقرر کرین اور آزادی مطلق کو ایک درجہ معتدل تک محدود کرین تاکہ انفرادی اعمال کا تباین و تناقض مٹ جاوے اور ملت مشترک پیدا ہو جاوے اور اختلاف سبب تنازع کا نہ ہو بلکہ سبب رحمت و ترقی کا ہو۔ لہذا کمال انسانی و انتہائی کمال فردی و ملی کے لیے اور مذکورہ عمل کرنا و مثال بنانا ضروری و لازمی ہے اور انکو حاصل کرنا چاہیے مذہب کا اقوی سے واثق و اسلم ہونے کا سبب و کیر کٹر کہنے والے و موحدین و مخترعین کے اثرات کے مابین فرق۔ ایک بڑے فرانسیسی عالم نے لکھا ہے کہ حب الوطنی کی پرستش مذہبی اعتقادات آزادی کا شغف نام آوری کا ولولہ یہ چیزین تخیل سے متعلق ہین لیکن یہ اس قسم کے تخیلات ہین جو

اتباع ملت ابراہیمی وکعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم ہے اور شہادت کافی اسکے اور مدینہ منورہ کے لئے جو جائے قیام وروضہ آنحضرت ہے موجود ہے۔ لہذا مرکز حیات ملی دین محمدیہ کے لئے موجود ہے۔ حقیقی اجتماع لنصب العین کے اعتصام واستمساک پکڑنے سے ہوتا ہے اور نصب العین ملت محمدیہ کا ایمان کے ساتھ عمل صالح وتبلیغ ونشر کرنا اور بر وتقوے کی اعانت اور اصلاح بین الناس وبین الاخوۃ اور مومنین مین امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا ہے لہذا اگر ان سب پر عمل ہو تو حقیقی اجتماع امت محمدیہ مین ضروری و لازمی ہوتا اور پھر کوئی اس کا مانع نہ ہو سکے۔ اور پھر کوئی قوت وطاقت اسکی مزاحمت نہ کر سکے۔ توحید سے حزن وخوف واضطرار دور ہوتے اور اطمینان وتسکین پیدا ہوتی اور انسانون سے ڈرنے کے بجائے اور انسان پرستی وطاغوت پرستی کی جگہہ خدا سے معتدل خوف ورجا وخدا پرستی اور امید آخرت مین حادثہ صبر تکلیف پاکی وثواب اعمال نیک صبر ثبات مینکی توقع پیدا ہوتے ہین اور انسان کا جو درجہ واقعی عالم مین ہے اور موحد کا جو مرتبہ ہے قایم ہوتا ہے اور ذلت نفس جاتی رہتی ہے اور اعتماد علی النفس وخودداری پیدا ہوتی ہے لہذا ایمان باللہ سبب اعمال صالح وآرام جب وخوف راحت وفایدہ وکمال انسانی کا ہے۔ توسیع حیات قومی ملی کی قوائے نظام عالم کی تسخیر اور ان سے فایدہ اٹھانے سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وسخر لکم ما فی الارض جمیعا لہذا امت محمدیہ کو تسخیر کی بھی ہدایت اور نہ ہدایت ملکہ تاکیدی حکم ہے۔ کمال حیات ملی وقومی کا یہ ہے

غرض سے کیا جاوے اور کُل خداپرست اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ کر ایک قوم بنجاوین اور اس طرح قومی روح و قومی مزاج مسلمانون کا متحد ہوجاوے اور ایمان کو کفر سے بے موج رکھا جاوے اور تمام چیزون سے اللہ اور اُسکے رسول اور اللہ کے احکام کو احب سمجھا جاوے اس کا صاف و صریح نتیجہ یہ ہے کہ تمام قومی نسلی و منزلی و ہمرنگی کے تعلقات سے وسیع وہ اعتقاد ہے جس کو اسلام نے ترجیح دیا ہے اور خدا پرستی کے اعتقاد لانے و اعتصام بحبل اللہ کرنے و عبد اللہ بننے سے پیدا ہوتا ہے اور ہر نسل و ہر گروہ اور ہر قوم و ہر رنگ کے آدمی دینی بھائی ہوجاتے ہین۔ پس اس سے اسلم و اقوے دوسرا اعتقاد نہین ہوسکتا ہوا ہے اصل مین بھی سچا صحیح اور اثر مین بھی سب سے بہتر و اقوے ہے اس طریقے سے عقاید و احساس و فواید مین اتحاد و توحید و یکرنگی پیدا ہوتی ہے جو مزاج قومی کے اتحاد کو مستقل و پایدار بنا دیتی ہین۔ سورہ توبہ مین ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون قل ان کان اباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن

اے ایمان والو نہ بناؤ اپنے باپون اور بھائیون کو رفیق اگر وہ دوست رکھین کفر کو ایمان پر اور جو کوئی تم مین انکو دوست رکھے تو وہی ظالم ہین تو کہہ اگر ہوئے تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویان اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جنکو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جسکے بند ہوجانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان

ہمیشہ افعال انسانی کے محرک رہے ہیں اور انھیں تخیلات کے بدولت دنیا کی وہ ملکی و تمدنی عمارت قایم ہوئی ہے جس کے سایہ میں ہم آج بس رہے ہیں۔ لیکن تاریخ کا منارہ تمدن کا ستون قوموں کی زندگی کا اہم اصول اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف مذہبی اصول ہیں۔ مذہبی اصول ہمیشہ قوموں کی زندگی کا نہایت اہم عنصر اور تاریخ کا نہایت نمایاں جزو رہے ہیں۔ اوہام کے اندر بھی ایک ایسا موثر جادو چھپا ہوا ہے جو مزاج عقلی کو بدل دیتا ہے۔ مذہب کے عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ایک زمانہ میں قوم کے فواید قوم کے احساسات اور قوم کے خیالات کو متحد کر دیتا ہے اس لیے وہ اُن تمام عناصر کا جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہے دفعتاً قایم مقام ہوجاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مذہبی قوت کے ذریعہ سے قوم کا مزاج عقلی نہیں بدل جاتا تاہم تمام قوموں کا رخ صرف ایک مقصد کی طرف ہوجاتا ہے یعنے تمام عاقلین سب یہ مذہب کی حمایت میں کمربستہ ہوجاتے ہیں۔ اور مذہب کی عظیم الشان طاقت کا راز اسی اصول کے اندر مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جن قوموں سے کارہائے نمایاں سرزد ہوئے ہیں وہ کسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانہ میں سرزد ہوئے ہیں اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کی تاسیس اسی دور انقلاب میں ہوئی ہے۔ نفس اعتقاد کوئی چیز نہیں ہے۔ اصلی چیز وہ قوت ہے جو اعتقاد کو دل میں مستحکم کر دیتی ہے۔ مذہب اسلام نے تمام اُن چیزوں کو چھوڑ کر جن سے مذہبی یا قومی یا وطنی اعتقاد و ناموری و آزادی پیدا و پختہ ہوتی ہے اور فواید حاصل ہوتے ہیں صرف اس اعتقاد کو ایثار اس اصول قرار دیا ہے کہ جو عمل کیا جاوے وہ خالصۃً للہ اور خدا کی رضامندی کے

لکھتے ہین کہ اگر مذہب سے کوئی ایسے خواص پوچھے جاوین جو سب مین پائے جاتے
ہین تو جواب یہ ہے کہ مذہب ایک نادیدہ نظام کا یقین دلاتا ہے اور انسان
سب سے فایق بھلائی اپنے کو اُس کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہے پس یہی یقین
اور یہی ہم آہنگی ہے جو روح کے اندر مذہبی عنصر ہے۔ جب تک انسانی
زندگی انسان کی تمناؤن کے برلانے کے ناقابل ہے تب تک یہان کی
کامیابیون سے بالاتر لاانتہا کا اشتیاق قایم رہے گا اور اس اشتیاق کو
صریح تسکین مذہب سے حاصل ہوگی جب تک دنیوی زیست تکالیف سے
معمور ہے تسلی کی ضرورت رہے گی جو پارساؤن کو خدا کی اطاعت سے حاصل
ہوتی ہے۔ ہر نظام حکومت اور ہر نظام تمدن کی بنیاد اُس عقیدہ پر ہے جو
عام طور پر مسلم ہوجاوے اور چونکہ مذہب عام طور پر مسلم ہوتا ہے لہذا جہان
ایسی حالت ہو وہان ہر نظام حکومت اور نظام تمدن کی بنیاد مذہبی عقاید کے
سطح پر ہوگی۔ اہل مذہب قوائے مخفیہ کے اُس سلسلہ کی کڑی ہین جو دنیا کی
پاسبانی کرتی ہے اور یہی لوگ ہین جنھون نے تاریخ کے عظیم الشان واقعات کو
پیدا کیا ہے۔ اگرچہ تمدن پر موجدین اور مخترعین کا عظیم الشان اثر پڑتا ہے
لیکن عملاً قوم کی سیاسی تاریخ پر مضبوط کیرکٹر رکھنے والون کا اثر پڑتا ہے
اور وہی مذہب قایم کرسکتے اور سلطنتون کی بنیاد ڈال سکتے اور نظام عالم
کو اُلٹ سکتے ہین۔ برخلاف اس کے موجدین و مخترعین مین وہ اخلاقی اوصاف
نہین پائے جاتے جن کی سطح پر کسی مذہب کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ لوتھر
جیسے گمنام راہب نے یورپ کو آگ و خون کے سمندر مین ڈالدیا لیکن

توصنی ہما احب الیکم من اللہ	جنسے تم راضی ہو اللہ اور اُس کے رسول اور اُسکی
ورسولہ وجہاد فی سبیلہ	راہ کے جہاد سے تو انتظار کرو یہان تک کہ لاوے
فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ	اللہ اپنے امر کو اور اللہ نہین ہدایت کرتا
واللہ لا یہدی القوم الفسقین	فاسقین کی قوم کو۔

پس علاوہ اقرب لوگون کے تجارت اور مساکن کو بھی احب رکھنا فسق ان آیات کے رو سے قرار دیا گیا یعنے حکم خدا کے خلاف اور یہ کہا گیا ہے کہ ایسی قوم فاسق کی اللہ ہدایت نہین کرتا جو اشخاص مذکور اور اشیاے مذکور کو احب کہین۔ مکمل مذہب کا کام مزکی کرنا کتاب وحکمت سکہانا انسان کی سودمندی وراحت بڑہانا۔ عقل انسانی کو نشو ونما دینا صالح بنانا اور غیر صالحون کو مٹانا ہے جب کسی مفید قانون کو چاہین کہ فوراً نافذ ہو تو اُسے عبادت کا جزو قرار دیکر اُسکے ماخذ کی نوعیت کو الہامی قرار دیدینا سر تسلیم کے انتہائی ادب کے ساتہہ خم کرانے کا سبب ہے جو ہرگز انسان کے بنائے ہوئے قانون کے حصہ مین نہین آسکتا۔ مکمل مذہب آگاہ کرنا اور آخرت وخدا کے خوف کے ذریعہ سے اصلاح کرنا وفلاح کی راہ دکہانا ہے۔ خدا کے قانون کی کامل اطاعت کرنا جسم کے ہر ایک عضو اور قوے اور روح کی ہر ایک طاقت کا مناسب استعمال اور تکمیل وترتیب سے خدا کا حکم بجالانا اور خدا اور انسان کے ساتہہ کامل محبت رکہنا ہے جس سے انسان کی تمام طاقتین ہم آہنگی وتناسب سے جہانتک ممکن ہے کام کرتی رہین۔ افلاطون کی راے مین مذہب استطاعت کے موافق خدا کے ساتہہ مناسبت پیدا کرنے کا نام ہے۔ اور پروفیسر ولیم جیمس ایل ایل ڈی

زیادہ قوی اور مفید یقین ہو جاتا اور ایمان بالغیب کا سبب ہوتا ہے۔ اور چونکہ مذہب کے رو سے ایسی ہستی جزا و سزا دینے والی متصرف کائنات حاضر و ناظر پر ایمان لایا جاتا ہے جو خفیہ و علانیہ ظاہر و باطن ہر قسم کے نیت ارادہ و فعل کا جاننے والا ہے۔ لہذا چونکہ جو برائیاں ہوتی ہیں اُن سے بھی انسان بچتا ہے اور تغافل شعاری و ریاکاری سے عمل نہیں کرتا بلکہ احتیاط و اخلاص سے کرتا ہے اور جو اور کسی طریق سے نہیں ہو سکتا۔ مذہب کسی قوی توانا کو رام کرنے اور رجھانے کے منتر [illegible] کا نام نہیں ہے بلکہ اُس طرز معاشرت اور اصول مماثلت کا نام ہے جس سے ہم اپنے ابناء نوع کے ساتھ مل جل کر آرام و آسایش سے زندگی بسر کر سکتے ہیں اور جس سے ہم کو روحانی ترقی و صالحیت حاصل ہوتی ہے اور جو ہماری ضروریات زندگی اور مقتضائے حیات کو پورا کرتا ہے۔ لہذا جس مذہب کا تعلق ہماری روزمرہ کی زندگی کے ہر ایک کام و شعبہ سے نہ ہوگا وہ اپنے حقیقی مدعا کو پورا نہیں کر سکتا۔ مذہب وہی سچا ہے جو معتقدین کے ہر کام میں ساری ہو اور وہ ترک لذات [illegible] ترک طیبات کی تعلیم نہ دیوے اور وظایف بشریت کا مانع نہ ہو۔ سچے مذہب کے اصول فہم انسانی کے معیار پر قابل آزمایش ہوتے ہیں۔ حیات بعد الممات کا مسئلہ اور روز قیامت سزا و جزا کا عقیدہ ہر مذہب نے کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کیا ہے۔ مذہب کی بنیاد آخرت کے اعتقاد پر ہے۔ یعنے مسئلہ بقائے روح و جزا و سزا پر یا اُن میں سے کسی پر۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی اسلوب بیان نہیں کہ جزا و سزا کے دلنشین کرنے کیلئے

گلیلیو اور نیوٹن کی آواز کے طرف اُس طرح کی توجہ نہین ہوئی۔ موجدین و مخترعین تمدن کو پیدا نہین کرتے نہ اُس کی بنیاد ڈالتے ہین بلکہ تمدن کے رفتار کو تیز اور سریع کر دیتے ہین لیکن مضبوط کیرکٹر رکھنے والے چونکہ تمدن کی بنیاد ڈالتے ہین اس لئے وہ ایک مستقل تاریخی دور کو شروع کرتے ہین۔ ملکہ راسخہ و عادات بھی تحریک کرتے ہین لیکن اُن سے قوی وہ اندرونی جذبہ محرک ہے جس کو مذہب کہتے ہین اور جبکہ اُس کے ساتھ اول الذکر ہوتے ہین تو عمل جلد اور باقاعدہ ہونے لگتا ہے۔ لہذا پارسائی دینداری کیساتھ ہونا چاہیئے۔ مذہب اور اخلاق زندگی کے دونون رُکن اعظم ہین جسطرح مذہب نظام اخلاق پر اثر ڈالتا ہے اُسی طرح خود نظام اخلاق سے متاثر بھی ہوتا ہے۔ ہر قوم کا نظام اخلاق اپنے اصلی اوصاف کے لحاظ سے قایم رہتا ہے اور اسی خصوصیت نے ہر قوم کی تاریخ کو متحد اور جامع اور مانع بنایا ہے۔ مذہب حق جدید تمدنی ضروریات پر منطبق ہوتا ہے اور انسانون مین تعامل و تصاحب و معاشرت کے ہموار و آسان ہونے کے طریق اور راحت بڑہانے و اذیت گھٹانے کا راستہ بتلاتا ہے اور اختلاف و تنازع و تفرق ہونے سے بچاتا ہے۔ مذہب کی ترکیب خوف و اُمید سے ہوتی ہے اسلئے وہ دایم الاثر و ممتاز ہوتا ہے۔ جو وجدانی و برہانی شہادتین آثار فطرت و قوانین قدرت کے رُو سے وجود باری کے نسبت ہین مذہب متواترات سے اُسکی تصدیق کرتا ہے۔ اور رسل و انبیاء ذاتی شہادت اپنے محسوس کرنے و آگاہ ہونے اور اپنے پر وحی نازل ہونے کی دیتے ہین۔ پس شہادت سے استدلال کو

حیات ذاتی سے کے جذبات کے بنظر تحفظ ذاتی بربنا سے عقل ابتدا ئے نشو و نما ہوتا ہے
لیکن بالآخر بروے قانون ایتلاف وہ محرکات خود غرضانہ زندگی کے ہو جاتے ہین۔
پس اُن جذبات سے کے توڑنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہین کہ اُن کے
مخالف جذبات اُن سے قوی تر پیدا کئے جاوین اور دنیا مین یہ مقصد محض ایک
الہامی قوت ایک ماوراے مادہ ہستی اور ایک تقید و اعتراف سے ارفع و مقدس
ذات پر اعتقاد دلانے کے بغیر پورا نہین ہو سکتا اپنے ذات کی محبت اور اپنے
فواید کا ایثار اور راحت عاجل کو قربان کرنے کا خیال جب ہی ہو سکتا ہے
جب راحت عاجل کے مقابلہ مین تخیل قوی اور مضبوط جذبہ بہ تبعیت عقل
اپنا عمل کر سکے۔ مذہب ہی عقل و جذبات مین اتحاد کرانے اور جبلی ضرورت ہو
اُن سے بہترین طور پر کام لینے کا سبب ہوتا ہے اُس سے زیادہ کوئی محر
و تخیل قوی نہین ہوتا۔ سورۂ حدید مین ہے۔

و اٰتینٰہ الانجیل و جعلنا فی قلوب	اور دیا ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو انجیل اور
الذین اتبعوہ رافۃ و رحمۃ و	ٹھرایا ہمنے جنھون نے اُسکی اتباع کی اُنکے دلین نرمی
رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنٰہا	اور رحمت کو اور رہبانیت کو اُنھون نے بنا نکالا ہمنے
علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما	نہین لکھا تھا اُسکو اُنپر مگر اللہ کی رضامندی کا چاہنا
رعوھا حق رعایتھا	پھر نہ نباہا اُنھون نے اسکو جیسا حق ہے نباہنے کا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رافت اور رحمت نصرانیون کے دل مین
اللہ تعالےٰ نے دی تھی نہ کہ رہبانیت لیکن اُنھون نے رہبانیت کو بنا
نکال لیا اور خدا کی رضامندی چاہنے کی رعایت کما حقہ نہ کر سکے اور اس

ایسے الفاظ بیان کئے جاوین جو ہمارے احساسات ظاہری کے مطابق ہون
اور کسی طرح کے احساسات کا تصور حقیقی ہو ہی نہین سکتا۔ لہذا ایمان باللہ
و یوم آخر کے ذریعہ سے معاشرت کو خوشگوار و قابل عمل بنایا جاتا ہے اور
انبیا و رسول سے تصدیق کرائی جاتی ہے تاکہ صحت و تسکین و یقین کا سبب ہو
ضرورت ترقی تمدن و حفاظت اسکی متقاضی ہے کہ حیات اجتماعی کو بھی حیات
ذاتی کے مقابلہ مین تقویت پہنچائی جاوے۔ خیالات و واقعات مذکور کے بنا پر
اگر بنیاد عمل قایم کی جاوے تو اس کے سوا چارہ نہین کہ خارجی ذرایع و
تدابیر سے افراد کی خودغرضی کو دبایا اور بجائے اُس کے اُنھین ایثار نفس
و ہمدردی وغیرہ کا خوگر کیا جاوے۔ سوال یہ ہے کہ اُس کی بہترین تدابیر
و طرق کیا ہین۔ آیا یہ غرض فلسفہ اخلاق کی تعلیم سے حاصل ہو سکتی ہے۔
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو لیکن جو فطرت بشری کے اثرات سے واقف ہین وہ
اس پر ہرگز اکتفا نہین کرسکتے۔ اخلاقی تعلیم کے تعمیم کی عملی دشواریون سے
قطع نظر کر کے عام افراد جس دماغی سطح پر عموماً ہوتے ہین [illegible] کے لحاظ سے
اُن مین یہ صلاحیت ہی نہین ہوتی کہ وہ کسی فعل کو اُس کے حُسن و قبح عقلی
کے بنا پر ترک یا اختیار کرین اور بفرض محال اگر خودغرضانہ زندگی کے نقائص
اُن کے ذہن نشین بھی کر دیئے جاوین تو بھی دلایل و براہین اسقدر اُن کیلیے
موثر نہین ہو سکتے جس قدر کہ بہ تحریک فطرت قدرت کے اور مقدس اعلیٰ ہستیون کے
احکام ہوتے ہین۔ جذبات کا زور صرف جذبات ہی توڑ سکتے ہین لہذا خودغرضی
کے جذبات کے توڑنے کے لئے مذہبی جذبات ہی سب سے زیادہ کارآمد ہو سکتے ہین

ادائے فرض کے خیال سے بھی عمل کرنے کی تحریک ہوتی ہے لیکن غفلت
وتن آسانی و راحت عاجل عموماً حارج ہوتے ہین اس واسطے دیکھا جاتا ہے
کہ بہت خوشخیال و سچے اعتقاد رکھنے والے کسی امر کے ہوتے ہین لیکن عمل
اس پر نہین کرتے - یا مثلاً تم دیکھو ... مذہب اسلام کو مذہب سچا سمجھتے
اور اُس کی تعریف کرتے ہین لیکن اعمال حسنہ طریق اسلام نہین کرتے اس کا
سبب اکثر یہی ہوتا ہے کہ اُن کے اعتقاد جذبہ کی صورت اختیار کر کے عمل
کرانے کا اُن سے سبب نہین ہوتے اور غفلت و تن آسانی اُن کو عالم
بے عملی کا درجہ دیدیتی ہے یہی وجہ ہے کہ معینہ اوقات مین عبادات کرنے کیلیے
اسلام مین احکام تاکید ہی ... نماز کے نسبت تا کہ غفلت و تن آسانی بھی کم ہو اور
جذبہ پیدا ہووے اور عادت سے عمل آسان ہوجاوے - پروفیسر بلیکی صاحب نے
خوب کہا ہے کہ بلا مذہب کے اخلاقی قواعد کی پابندی ایسا ہی ہے جیسا یہ
فرض کرنا کہ بلا جمیع واش کے دانائی و فکر و غور کے دُخانی کل تیار ہوجاوئگی -
بلا دینداری کے اخلاق ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی ندی بغیر پانی کے یا جسم
بغیر سر کے - جس طرح راستی و درستی سے کے ساتھہ اخلاقی قواعد کی پابندی بشمول
دینیت و مذہب کے ہوتی ہے ویسی دوسرے طرح پر نہین ہو سکتی کیونکہ دوسرا
کوئی قانون قانون مذہب سے زیادہ شخصی چال وچلن کی محافظت نہین کرسکتا
اور اُس کو درست نہین رکھہ سکتا - لہذا نوجوانون پر لازم ہے کہ وہ زمانہ حال
کے اُن مختلف اخلاقی قاعدون پر جو بلا صداقت کے قایم کئے گئے ہین شیفتہ نہون
اور خوب سمجھہ لین کہ اصل بنیاد حُسن اخلاق کی سچی دینداری ہے - اور اُس کا سرچشمہ

طریق بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رہبانیت کس کو کہتے ہین یعنے یہ کہ رافت
ورحمت کے مفرط نرمی کو کہتے ہین اور اس کے وجہ سے عیوب پیدا ہوجاتے
ہین جن کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے آرام اور حقوق سے مستفید نہ ہونا اور اعضا
کو بیکار کردینا اور اس طرح اپنے کو ایسے کم درجے پر ظاہر کرنا جو سچا ہے
اور ریاکاری و بدکاری کرنا وغیرہ۔ اب دیکھو کہ نصرانی رہبان کیا کرتے تھے
ہر قسم کے لذیذ کھانون اور راحت سے نظاہر پرہیز کرتے تھے کپڑے خاص
قسم کے خراب پہنتے عبادت ظاہری مین مشقت کرتے اپنی قوتون و اعضا
کو بیکار کردیتے اور اُس کو عبادت سمجھتے اور لوگون کے سامنے اپنے
آپ کو مسکینانہ پیش کرتے وریاکاری و بدکاری کرتے اور اپنے کو زہی
کہلواتے تھے غرضکہ اپنی خواہشون کو مردہ کردینا اصل اصول سمجھتے تھے
وراسی قسم کے افعال کرتے تھے جنکا استقرار ہوسکتا ہے۔ لہذا اس قسم
کے افعال محمود نہین ہین بلکہ مذموم ہین اور خدا تعالے کی رضامندی اُسسے
نہین حاصل ہوتی بلکہ وہ رضاے الٰہی کے خلاف ہین اور بدعت دین مین
پیدا کرلینا ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایمان ہو اور اُس کے مطابق عمل نہ ہو یا
عمل ہو اور اُس کے مطابق ایمان نہ ہو یعنے عمل بربناے ایمان نہ ہو کیونکہ ممکن
ہے کہ اعتقاد نے جذبہ قوی و غالب کی صورت نہ اختیار کی ہو یا عمل خلاف
اعتقاد کے ہو یا غفلت یا دیگر وجوہ سے خلاف ہوجاوے لہذا ایمان ایسا
قوی ہونا چاہیئے کہ عمل صالح کرنے کا جذبہ اس قدر قوی ہوجاوے اسی مصلحت
وحکمت سے ایمان و عمل دونون کی بابت قرآن مین حکم ہے عقل و تجربہ و علم

جہان تک جان و مال کے امن سے متعلق ہوتا ہے وہ اُس زمانہ کی حالت کے
مطابق نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہنچا ہے۔ پس آنحضرت نے اسیطرح کیا
اور آیندہ کے لئے یہ فرماکر کہ انتم اعلم بامور دنیاکم اُس کو آیندہ آنیوالون کے
ہاتھون مین چھوڑدیا۔ ہم ہرایک تمدنی و اخلاقی اصلاح کے حمایتی سے پوچھتے
ہین کہ اس سے بڑھکر اور کس حکم و آزادی کی ضرورت ہے۔ اور اس سے
صاف زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے مذہب اسلام کا وہ حصہ جس مین بالکل تغیر
نہین ہوا اور جس سے اُس کے بانی کے طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے
مذہب اسلام کا نہایت روشن حصہ ہے جس سے ہماری مراد اُن کے بیانات
اخلاقی سے ہے وہ ہمارے دعوے کے لئے کافی برہان ہے۔

قومی زندگی پر اصول کا حقیقی اثر اور اُن کی کامیابی اور موثر طاقت کا بہترین زمانہ و اتحاد و امتزاج اصلی قوم نہ کہ مصنوعی قوم بننے کیلئے۔

قومی روح پر اصول کا حقیقی اثر اُس وقت تک نہین ہوتا جب تک کہ بتدریج
اُس کا خمیر پختہ نہ ہو جاوے اور عالم شعور کی بلندی سے اُترکر وہ انسان کے
غیر شاعرانہ مرکز عمل مین نہ آجاوے کیونکہ اس وقت وہ نظام عالم کا ایک جزو
بنجاتے ہین اور قوم کی زندگی پر اُن کا اثر پڑتا ہے۔ جب اُن اصول کا خمیر طیار
ہوجاتا ہے تو چونکہ وہ عقل کی حکومت سے آزاد ہوجاتے ہین اس لئے شدت
کے ساتھ اُن کا اثر پڑتا ہے۔ ہم کو علانیہ نظر آتا ہے کہ جس دل پر کسی مذہبی
یا غیر مذہبی اصول کے اثر کا استیلا ہوجاتا ہے اُس کا یقین عقل سے بالکل
متاثر نہین ہوتا بلکہ دوسرے اصول کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنے

غذا ہے۔ کباسیاتی۔ بغیر مذہب و اخلاق کے حیات بے لطف ہوتی ہے اور حقیقی تسکین
و قناعت و فارغبالی سے انسان بعید رہتا ہے اس طرح اپنے مقصد حیات کو
[illegible] عروج کمال تک نہین پہونچتا۔ [illegible] ہیوم صاحب
کہتے ہین کہ اول مجھے یقین تھا کہ علم قوت عظیم ہے اور [illegible] کی علمی تعلیم کار آمد مفید
ہوتی ہے مگر اب میرا یہ یقین دور ہوگیا اور کامل تجربہ سے یہ مجھے دریافت ہوا
کہ جماعت کی موجودہ حالت ایسی ہو رہی ہے کہ اگر عقلی اور علمی تربیت کیساتھ
اخلاق و دینداری کی تعلیم نہ ہو تو وہ محض زہر آلود ہوتی ہے اور بجاے فایدہ
کے ضرر پہنچاتی ہے۔ مشہور مصنف ڈاکٹر اسمائلس فرماتے ہین کہ فہم و فراست
کی تربیت کا اثر اخلاقی کردار پر بہت کم ہوتا ہے بہتیرے تعلیمیافتہ اور پڑھے
لکھے بدکردار مسرف زیانکار نا عاقبت اندیش میخوار اور شریر ہوتے ہین۔ لہذا
یہ ضروری اور لازمی امر ہے کہ تعلیم کی بنیاد پارسائی اور مذہبی اصول پر رکھی
جاوے۔ سر والٹر اسکاٹ نے اپنے بستر مرگ پر لاکہارٹ اپنے داماد سے
یہ الفاظ کہے تھے۔ "نیکوکار ہو۔ پابند دین بھی رہو اور ایک اچھے آدمی رہو
پس اس کے سوا اور کسی طرح تمہین اُس مقام پر جہان مین لیٹا ہون اطمینان
قلب نہین حاصل ہو سکیگا۔ روحانی برتاو کی نیکی تمدنی برتاو کی خوبی کو لازم
ہے الا تمدنی برتاو کو روحانی نیکی یا بدی سے تعلق ہونا کچھ ضرور نہین ہے۔
پیغمبر کا کام روحانی نیکی کا بتانا ہوتا ہے اور جہان تک اُس کو تمدن سے تعلق
ہوتا ہے بطور لزوم کے ہوتا ہے کیونکہ وہ خود انسان کی حالت کی ترقی کے
ساتھ ترقی پاتی جاتی ہے۔ ملکی انتظام محض ایک دنیاوی کام ہوتا ہے اور

تصادم میں قوی عقیدہ ہی کو فتح حاصل ہوگی لیکن اگر کوئی عقیدہ ایسے عقیدہ
کے ساتھ ٹکرائے جس کی قوت اُس کے برابر ہے تو جنگ مساویانہ حالت
کے ساتھ قایم رہے گی اور فتح وظفر کا فیصلہ اُن خارجی حالات پر معلق رہیگا
جو اُن میں سے کسی فریق کے محیط ہیں۔ ان حالات میں قوت اخلاق اطاعت کیشی
اور حسن نظام کو خاص طور پر اہمیت حاصل ہے۔ پس یہ حقیقت واضح ہو
کہ اگر اخلاقی حیثیت سے دو مساویانہ قوت میں تصادم ہو تو اُس کو فتح حاصل
ہوگی جس کا نظام مستحکم اصول پر قایم ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے
کہ فتح اعتقاد والوں ہی کو ہوتی ہے اُس میں مذہب وسیاست کی تفریق نہیں
بلکہ قوت اعتقاد کا نتیجہ دونوں جگہہ یکساں طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے وجن کا نظام
استحکام سے قیام رکھتا ہے اُن کو ترجیح ہوتی ہے۔ کام کا ذہن اگر دیوانگی
تک پہنچ جاوے تو بھی مفید ہے۔ سخت جوش اگر دیوانگی کے حد قریب پہنچ
جاوے تو بھی وہ ایک مفید بلکہ ضروری محرک ہے۔ علی الخصوص اگر کام میں
بھی تقسیم محنت سے زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے اور محنت کی تقسیم نہیں جب ہی
ہوسکتی ہے کہ محبان انسان کی ہر ایک جماعت اپنے فرض کی کم وبیش تابع
ہو جاوے یعنے اُس جماعت کو اپنے کام کا بہت ہی زیادہ اعتقاد وجوش ہو
شاید خدا تعالے کے رحمانہ نظام کاینات کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے
اعتقاد میں تزلزل واقع نہ ہو۔ اگر افراد میں جذبہ بھی مستحکم اور ضبط نفس کی
بھی قوت ہو اور قومی فضایل بھی اور وہ فرایض وحقوق بھی ادا کرتے ہوئے
ہوں لیکن قومی توحد دیکر نگی نہ ہو تو اُن سے اصلی قوم اُن افراد کی نہیں بن سکتی

مسلمہ اصول کے ساتھ مدغم کرلیتا ہے۔ پس جب تک اصول عالم شعور سے اُتر کر انسان کے غیر شاعرانہ مرکز عمل مین نہ آجاوین قومی زندگی پر اُن کا حقیقی اثر نہین پڑتا ہے۔ جب اُن کے اصول کا دور نشر و اشاعت اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ صرف سریان خیال یعنے نقل زبان و نقل فعل کے ذریعہ سے وہ پھیلنے لگتے ہین تو اُن کی کامیابی کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے۔ رائے عام جن اصول کو جس قدر سرعت کے ساتھ قبول کرلیتی ہے اُسی قدر اُن مین موثر و جذبی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی طاقت اُس کو رفتہ رفتہ دماغ کیطرف لیجاتی اور اُسمین اُن کو مرتکز کردیتی اور اُس مین اُن کا قایل اطمینان ملکہ پیدا کردیتی ہے اور وہ خاک کے ذرون کی طرح تمام خیالات ملکہ اُس کے تمام اعمال مین سرایت کرجاتی اور موروثی عادات کا ایک جزو بنجاتی اور قرنون اُن کو محفوظ رکھتی ہین۔ اور جب وہ اُن سادہ لوح لوگون کے قلوب مین مرتکز ہوجاتے ہین جو بغیر بحث و مباحثہ کے اُن کو قبول کرلیتے ہین تو پہاڑ کیطرح اٹل ہوجاتے اور سیلاب کی طرح بہتے ہین۔ چنانچہ ہر قوم مین اس قسم کی نظایر ملتی ہین جنہون نے اپنے اصول راسخہ کے لئے اپنی جانین بیدریغ قربان کردی ہین۔ یہی وہ عالم ہے جس پر وہ عظیم الشان واقعات ظہور پذیر ہوتے ہین جو تاریخ مین انقلاب عظیم پیدا کردیتے ہین۔ کسی عقیدہ کی قوت نفوذ کو صرف وہی عقیدہ ضعیف کرسکتا ہے جو قوت و نفوذ مین اُس کے برابر ہو اس بنا پر ایمان کو صرف ایمان ہی باطل کرتا ہے اور جو مادی قوت عقیدہ کی راہ مین حایل ہوجاتے ہین۔ وہ قوی عقیدہ کی تبعیت کرتی ہین۔ ہمیشہ

اُس پر ثابت قدم رہے فطرتاً تمام انسان مساوی الرتبہ ہین فارق اُن مین مدارج اخلاق و فضل طبعی ہین۔ سورۂ حجرات مین ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ٥ اکرم تمہارا اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے بڑا متقی ہے۔

پس یہ کہنا کہ انسان کو انسان سے غفلت کرنا چاہیئے نوع انسان کی عالمگیر اخوت و قرآن مجید کی ہدایت کی اہانت ہے۔

مذہب و خدا کا اعتراف و مذہب و سائنس و فلسفہ کے حاروں

زمانہ سابق مین بڑا فلاسفر انگلستان مین سر ایزک نیوٹن ہوا ہے اُس کے نسبت یورپ کے نامور علما کا قول ہے کہ یونانی فلسفہ کے موجد سے اس وقت تک علم نے جس قدر ترقی کی تھی اُس کا ذخیرہ اُس کے دماغ مین موجود تھا اُس نے اجسام کی باہمی کشش کا مسئلہ دریافت کرنے سے علمی دنیا مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کیا۔ باوجود اس علم و فضل کے وہ خدا کے وجود کا دل سے اقرار کرتا تھا اور مذہبی فرائض سرگرمی سے ادا کرتا تھا اُس کا قول آخر عمر تک تھا کہ خدا کی قدرت کے لاانتہا اسرار کے سامنے میری حالت ایسی ہے جیسے ایک بچہ سمندر کے کنارے سنگریزون سے کھیل رہا ہو اور اُس کو سمندر کے تہ کی خبر نہ ہو۔ ڈارون صاحب کے نظریہ ارتقا کے نسبت یہ راے ہے کہ یہ نظریہ علوم طبعیہ مین ایسا ہی انقلاب پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ نیوٹن کے ضابطہ تجاذب اجسام نے علوم ریاضیہ میں پیدا کیا تھا۔ اُس نے خدا کا انکار کبھی نہین کیا بلکہ وہ اپنے اُس کتاب مین جو اُس نے نباتات اور حیوانات کے تعلقات پر لکھی ہے تحریر کرتا ہے کہ بعض عالی دماغ مصنف اس بات کا یقین کرتے ہین ہر ایک نباتی اور

بلکہ اُن کے لیئے لازم ہے کہ عقاید و فواید و احساس ایک طرح کے ہون تاکہ
جذبات و خیالات و عقاید اور منافع عامہ کا اتحاد مزاج عقلی قومی کے اتحاد کو
مستقل و پایدار بنا دے - دنیا مین جب کوئی قوم اتحاد و امتزاج کے اس درجہ
پر پہنچ جاتی ہے تو خود بخود غیر محسوس طور پر تمام اثرات اپنے فواید مین متحد ہو جاتے
ہین اور منازعات کے اسباب کا قلع و قمع ہو جاتا ہے - پس وہ قوم بھی جو شاندار
تمدن و قدیم تاریخ کا سرمایہ رکھتی ہو جب تک اُس کی حالت مین توحد و یکرنگی
نظر نہ آوے اُس کو مصنوعی یا تاریخی قوم کا لقب دینا موزون ہوگا نہ کہ اصلی
و خالص قوم کا - موجودہ متمدن قومین بالکل تاریخی و مصنوعی قومین ہین -

انسان و ایکٹر - کے فرایض مین مماثلت و اتقا کا اکرم ہونا و بابی
غفلت انسان یا انسان کا اعتقاد اہانت انسان و ہدایت قران

ہے - اے انسان تیری حیثیت اس دنیا مین ایکٹر کی سی ہے تیرا کام یہ ہے
کہ جو پارٹ تجھ کو دیا گیا ہے اُس کو ادا کر اور رضاے مولے کو از ہمہ اولی
جان اور کامل درجات حاصل کر اور سر تسلیم خم کر کے اسلام کو مان - ایکٹر کو
اس سے بحث نہ ہونی چاہیئے کہ اُس کو حاکم کا پارٹ دیا گیا ہے یا محکوم کا
غنی کا یا مفلس کا اُس پر بحث کرنا ہی ناشکری ہے - فرض یہی ہے کہ پارٹ
خوبی و خوش اسلوبی سے ادا ہو - ایسے لوگ بھی ہوتے ہین کہ زبان سے
جس پر اصرار کرتے ہین اُس پر قرار نہین رکھتے زبان کچھ اور عمل کچھ
ہوتا ہے لیکن اے ایکٹر تیرا فرض ہے کہ جو تو کہے اُس پر عمل کرے
اور جو وعدہ و معاہدہ تو کرے اُس کو پورا کرے اور تا بہ امکان و استطاعت

پھر کسی جواب کی ضرورت نہ رہے اور وہ جواب یہ ہے کہ اس عظیم الشان کائنات سے پرے ایک غیر محدود اور لازوال ہستی موجود ہے جو اس تمام کائنات پر حکمران ہے کون ہے جو اس اقرار سے گریز کر سکتا ہے مگر غور کرو کہ یہ ان معجزات کے اقرار سے بدرجہا زیادہ حیرت انگیز ہے جن کو دنیا کے مذہبوں کے ماننے والے ہم سے بیان کرتے ہین۔ اس اقرار پر پہنچکر لازم ہے کہ ہم نہایت عجز و ادب سے اُس حیرت انگیز اور عظیم الشان ہستی کے سامنے جُھک جاوین اور فرش خاک پر بے اختیار گر پڑین جس کی عظمت اور قدرت دنیا کی ہر چیز سے ظاہر ہے اور جس کی حمد و ستایش زبان حال سے مادہ کا ہر ذرہ کر رہا ہے وہ لاانتہا و لازوال ہستی کسی نام سے پکاری جاوے کچھ پروا نہین ہے کیونکہ مسلمانون مین وہی اللہ یہودیون مین وہی یہوہ ہندوؤن مین وہی پرماتما اور عیسائیون مین وہی مسیح ہے۔ ایک دفعہ پاسٹیور سے ایک طالب علم نے سوال کیا تھا کہ اس علمی تحقیقات پر جو آپ نے کی ہے یہ تعجب خیز ہے کہ اپنے مذہب کے آپ دل سے قایل ہین آخر علم اور مذہب مین مطابقت آپ کیونکر کرتے ہین۔ پاسٹیور نے کہا کہ علمی تحقیقات مین مشغول رہنے اور قدرت کے اسرار کے مطالعہ کرنے سے میرے مذہبی عقاید مین کوئی خلل نہین آیا بلکہ میرا عقیدہ مذہب پر ایسا ہی پختہ ہو گیا ہے جیسا کہ انگلستان کے ایک کسان کا عقیدہ ہوتا ہے اور اگر مین آپ سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ علم کا جویا اور اسرار قدرت کا مطالعہ کرنیوالا ہوتا تو مجھ کو یقین ہے کہ میرا یقین خدا پر اور مذہب کی صداقت و روحانیت پر ایک کسان کے یقین سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ مذہب فلسفہ سائنس ان

حیوانی نسل بجائے خود مستقل طور پر پیدا ہوئی ہے مگر میں یقین کرتا ہوں کہ خدا نے
جن قوانین کو مادی چیزوں پر حکمرانی عطا کی ہے وہ اس امر کے نسبت گمان
غالب پیدا کرتے ہیں کہ یہ تمام نسلیں کرہ زمین میں بتدریج پیدا ہوئی ہیں اور ان میں سے
ایک نسل دوسری نسل کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور مقام پر
لکھا ہے کہ ہم جس طریقہ سے زندگی اور اس کی مختلف طاقتوں پر غور کرتے ہیں
جس کو خدا نے ہمیشہ سے زندہ مخلوقات میں متحرک کر رکھا ہے کیا اس طریقے میں
کوئی اصلی عظمت نہیں ہے کیا اس طریقہ تحقیقات سے کچھ فایدہ نہیں ہے
ہم یقین کرتے ہیں کہ چھوٹی سی چھوٹی اور باریک سے باریک زندہ مخلوق سے لیکر
بڑی سے بڑی اور اعلی سے اعلی مخلوق تک سب میں زندگی کی یہ عجیب و غریب
طاقتیں جلوہ نمائی کرتی ہیں۔ اور ان کو پستی سے برتری کے طرف اور نقص سے
کمال کے طرف لیجارہی ہیں۔ پاسٹیور جو فرانس کا نامور محقق ہے اور جس نے
کتے کے کاٹنے کا علاج دریافت کیا ہے اور جو علم جراثیم کا بڑا ماہر خیال کیا جاتا ہے
لکھتا ہے کہ اس نیلی اور تاروں بھری چھت سے آگے کیا ہے اس کو ہم حیرت سے
دیکھتے ہیں کیا چیز ہے اگر کہا جاوے کہ ایسے ہی آسمان ہیں اور ستاروں سے بھرپور
ہیں تو بھی یہی سوال پھر پیدا ہوتا ہے اور ہماری عقل برابر یہی سوال کرتی جاتی
ہے کہ آخر اس سے آگے کیا ہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے اور کتنا ہی فاصلہ
خیال میں لایا جاوے یہ ممکن نہیں کہ ہماری عقل کسی نقطے پر ٹھہر جاوے اور یہ
سوال کرنا چھوڑ دے۔ غور کرو کہ بار بار ایک ہی سوال کرنے اور ایک ہی
جواب دینے سے کیا فایدہ ہے۔ ہمارا دل ایسے جواب کا طالب ہے جس کے بعد

ہربرٹ اسپنسر کے نسبت زمانہ حال کے مغربی علمار کہتے ہین کہ وہ دنیا مین سب سے بڑا فلاسفر اور سب سے بڑا سائنس دان تھا اور اُس وقت سے جبکہ علم کے سورج کا طلوع ہوا اُس وقت تک کوئی عالم اور کوئی محقق اُس کے ہمسری کا دعوے نہین کرسکتا تھا اُس کا فلسفہ آخری فلسفہ اور اُس کا علم دنیا کی گذشتہ اور موجودہ قومون کی معلومات کا مجموعہ ہے اُس کا قول تھا کہ سائنس کی تعلیم سے خدا کی عظمت وجلال کا انکار پیدا نہین ہوتا بلکہ جو شخص نیچرل سائنس کی تحقیقات مین رات دن سرگرم رہتا ہے وہ زبان ہی سے نہین بلکہ اپنے عمل سے بھی اُس کی لازوال اور عظیم الشان ہستی کا اعتراف کرتا ہے۔ دوسری جگہہ وہ کہتا ہے کہ ہم اسباب وعلل کے تلاش مین جب تک مسئلہ علت اولیٰ کے قایل نہون ہم کسی پر قایم نہین ہوسکتے اور فی الحقیقت علت اولیٰ کے ماننے کے سوا کوئی اور چارہ نہین اور ہم کو مجبوراً اُسے لامحدود وابدی ماننا پڑتا ہے عقل انسانی علم حقیقی کے حصول سے عاجز ہے جس طرح مذہب کنہہ ذات اور عالم غیب کی حقیقت سمجھا نہین سکتا اسی طرح فلسفہ سائنس مادہ و حرکت کی ماہیت زمان ومکان کی کیفیت نہین بتا سکتا۔ مذہب فلسفہ وسائنس ان سبھون کی اگر راہ ملی ہے تو اُس مقام پر کہ وہ طاقت جس کا ظہور یہ عالم ہے کلیتاً ہمارے ادراک سے باہر ہے۔ (اصول اولیہ صفحہ ۴۶ اسپنسر [illegible])

کہ مذہب کا یہ دعوے ہے کہ وہ اُس طاقت کا سمجھا ہوا ہے۔ پس اگرچہ مذہب اُس طاقت کو ناقابل ادراک بتاتا ہے لیکن رسل جو ذریعہ مذہب ہین ا[illegible]

[illegible] دیتے اور غیب کی حقیقت کو جہان تک الف[illegible]

تینون کی سرحدین وہان ملتی ہین جہان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طاقت جس کا مظہر یہ عالم ہے ہمارے ادراک سے مافوق ہے اُسی سے کاینات کی ابتدا ہوئی اور مذہب مین اسی کو ایمان بالغیب کہتے ہین۔ اسپنسر نے کہا ہے کہ کاینات کی ابتدا کسی خارجی قوت کے پیدا کرنے سے ہوئی مظہر اُس کا موجود ہے لیکن جس طاقت کا وہ مظہر ہے اُس طاقت کا ادراک نہین ہوسکتا وہ غیب مین ہے۔" پس ایمان بالغیب سے زیادہ موزون لفظ اُس ایمان لانیکی بابت اور کیا ہوسکتا ہے جو بذریعہ خبر انبیا ورسل وکتب سماوی اور یقین کے درجہ پر پہنچتا ہے۔ پروفیسر اے لنکسر کہتا ہے کہ سائنس نظام فطرت کے علم کا نام ہے جو مشاہدہ تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ جمہور علمار کی راے مین سائنس اُن قوانین عام کا نام ہے جو فطرت کے قوتون پر نافذ ہین۔ عقل وذہانت کی کاروائی کیسی ہی اعلی ہو صرف تعلقات دریافت کرنے تک محدود ہے اور اُس سے آگے نہ اندرونی حالات کو جان سکتی ہے نہ بیرونی وسایل کو صرف اتنا جانتی ہے کہ کونسی چیز کس کے ساتھ ہوتی ہے یا کس چیز کے بعد کونسی چیز آتی ہے۔ پس صداقت صرف یہی ہے کہ ہم تعلق کو ٹھیک دریافت کرلین اور غلطی یہ ہے کہ تعلق کو ٹھیک نہ دریافت کرین غرض تفکر چونکہ تعلق دریافت کرنے کا نام ہے اس لئے کوئی قوت متفکرہ تعلق سے آگے نہ بڑھ سکیگی۔ اور چونکہ زندگی اپنے تمام مظاہر مین بشمول قوت عقلیہ تا درجہ غایت اندرونی وبیرونی تعلقات کے ایک مسلسل ومطابقت ودرستی کا نام ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے علم کو محض تعلقات سے تعلق ہے (انتخاب قول اسپنسر)

نہین ہوتی جیسے کسی پتھر کے بذاتہ متحرک نہ ہونے سے یہ کہنا کہ اُس کا ہلانا ممکن ہی نہین ہے ویسا ہی مادہ وقوت کو اپنے آپ نہ فنا کرسکنے کی وجہ سے قایم کہنا صحیح نہین ہے - مادہ وقوت مین نہ ارادہ ہے نہ سمجھ اور نہ حکمت پس خود اُن کا وجود مستلزم وجود خالق ہے - دنیا مین علت ومعلول کا سلسلہ قایم ہے - ہر عمل کا نتیجہ قدرتی طور پر باہم مشابہ ومطابق ہوتا ہے - صداقت ہر جگہ یکسان ہے یعنے قوانین فطرت عالمگیر ہین اور تمام موجودات پر یکسان عمل کرتے ہین امام فخرالدین رازی کہتے ہین الانا نقول قدرتہ علی خلقہا ابتداً لاینافی قدرتہ علیہا بواسطۃ خلق معنی القوی الموثرۃ والفاعلۃ فی الاجسام - مین کہتا ہون کہ خدا کا ان تمام چیزون کے پیدا کرنے پر ابتداءً قادر ہونا اس کے منافی نہین کہ ان قوائے فاعلہ ومنفعلہ کے ذریعہ سے ان پر قادر ہو -

سائینس سے مشاہدہ وتجربہ کی عادت - سائینس کی تعلیم سے گردوپیش کی اشیاء - واقعات اور نتایج کے بابت صحیح راے قایم کرنی صرف اسی صورت مین ممکن ہے جب کہ ہم کو یہ معلوم ہو کہ گردوپیش کے قدرتی مظاہر ایک دوسرے پر منحصر ہین - الفاظ کے معنون سے خواہ کتنی ہی واقفیت کیون نہ ہو یہ واقفیت علل ومعلولات کے بابت صحیح نتایج نکالنے کی ذمہ داری نہین کرتی - سائینس کے بیشمار فوائد مین سے ایک فایدہ یہ بھی ہے کہ اُس سے مشاہدہ وتجربہ کی عادت ضرورتاً پیدا ہوتی ہے -

سائینس کی تعلیم سے مذہبی تعلیم بھی حاصل ہوتی ہے - کچھ شک نہین کہ یہ بیان حیرت واستعجاب کا موجب ہوگا کہ ہماری معمولی تعلیم پر سائینس کی

لہذا لاادریت و دہریت کا حجاب اس طرح دور ہوتا اور عرفان مذہب کے ذریعے
ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کاینات کا خود بخود موجود ہونا خلاف قیاس
اسلیے بھی ہے کہ کاینات کا آغاز کیونکر ہوا اسی طرح لاادریت کا دعوے صحیح نہین
کیونکہ اُس کے دعوے کرنے والے سمجھنا نہین چاہتے نہ یہ کہ نہ سمجھ سکتے اور نہ رائے
قایم کر سکتے اور دنیا کو مفید بنا سکتے ہون رہا لیکہ مذہب کا یہ دعوے ہے کہ نہ
اُس طاقت کا بھیجا ہوا ہے جس کا مظہر یہ عالم ہے اور اُس کے بھیجنے کا مقصد
عرفان و عمل صالح و سودمندی و ترقی و اصلاح و راحت کلی و دنیا کا مفید بنانا ہے
پس لاادریت کا دعوے اگر یہان تک محدود رہے کہ جسکے ذات کا ادراک نہین کر سکتے
اُسکے وجود کا یقین نہین کرتے تو ہو سکتا ہے لیکن پھر یہ کہنا کہ جس کا ادراک نہین اُس کا وجود
بھی نہین یہ دعوے غلط و بلادلیل ہے زیادہ سے زیادہ وہ مظاہر قدرت پر نظر کر
ایسا کہہ سکتے ہین جو صحیح نہین اور اگر یہ اضافہ نہین کیا جاتا تو منافی اس کے
نہین کہ اخبار متواتر سے تو یہ ثابت ہے۔ لہذا لاادریہ کا کوئی فرقہ اور کوئی مذہب جاری
نہ ہوا۔ مذہب ہمارے بڑے جذبات کو روک سکتا ہے اور اچھے اعمال کی
ترغیب امید جزا سے دیسکتا ہے اور قوی جذبات کے مقابلہ مین مذہب ہی
قوی جذبہ بنکر بہترین طور پر اس کا مقابلہ کر سکتا ہے حالانکہ لامذہب دہریہ کے
ایسے صالح و مصلح و امید افزا اور ایسے مضبوط اور قوی جذبات نہین ہو سکتے۔ لاادریہ
کہتے ہین کہ ہم کچھ نہین جانتے نہ جان سکتے ہین اُن کو علمی طور پر عمل کرنا اور عملی
میدان مین آنا اور اصول کو فہم انسانی کے معیار پر آزمانا چاہیے۔ اس ثابت
ہونے سے کہ مادہ اور قوت اپنے آپ کو فنا نہین کر سکتے اُن دونوں کی قدامت ثابت

تعلیم دیتا ہے محض غلط ہے و سائینس کا لامذہبی کی تعلیم دینا تو ایک طرف رہا خود
سائینس سے غفلت کرنی بے دینی ہے۔ مخلوقات الٰہی جو ہمارے گرد و پیش
موجود ہین اُن کا مطالعہ نہ کرنا بے دینی ہے۔ ایک ادنیٰ مثال سے اس بات
کو سمجھہ لو۔ فرض کرو کہ بعض لوگ روزمرہ کسی مصنف کی تعریفون کے پُل باندہا کرین
فرض کرو کہ مصنف کی جسقدر تعریفین کیجاتین اُن کا مضمون ہمیشہ یہی ہو کہ اُسکی
تصانیف کی دانائی عظمت و جلالت اور خوبی و لطافت کا اعتراف کیا جاوے۔
فرض کرو کہ جو لوگ اس طرح اُس کی کتابون کی صفت و ثنا متواتر بیان کرتے
رہتے ہین وہ اُن کتابون کی صرف بیرونی صورت دیکھنے پر قناعت کرین اور
اُن کا مضمون سمجھنے کی کوشش تو الگ رہی کبھی اُن کو کھولکر بھی نہ دیکھین
بہلا ایسے آدمیون کی تعریفون کی (جو "تحسین ناشناس" کا مصداق ہین) ہم کو
کیا قدر کرنی چاہیئے؟ اُن کی صداقت و راستبازی کے نسبت ہم کو کیا
خیال کرنا چاہیئے۔ تاہم اگر چھوٹی چیزون کا بڑی چیزون کے ساتھہ مقابلہ کیا
جاوے تو ہم کو معلوم ہو جاوے گا کہ موجودات عالم اور اُس کی علت
(خدا تعالےٰ) کے نسبت بھی بنی نوع انسان کا طرز عمل عموماً اسی قسم کا ہے،
نہین بلکہ اس سے بھی بدتر۔ فقط اتنی ہی بات نہین کہ وہ بغیر مطالعہ کے اُن
چیزون کے پاس سے کترا کر نکل جاتے ہین جن کو روزمرہ نہایت عجیب غریب
بتاتے ہین بلکہ جو لوگ قدرت کے مشاہدے مین اپنا وقت صرف
کرتے ہین اکثر اوقات اُن پر یہ الزام لگاتے ہین کہ وہ فعل عبث مین اور
اوقات ضایع کرتے ہین۔ جو لوگ ان عجائبات مین عملی ذوق و شوق ظاہر

تعلیم اس وجہ سے بھی فایق ہے کہ اس سے مذہبی تعلیم حاصل ہوتی ہے
درحقیقت الفاظ سائینس اور مذہب کو ہیان اُن کے معمولی محدود معنون
مین نہین بلکہ اُن کے نہایت ہی اعلیٰ اور وسیع معنون مین ہم نے استعمال
کیا ہے - بیشک سائینس اُن توہمات کا دشمن ہے جو مذہب کے نام سے
مشہور ہین نہ کہ اصلی و حقیقی مذہب کا جس کو یہ توہمات محض پوشیدہ
کردیتے ہین - اس مین بھی شک نہین کہ بہت سا سائینس جو رایج ہے اُسمین
لامذہبی کی روح غالب ہے مگر نہ اُس سچے سائینس مین جو سطح سے گذر کر
تہ تک پہنچ گیا ہے - سچا سائینس اور سچا مذہب توام بھائی ہین - اُنکی باہمی
جدائی یقیناً دونون کی موت ہے - سائینس مین جسقدر مذہبی روح ہوگی ٹھیک
اُسی مناسبت سے وہ ترقی کرے گا - اور جہان تک سائینس کی گہرائی اور
مضبوطی پر مذہب کی بنیاد قایم ہوگی ٹھیک اُسی مناسبت سے مذہب سرسبز
ہوگا - حکمار نے جو بڑے بڑے کام کئے ہین محض اُن کی عقل و ذکاوت کا
ثمرہ نہین ہین بلکہ زیادہ تر اس بات کا ثمرہ ہین کہ مذہبی جوش نے جو اُنکی
طبیعت مین نمایان طور پر پایا جاتا تھا اُسنے اُن کی عقل کو سیدھے راستہ پر
ڈال دیا تھا علمی حقایق زیادہ تر اُن کے صبر اُن کی محنت اُن کی استبازی
اور اُن کی نفس کشی کی بدولت منکشف ہوئے ہین نہ کہ ان کی منطقی
ذکاوت کے بدولت یا اور کسی مخالف ذریعہ سے -

سائینس سے بے دینی کی تعلیم نہین دیتا بلکہ سائینس سے غفلت
کرنی بے دینی ہے - بہت لوگون کا یہ خیال کہ سائینس لامذہبیا اور بیدینی کی

وہ دیکھتا ہے کہ جن قوانین کی ہم کو فرمانبرداری کرنی چاہیئے وہ نامہربان بھی ہین
اور مہربان بھی۔ وہ دیکھتا ہے کہ اُن قوانین کی پابندی سے ہر شئے کی
رفتار ہمیشہ زیادہ تر کمال اور اعلیٰ تر خوشی کے طرف رجوع کرتی ہے۔ یہی
وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اُن قوانین پر زور دیتا ہے اور جب اُن کیطرف سے
بے پروائی کی جاتی ہے تو اُس کو غصہ آتا ہے۔ اور اس طرح چیزون کی
ازلی و ابدی اصول اور اُن کی تعمیل کی ضرورت کا اقرار کرکے حقیقت مین
اپنے تئین مذہبی آدمی ثابت کیا کرتا ہے۔
سائنس اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کُنہ حقیقت کا
سمجھنا نہ صرف عقل انسانی بلکہ خیال و قیاس سے بھی بالاتر ہے۔
آخر مین ہم سائنس کی ایک اور مذہبی حیثیت دکھاتے ہین۔ وہ یہ کہ زندگی کے
رازہاے سربستہ کے ساتھ ہم کو جو تعلق ہے اُس تعلق اور نیز خود اپنے نفس کا
صحیح تصور سائنس ہی کے بدولت حاصل ہو سکتا ہے۔ سائنس اُن تمام
باتون کو بتاتا ہے جن کا جاننا ممکن ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے اُس حد کو بتاتا
ہے جس کے آگے کا حال ہم کو کچھ نہین معلوم ہو سکتا۔ سائنس ہم کو
بطور اعتقاد کے یہ بات نہین سکھاتا کہ علت العلل کی ماہیت کا سمجھنا
محال ہے بلکہ ہر طرف اُس سرحد پر پہنچا کر جس سے آگے قدم رکھنے کی مجال
نہین اس امر کے محال ہونے کو کھلم کھلا ہم سے تسلیم کرا لیتا ہے۔ سائنس اس
بات کو براے العین مشاہدہ کرا دیتا ہے اور کسی دوسرے طریقہ سے اس سے
بہتر یہ بات حاصل نہین ہو سکتی کہ یہ سمجھا جاوے کہ اُس ہستی کے آگے جو عقل انسانی

کرتے ہین سچ مچ اُن کو حقیر سمجھتے ہین ۔ پس ہم مکرر بیان کرتے ہین کہ سائینس نہین بلکہ سائنٹس سے غفلت کرنی بے دینی ہے ۔ سائینس کی محبت خاموش عبادت ہے یعنے جن چیزون کا مطالعہ کیا جاتا ہے اُن کی عظمت کو اور اسکے ساتھ اُن کی علت (خدا تعالےٰ) کی عظمت کو چُپ چاپ تسلیم کرنا ہے ۔ یہ صرف زبانی بندگی نہین ہے بلکہ ایسی بندگی ہے جو افعال سے ظاہر ہوتی ہے ۔ یہ ایسی طاعت نہین ہے جس مین صرف اقرار باللسان ہو بلکہ ایسی طاعت ہے جس مین تصدیق بالجنان اور عمل بالارکان بھی شامل ہین ۔ اور اس کا ثبوت وقت و غور و فکر اور محنت کو قربان کرنے سے ملتا ہے ۔

سچے سائینس کا ایک بڑا فایدہ یہ ہے کہ اُس سے قوانین قدرت پر وثوق اور اُن کی فرمانبرداری کی ترغیب پیدا ہوتی ہے ۔ سچا سائینس صرف اسی وجہ سے خالص مذہبی حیثیت نہین رکھتا بلکہ اس وجہ سے بھی مذہبی حیثیت رکھتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی عظمت و جلالت ہمارے دلون مین پیدا کرتا ہے ۔ اور قدرت کی تمام چیزین جو اپنے افعال مین یکسان اور یکرنگی ظاہر کرتی ہین اُسے اس بات کا پختہ اعتقاد دل مین بیٹھ جاتا ہے اور سائینس کے عالم کو مظاہر قدرت کے غیر متغیر تعلقات کا علت و معلول لازوال غیر منفک علاقہ کا اور نیک و بد نتایج کے لزوم کا کامل یقین ہو جاتا ہے آخرت کے اعتقاد جزا و سزا کے بجاے جس کو حاصل کرنے یا جس سے بچنے کی ۔ باوجود نافرمانی اور سرکشی کے لوگ بعض اوقات توقع رکھتے ہین ۔ وہ یہ بات دیکھتا ہے کہ ایک مقررہ آئین کے موافق جزا و سزا ملتی ہے اور نافرمانی کے بدنتایج اٹل ہین ۔

خبر کو دلیل بنا لیا جاتا ہے پھر جب کہ بہت سے سچے لوگ اُسی امر کو اُسی طرح اور سلسلہ کے ساتھ بیان کریں تو یقین کے لیئے زیادہ کافی ہوتا ہے اور نوعیت شہادت کی زیادہ مستحکم ہو جاتی ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ مخبران صادق کو یعنے رسول اور انبیاؑ جنہوں نے اپنے اقوال و افعال سے اپنے کو بہترین امین ثابت کیا ہے اُن کے خبر دینے کو صحیح و یقینی نہ سمجھا اور اُن کو دلیل نہ بنایا جاوے د ایمان بالغیب نہ لایا جاوے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدائے تعالیٰ سے یہ سنا اور یہ دیکھا اور ہدایت و آگاہ کرنے اور بشارت دینے کی ہم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دیتا ہے لہذا جب کہ وہ کسی خاص واقعہ کے نسبت متفق بیان کریں اور کئی انبیاء یا رسول بیان کریں تو اُس پر زیادہ یقین آجانا ضروری ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ اُن امور کے بابت ہوں جو دوسرے آدمیوں کے کہنے سے واقف ہوں یا اُن اختلافات کے بابت ہوں جن کو انسان یا کوئی خاص جماعت انسانوں کی رفع کرکے متحد نہ ہوئی ہوں۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک رسول نے دوسرے رسول کے سلسلہ بہ سلسلہ خبر دی اور پیشینگوئی کی ہے خصوصاً آنحضرتؐ کے بابت اور آپ کے ساتھ جو کتاب نازل ہوئی یعنے قرآن مجید کے بابت متعدد انبیاء اور رسولوں نے خبر دی ہے۔ لہذا آنحضرتؐ و قرآن مجید پر یقین لانے کیلئے اخبار مذکور بطور ایسے دلیل کے جس سے یقین پیدا ہوتا ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ انبیاء و رسل کے اخبار کو عقلی معیار پر جانچ کر اور تائید حاصل کیجاوے اور جس کی ہدایات معیار صحیح پر پوری و کامل اُتریں اُس پر یقین و ایمان لا کر اُس کو

بالاتر ہے۔عقل انسانی قاصر و عاجز ہے۔ سماعی روایات اور لوگون کے اسناد کے طرف اُس کی روش شاید متکبرانہ ہو۔ مگر اُس پردۂ اسرار کے آگے جس مین قادر علی الاطلاق چھپا ہوا ہے اور جس مین کوئی شخص باریاب نہین ہوسکتا اُس کی روش عاجزانہ ہے۔

اگر یک سر موے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

پس سائنس کا کبر بھی سچا ہے اور انکسار بھی۔ صرف سائنس کا سچا عالم (اور اُس سے ہماری مراد اُس شخص سے نہین ہے جو صرف فاصلون کا اندازہ کرتا یا مرکبات کی تحلیل کرتا یا چیزون کی نوعین مقرر کرتا ہے۔ بلکہ ہماری مراد اُس شخص سے ہے جو ادنیٰ اشیاء کے ذریعہ سے اعلیٰ اشیاء کا اور آخر کار اعلیٰ ترین اشیاء کا سراغ لگاتا ہے۔) ہان صرف سائنس کا بے ریا عالم حقیقت مین یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ قادر مطلق کی قدرت جو سب چیزون پر حاوی ہے نہ صرف انسانی علم بلکہ انسانی خیال و قیاس سے بھی کسی قدر برتر ہے۔ اور کائنات حیات اور ادراک اُسی قدرت کے کرشمے ہین۔ سبحانہٗ ما اعظم شانہٗ۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم واز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ماہم چنان در اول وصف تو ماندہ ایم

انبیاء و رسل کے اخبار کا دلیل و مفید یقین ہونا سچے مذہب کا معیار۔ سچا آدمی اگر کسی چیز کی خبر دیوے کہ اُس نے اُس کو خود دیکھا یا سُنا ہے تو وہ یقین کر لیا جاتا ہے اس بنا پر کہ وہ کبھی غلط نہین بولا اور اُسکی

مقدمات قرار دیکر ایک امر سے دوسرا نتیجہ نکالنا اور نتیجہ پر تیسرا مسئلہ قایم کرنا اور علیٰ ہذا القیاس فیصلہ کرنا اور حکم لگانا استدلال ہے۔ پس تحلیل و تنقید و باقاعدہ مقدمات و باقاعدہ عمل کے ذریعہ سے صحیح نتیجہ نکالنا نہ کہ عجایبات مافوق قدرت وغیرہ سے مشہورات و مسلمات و منقولات و مظنونات صحیح اگر بطور مقدمات ہون گے تو نتیجہ صحیح ہوگا ورنہ لفظی و معنوی غلطی کے طرح نتیجہ بھی غیر صحیح نکلے گا۔ اشاعت معلومات صحیح کے ساتھ مافوق العادات کے اعتقادات کے مٹانے کے اسباب یہ ہین۔ (۱) یہ اثر ہوتا ہے کہ بجاے خیالی و وہمی امور کے ماننے کے حقایق و واقعات پر زیادہ توجہ ہوجاتی ہے اور بہ نسبت غیر تعلیمیافتہ کے تعلیم یافتہ زیادہ ثبوت کا خواہان ہوتا ہے۔ (۲) جاہل ہر شئے کو صاحب ارادہ سمجھتا ہے اور علم نفس تجرید کی قوت کو بڑہا کر اس کیفیت کو گھٹاتی ہے۔ (۳) ساینس کی ترقی کاینات کے مستمر النظام ہونے کا یقین دلاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کاینات کا نظم و نسق چند ضوابط قوانین کے ماتحت انجام پاتا ہے اور جو قانون جس طرح آفتاب و ماہتاب پر حاوی ہے وہی اُسی طرح ایک ریت کے ذرہ پر بھی عامل ہے۔

عقل کے ذریعہ سے اسباب و مسببات پر غور اور بسائط و مرکبات کا فرق اور قلب کے وسیلہ سے لذتون اور اون کے حادث ہونے کا ادراک ہوتا ہے لہذا عقل و قلب نفس کی دو آنکھین ہین اور نفس کو ان دونون کی ضرورت ہے علم صحیح وجدان کا مقوم ہے اور وجدان سلیم عقل کا بڑا مددگار جو مقدمات نتایج نکالنے مین تقلیدی ہوتے ہین اُن سے تغیر اصلی نہین

امین وصادق یقین کرلیا جاوے۔ انسان نے صرف اشیار کی صفات
محسوسہ اور متصورہ کا اور اُن کے علل کا کچھ کچھ پتہ لگایا ہے حقیقت کسی کی
کچھ بھی نہین جانا۔ پس اگر ایمان یا اعتقاد اسی کا نام ہے کہ کوئی بات خلاف
عقل وخلاف تجربہ تسلیم کرلی جاوے تو یہ کہنا زیبا ہے کہ ایمان بے معنی
لفظ ہے۔ اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ کوئی اپنے خیالات وتجربات کے
برخلاف امور پر یقین لاسکتا ہے تو اُس کا نام ایمان رکھنا غلط ہے وہ تو در اصل
ضعیف الاعتقادی ہے اور ایمان جس طرح مذہب کی بنیاد ہے اسیطرح
ضعیف الاعتقادی اُس کی بیخ وبُن سے اُکھاڑنے والی ہے۔ ایمان روحانی
ترقی کی جان ہے اور ضعیف الاعتقادی اُس کی موت۔ لہذا معیار عقل اور
تجربہ پر کسی مذہب کو کَسنا اُس کی چمک دمک کو اور زیادہ کرنا اور اُسکو
قابل عمل ولایق یقین ثابت کرنا ہے۔ برخلاف اس کے جو مذہب فہم انسانی
مین آنے کے ناقابل اور نالایق عمل ہو وہ سچا مذہب نہین ہوسکتا۔ سچا
مذہب وہی ہوسکتا ہے کہ وہ اگرچہ اُن امور کو بیان کرے جو دیگر انسانوں کی
رسائی سے مافوق ہین لیکن اس طرح بیان کرے کہ وہ فہم انسانی وعمل انسانی
کے لایق ہون تاکہ ثابت ہو کہ وہ بشیر ونذیر ہے کے ذریعہ سے آیا ہے۔

اسلام کی ہدایات واقعات پر مبنی ہین نہ کہ جذبات پر اس لئے وہ اقتضاے
فطرت انسانی اور واقعات کے مطابق ہین ممکن ہے کہ کسی وقت جذبات غالب
آکر واقعات سے بے پرواکردین لیکن عمل کرتے وقت اور واقعات کا لحاظ
کرنے پر اصلاح ہوجاتی ہے۔ جو جانا جاوے یا حافظہ مین آوے اُس کو

تو دوسرا گال بھی اُس کے سامنے کر دے اُس کے یہ معنے لیتے ہین کہ جو ایک گال پر طمانچہ مارے اُس کے دوسرے گال پر مارنے سے بھی معترض نہ ہو بلکہ سامنے کر دے اخلاق کے خیال سے یہ دل کو پیارا معلوم ہوتا ہے مگر کیا کسی زمانہ کے لوگون نے اس پر عمل کیا ہے - اور اگر اس پر عمل کرتے تو دنیا کا کیا حال ہوتا اسی طرح آباد رہتی اور اسی طرح جان و مال امن مین رہتے - اس کا نہایت دلچسپ جواب دیا جاتا ہے کہ جب سب ایسے ہو جاوین تو دنیا سے شر اٹھ جاوے مگر کبھی ایسا ہوا ہے یا کبھی ایسا ہوگا یہ سب ناشدنی باتین ہین جو خیال مین شدنی قرار دے کر جھوٹی خوشی اُس سے حاصل کیجاتی ہے - انجیل مین لکھا ہے کہ تو اپنے کل کے کھانے کی فکر مت کر خدا کل روزی پہنچانے کی فکر کرنے والا ہے - اگر اس کا یہ مطلب لیا جاوے کہ کل کے لئے بالکل فکر نہ کرنی چاہیے - دل کو یہ مقولہ پیارا اور پیارے خدا پر اعتماد دلانے والا معلوم ہوتا ہے مگر کبھی کسی نے اس پر عمل کیا ہے یا آئندہ کبھی اس پر عمل ہوگا؟ اگر ہم اس ناشدنی امر کو ایک لمحہ کے لئے شدنی تصور کر کے تمام دنیا کے لوگون کو اس مقولہ پر عمل کرتا ہوا سمجھ لین تو دنیا کا کیا حال ہوگا - پس اس قسم کی باتین انسان کو دھوکا دینے والی ہین اور قانون قدرت کے برخلاف ہونے سے خود اپنی سچائی کو مشتبہ کرتی ہین - عیسائی مذہب جس کی جڑ ایسی نیکی و نرمی و اخلاق مین لگائی گئی تھی وہ پھولا پھلا اور سرسبز و شاداب ہوا اس کو چھوڑ دو کہ وہ کس سبب سے بڑھا اور مضبوط ہوا مگر

پیدا ہو سکتا۔ تقلیدی ایمان متناقض اعتقادات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور تقلیدی ایمان رکھنے والا متناقض افعال کرتا ہے اور غیر صحیح تاویلین کر لیتا ہے اور صحیح و غلط مین تمیز نہین کر سکتا۔ یہان تک کہ بہت سے اولیات کے یقین سے بھی وہ بے بہرہ ہوتا ہے۔ اور اُنکے خلاف دعوی و عمل کرتا ہے آ

ناقابل عمل و لخوش کن عمل و سچے عمل کے نتایج۔ بیان کرنیوا

بہت سے اصول و اعمال و باتین و مثال بتاتے ہین جو کان کو اور دل کو بہت بھلے معلوم ہوتے ہین اور سُننے اور پڑھنے والے خیال کرتے ہین کہ یہی اصول و امور سچے ہین اور انہین سے انسان اعلی درجہ کی نیکی پر پہنچکر حقیقی ..ہت پا سکتا ہے مگر درحقیقت وہ ہوا کی آواز سے زیادہ وقعت نہین رکھتے اور چونکہ وہ فطرت انسانی کے بلکہ قانون قدرت کے برخلاف ہوتے ہین اس لیے کبھی اُن پر عمل نہین ہوتا ایسا قانون بنانے مین جس پر کبھی عملدرآمد نہ ہو سکے کوئی فایدہ و نتیجہ مرتب نہین ہوتا بلکہ دل مین رفتہ رفتہ اُس قانون کی قدرت گھٹتی ہے اور عقلمند اُس کو ناچیز سمجھتے ہین۔ کوئی کتاب انجیل سے زیادہ ..م حکم دینے والی نہین ہے اور وہ ایسی چمک دکھلانے والی ہے جس سے آنکھون مین چکاچوند آجاتی ہے گو اُس کے مقولے ایسے نہین ہین کہ سب سے پہلے اُس مین بیان کئے گئے ہون بلکہ بہت سے ایسے ہین جو اُن سے پہلے لوگون نے بھی جن کے پیرو اب بُت پرست و کافر گنے جاتے ہین بیان کئے ہین مگر ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ اُن کا لوگون مین کیا اثر ہوا تھا۔ انجیل مین لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو

پیدا کرنے والے کے قانون قدرت کے مناسب نہین ہے اور کیا اس قانون سے زیادہ عمدہ سچا و سودمند و راحت رسان اور مفید اور کوئی قانون ہوسکتا ہے۔ اسلام مین جو خوبی ہے وہ یہ ہے کہ تمام احکام قانون قدرت کے مطابق اور عملدرآمد کے لایق ہین رحم کی جگہہ رحم ہے معافی کی جگہہ معافی۔ بدلے کی جگہہ بدلا۔ لڑائی کی جگہہ لڑائی۔ ملاپ کی جگہہ ملاپ۔ صبر کی جگہہ صبر۔ غصہ کی جگہہ غصہ۔ تحمل کی جگہہ تحمل۔ ادب کی جگہہ ادب۔ انکار کی جگہہ بغیر رعایت و مروت و شرم و ادب انکار اور یہی اسکے کافی دلیل سچا ہونے اور قانون قدرت کے بنانے والے کے طرف سے ہونے کی ہے۔ غرض ہماری اس بیان سے یہ ہے کہ کوئی اخلاقی قانون اگرچہ کتنا ہی چمکیلا و پیارا معلوم ہوتا ہو اور نظر مین خیرگی و چکا چوند پیدا کرتا ہو۔ دل خوش کن مضامین کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہو مگر جب تک قابل عملدرآمد و راحت رسان و سودمند نہ ہوگا بالکل بے بنیاد اور اپنی صداقت کا خود غلط ثابت کرنے والا ہوگا۔ میرے نزدیک کسی کمال کی گو وہ کیسا ہی عجیب و دل پسند ہو قدر نہین تاوقتیکہ اُس سے انسان کو عملی فایدہ نہ پہنچتا ہو انسان کو بجاے فرشتہ بنانے اور اُس کو حاجات سے مستغنی کرنے کے آسودہ کرنا و راحتمند بنانا چاہیئے جب تک وہ جامہ انسانیت مین ہے اُس کی حاجت کا رفع کرنا ہی فضیلت ہے سودمندی سے مانع ہونا یا حالت موجودہ پر قانع رہنا و ترقی نہ کرنا صحیح نہین ہے۔ افادہ و سودمندی انسان کے کامل ہونے کی کنجی ہے۔ ارتقاے اشیاے علم و بقاے عالم

دیکھو کہ اُس نے کیا پھل پیدا کیا ایک بھی نصیحت اُس کے کام نہ آئی اور خود مذہب کے حیلے سے جو خونریزی اور بے رحمی اور نا انصافی اور درندون سے بھی زیادہ بدتر درندگی دکھلائی گئی وہ شاید دنیا مین بے مثل ہوگی اور جس ملکی مین اُس کی جڑ لگائی گئی تھی اُس نے کچھ پھل نہ دیا بلکہ وہ ناقابل عملدرآمد ہی ثابت ہوا جو خوبی کیا روحانی اور کیا اخلاقی اور کیا تمدنی اب ہم بعض عیسائی ملکون مین دیکھتے ہین کیا یہ پھل اُسی درخت کا ہے حاشا وکلا بلکہ یہ اُس کا پھل ہے کہ اُس درخت کو وہان سے اُکھاڑ کر دوسرے زمین پر لگایا ہے جو قانون قدرت کی زمین ہے۔ جس قدر کہ پہلی زمین کی مٹی اُس کی جڑ مین لگی ہوئی ہے اُسی قدر اُس مین نقصان ہے۔ اس سے بھی زیادہ رحیم مذہب کا حال سنو جس نے خون کا بہانا آدمی کا ہو یا درندون کا یا ایک پشہ کا۔ خدا کی صنعت کو ضایع کرنا سمجھا ہے۔ درختون کا کاٹنا گناہ کبیرہ بتایا ہے مگر تاریخ و زمانہ موجود ہے اس اصول نے جو قانون قدرت کے مخالف تھا کیا نتیجہ دیا قتل و خونریزی ویسی ہی رہی اور ویسی ہی ہے وہی جو ایک پشہ کا مارنا گناہ عظیم سمجھتے تھے ہزارون آدمیون کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے اور کرتے ہین ۔۔ کوئی قانون گو وہ ظاہر مین کیسا ہی چمکیلا و خوش آیند ہو جبکہ قانون قدرت کے برخلاف ہے نکما اور بے اثر ہوگا۔ مذہب اسلام مین اگرچہ بہت جگہ عفو و صبر و تحمل کی خوبیان بیان کی گئین اور اُنپر رغبت دلائی گئی ہے مگر اُسی کے ساتھ بدلا لینے کی بھی بغیر زیادتی کے اجازت ہے اور اسی طرح سب احکام اُس کے ہین کیا یہ قانون دنیا کے

بے نیاز ہے اور کلام مجید ان مضامین کے منتشر کشکول نہین ۔ بلاشبہہ
اُس مین اُن کا ذکر ہے مگر علمی مسایل کی حیثیت سے نہین بلکہ اسوجہ سے
کہ مخاطب صحیفہ فطرت کو دیکھین کہ خالق کی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ کی
کیسی نمایان نشانیان اور کیسی روشن مثالین ہین ۔ خالق کو سر تسلیم و
عجز و نیاز خم کرانے کے لیے اس کی مطلق ضرورت نہ تھی کہ ان امور
کی مشتبہ و مختلف فیہ فلسفیانہ و عقلی مسایل کی چھان بین کرتا اور اُنکے
اصلی و حقیقی ماہیت پر قران شریف مین لکچر ہوتے ایسا ہونے سے
اصل مطلب ہی فوت ہو جاتا ۔ کیا آفتاب و ماہتاب کی زندگی بخش شعاعین
اور رات و دن کی پیاپے گردشین اپنے صانع کے جاہ و جلال کے ثبوت
و اظہار کے لیے اصول فیثاغورث و نظام بطلیموس و علوم قدیمہ و
جدیدہ کی صحت و صداقت کے محتاج ہین ۔ واقعہ یہ ہے کہ سادگی و صفائی
دلی اور نیکی سے اُن حیرت انگیز آثار قدرت پر غور کرنا عرفان الٰہی تک پہنچنے
مین بہ نسبت دوسرے طریقہ کے زیادہ اقرب ہین اور دوسرے فلسفی طریقے
بہت مشکوک اور حجاب اکبر اور بحث کا سبب ہو جاتے ہین اور نظر مادے
و قوت کے بھول بھلیّون مین گرفتار رہ جاتی ہے ۔ پس اس کا لحاظ رہے
کہ اُس کے الفاظ ہر ایک حرف و ہر ایک بیان سے ایسا نہ ہو کہ اصل بحث سے
دور پڑ جائین ۔ حقیقت مین فصاحت و بلاغت کا مقتضا بلکہ احسن گفتگو کا
طریقہ یہی ہے کہ اُسی پیرایہ مین بیان کیا جاوے جو معروف ہون اور جس سے
مخاطب مانوس ہون اور جو فہم و سمجھ انسانی کے موافق ہون تاکہ سُننے والے

عین مقتضائے آئین فطرت و قوانین قدرت ہیں۔ لہذا تعامل و تصاحب و تحاشر کو ہموار و آسان بنانا فرض عین ہر شخص و ہر قوم کا ہے۔

صحیفہ فطرت بجائے دیگر امور سے عرفان الٰہی کا زیادہ سبب ہے اور قرآن مجید نے اُس کے اور تفصیل سے نسبت کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ اظہر ہے کہ صحیفہ فطرت کی آواز ہر جگہ ہر انسان اور ہر چیز پر یکسان و عالمگیر و ناگزیر ہے اُس سے عصیان کرنا اور اُس کو طاق نسیان پر رکھنا خسران ہے۔ نہ اُس کے کھو جانیکا اور نہ اس مین جعل بننے کا اندیشہ ہے اور نہ اُس کو نقل کر کے کوئی اپنا اصل بنا کر دکھا سکتا ہے نہ اُس مین تحریف کا امکان اور نہ اُس مین کا احتمال ہے وہ اپنے اظہار و اشاعت کے لئے انسانی ارادون کی محتاج نہین اور نہ اپنی اثرات کے پہنچانے و منوانے و خلاف ورزی کی سزا دلوانے کے لئے یار و مددگار کی طلبگار اُس کے آئین و قوانین و پایدار ہین۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے یہ اخیر و مبہوت کرنے والا استدلال کیا تھا ان اللّٰہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب کہ اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو تو مغرب سے اُس کو لا۔ لہذا صحیفہ فطرت ہی راستکار اور ہر ہوشیار کے لئے صداقت پر پہنچنے کا معیار ہے۔ ہر شخص کو اُسی کے عیار پر اپنے رشتہ کار کو عمل کے بازارین بر سر کار لانا ضرور ہے اُس کو پیشکار نہ بنانا دہوکا دغرور ہے۔ مذہب اسلام بھی اپنے اصول کے صداقت کے واسطے نجوم ہیئت طبقات الارض و تشریح الابدان وغیرہ

کمال کا زمانہ شروع ہونے کو تھا اس لئے اسلام نے اپنی تعلیم کو معقولات پر رکھا۔ مذہب کو جو اُس وقت تک رسمیات کا لباس پہنے ہوئے تھا اور پردے کے اندر بیان ہوتا تھا اُسے اسلام نے اصلی شکل مین ظاہر کیا۔ حقایق مذہب کو سمجھانے کے لئے جن باتون کو متقدمین نے اشارات ہی رکھا تھا اُن کے اصل حقیقت سے انسان کو اسلام نے بصراحت آگاہ کر دیا اور زبانی تعلیم مین جو راز سربستہ تھا اُن کو بیّن کر دیا۔ در اصل الفاظ ذہنی خیالات کے نمایندہ و آواز ہوتے ہین اور خیالات اُن چیزون کی ذہنی تصویر جو ذہن مین ہون اور جو ن دیکھے دبن محسوس ہوئے ذہن مین نہین پیدا ہوتے اور خیالات کے سمجھانے کے لئے مثال و استعارون سے کام نہ لیا جاوے تو دوسرے جنہون نے محسوس نہین کیا اُس کو نہین سمجھ سکتے اسی لئے مذہب اسلام مین ضرورتاً مثال و استعارات ہی سے کام لیا گیا ہے اور جہان اُن کی ضرورت نہین وہان پوری تشریح و تصریح ہے و صریح الفاظ مین بیان ہین۔

اسپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہونا نہ کہ موروثی میلان کا عذر کرنا

زمانہ قدیم مین تاثرات بیرونی بہت کم ہوتے تھے کیونکہ معاشرت اور طرز زندگی و رسادہ ہوتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ موروثی میلان کا اثر بہت ہوتا تھا لیکن بیسوین صدی کے محقق کہتے ہین کہ انسانی ارادہ و مرضی تب، موروثی میلان سے مخالف ہو سکتے ہین اکثر اُس پر غلبہ پا کر اُس کو نیست و نابود کر دیتے ہین پس موروثی میلان ہر حالت مین انسان کی کارفرما نہین ہو سکتا اکثر بڑے بڑے نیک باپون کے بیٹے بد اور بد آدمیون کے لڑکے نیک نکلے ہین۔ یہ

اُس سے آگاہ و متنبہ ہون اور سبق و عبرت حاصل کرین ورنہ جس بات کو نہ جانتے ہون اور نہ اُس کا تصور کر سکتے ہون وہ نہ ذہن مین آوے گی اور نہ اثر کرے گی اور نہ اُس سے فایدہ مطلوبہ حاصل ہوگا۔ مثلاً بجاے سواری وگھوڑے وغیرہ کہ نعمت الٰہی قرار دینے کے اُس زمانے مین جبکہ قرانجید نازل ہوا اگر موٹر دہوائی جہاز وریل کا ذکر ہوتا تو بجاے اس کے کہ جس غرض سے ذکر ہے وہ فایدہ ہو اُس کو لوگ نہ سمجھتے اور افسانہ کہتے اور اُس کے سمجھانے مین فایدہ فوت ہوتا اور لوگ شک کرتے اور بحث بڑھ جاتی۔ لفظ بپتسمہ کے بالمقابل جو لفظ عربی زبان مین ہے وہ صبغہ ہے۔ صبغہ کے معنے کسی چیز کو رنگ مین غوطہ دینے کے ہین۔ بپتسمہ کے جگہ لفظ صبغۃ اللہ استعمال کر کے قران مجید نے مفہوم بپتسمہ کو مشرح کر دیا۔ جب ہم کوئی چیز کسی رنگ مین ڈبوتے ہین تو وہ چیز اُس رنگ کو اختیار کر لیتی ہے۔ بپتسمہ کی غرض خدا کے رنگ مین رنگ جانا ہے۔ یعنے جس رنگ مین اللہ تعالے کا حکم اپنے کو ڈبونے کا انسان کے لیے ہو بموجب حکم الٰہی اُس مین ڈوب کر اُس رنگ کو اپنے اوپر چڑھا لینا اور غالب کر لینا خدا کا رنگ اختیار کرنا کیا ہے پورے عبودیت اور صحیح اطاعت کے ساتھ انقطاع الی اللہ اختیار کر لینا اور کامل اتباع کے ساتھ اپنی گردن کو خدا کے احکام کے آگے جھکا دینا۔ چنانچہ قران شریف مین ہے۔ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اور کون بہتر زیادہ ہے اللہ کے رنگ سے۔ اسلام جو مذہب من اللہ کی آخری اور مکمل کڑی ہے ایسے وقت ظہور پذیر ہوا جب انسانی عقل کے

یا اذیت کا اُس کی عادت ڈالنی چاہیئے یا نہین۔

آدمی کے ارادی افعال کو اُس کی راحت اور زیست مین دخل ہے اُس کے فعل زیست کے علت ناقصہ مین۔ آدمی کے ارادی افعال کو اُس کی راحت اور اذیت مین دخل ہے اُس کے افعال راحت یا اذیت کی علت تامہ اگر نہین مگر علت ناقصہ ضرور ہین۔ یہ خیال کہ ارادی افعال سے راحت یا اذیت ہو ہی نہین سکتی صحیح نہین ہے۔ اگر ارادی افعال شخصی اور اہلی اور قومی زیست کے علت نہ ہون تو آدمی کو مکلف اور ذمہ دار کہنا اور سمجھنا بالکل غلط ہو اور تجربہ اور تربیت اور تعلیم اور فنون اور قانون سیاست و انتظام معاشرت سب کے سب عبث ہون۔ جب ارادی افعال کو زیست مین دخل ہی نہ ہو تو آدمی کا پھر کوئی فعل اچھا یا بُرا نہ رہے گا۔ بُرائی یا بھلائی کی بنیاد اس پر ہے کہ ارادی افعال کو زیست مین دخل ہے۔ بعض مضر ہین بعض مفید۔ دخل کے معنے یہ ہین کہ ارادی فعل آدمی کی زیست کے علت ناقصہ ہین علت تامہ نہین۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی علتین درکار ہین جب وہ سب جمع ہون تب زیست باقی رہے یا بڑھے۔ اگر کوئی کھانا نہ پاوے تو وہ جتنے ارادی افعال چاہے کرے زندہ نہین رہ سکتا جیسے آدمی کے ارادی افعال زندہ رہنے کی علت تامہ نہین ویسے ہی وہ اسباب راحت وغیرہ کے حاصل کرنے کی بھی علت تامہ نہین لیکن جیسے وہ جینے کی علت ناقصہ ہین ویسے ہی بہت سے اسباب راحت و اغراض انسانی کی علت ناقصہ ہین۔ اصل یہ ہے کہ اُن صورتون مین جن مین غرضین ایسی ہوتی ہین جن کے حاصل ہونے مین ارادی افعال کو دخل ہے اور جب کے حاصل ہو جانے کی

ضرور نہین ہے کہ بیٹا اُسی فن مین کمال رکھتا ہو جس مین اُس کا باپ کہتا تھا بعض محقق مماثلت ڈہونڈہنے کے لیئے ایک دو نسلین پیچھے جاکر کسی طبعی میلان کے وجہ آبار کے طرف منسوب کر دیتے ہین لیکن اُن پیدائشی اور طبعی میلانون کا پتہ لگانا یا اُن کے اسباب کو ڈہونڈنا ایک ایسا پیچیدہ سوال ہے کہ بہتون نے سر مارا لیکن مقصود مفقود ہی رہا ہم تعلیم اور مثالی کے مدد سے مورو ثی میلان کو کچھ نہ کچھ تبدیل کر سکتے ہین لیکن یہ سب پیدا ہونے کے بعد ہو سکتا ہے اُس کے قبل نہین ہو سکتا اور اُس کا اچھا یا برا اثر جو کچھ بھی ہو انسانی دسترس ہونے سے پہلے ہی اپنا کام کر سکتا ہے تحقیقات تو پیدا ہونے کے بعد ہی ہو تی ہین اس واسطے بہتر یہی ہے کہ پیدا ہونے کے بعد کے تاثرات پر غور کرین جن سے حقیقتاً ہماری زندگی شروع ہوتی ہے نہ کہ اُس کے قبل کے۔ ارتقاے انسانی مین بہت سے عنصر عمل کرتے ہین جنمین سے بعض تو ہم کو بعض اعمال کے کرنے پر اکساتے اور بعض روکتے ہین لیکن ایک بالغ عاقل انسان بڑے حد تک اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہے وہ موروثی میلان کے بہانہ سے غیر مکلف و معذور نہین سمجھا جا سکتا کیونکہ اُس پر کسیقدر غلبہ پانا اور اُس مین تغیر و تبدل کرنا انسان کی قدرت مین ہے یہ عذر بھی قابل قبول نہین کہ عادت کا بندہ ہون کیونکہ عادت کا انتخاب تو خود ہی ہم کرتے ہین اور وہ ہمارے افعال ہی سے وجود پذیر ہوتی ہے پس ہم کو چاہیئے کہ کسی عادت کے اپنی نفس مین جاگزین ہونیکے قبل ہی غور کرین کہ وہ بھلی ہے یا بری راحت کا سبب ہوگی

آدمی کے ارادی افعال کو دخل ہے یعنے اُس کے ارادی افعال علت ناقصہ ہین اور جن کے حاصل ہو جانے سے علت تامہ مین سے تمام علتین سوائے ارادی افعال کے موجود ہوتی ہین تو وہ غرض افعال ارادی کے کرنے سے موجود ہو جاتی ہے۔ (۲) اگر غرض ایسی ہوتی ہے جس مین افعال ارادی کو دخل ہی نہین یا افعال ارادی کو دخل ہے مگر افعال ارادی کے سوا اور کوئی علتین موجود نہین نہ وہ افعال ارادی سے موجود ہوسکتی ہین تو وہ غرض افعال ارادی کے کرنے سے حاصل نہین ہوسکتی۔ (۳) خود آدمی مین ایسی قوتین ہین جن سے مفید اور مضر کو جانے اور مفید کو لے اور مضر سے بچے اور اُس کے ارادی افعال کو مضر و مفید کے جاننے اور مضر سے بچنے اور مفید کو لینے مین دخل ہے یعنے وہ اُن کے لئے علت ناقصہ ہین۔ (۴) آدمی کے افعال ارادی سے اور علتین بھی کبھی کبھی موجود ہوسکتی ہین جو مثل انسان کے علت ارادی کے جزو علت ہائے تامہ کسی غرض کے حصول کی ہوسکتی ہین۔ (۵) اگر کسی شے کے حصول کے لئے چند ا دمی افعال ناگزیر ہین یعنے اُس کی علت ناقصہ ہین تو جب تک وہ ارادی فعل نہ ہوان گے وہ چیز نہ ملیگی (۶) صحیح طریقون سے آدمی کسی چیز کے حصول کے لئے محنت کرے تو جہانتک ارادی افعال کو اُس کے ملنے مین دخل ہے وہ چیز ضرور ملے گی بشرطیکہ کوئی خارجی مانع پیش نہ آوے۔ (۷) جب وہ اسباب جو مطلوب کے ملنے کیلئے علت تامہ ہین اکٹھا ہو جاوین اور مانع خارجی نہ ہو تو مطلوب کا نہ ملنا محال ہے یہ قانون الٰہی و عدل حقیقی ہے کہ بدلا محنت کا اس طریق سے ملتا ہے اُس کے خلاف نہین ہوسکتا۔

علت تامہ مین سے تمام علتین سوا ے ارادی افعال کے موجود ہوتی ہین تو وہ غرض افعال ارادی کے کرنے سے موجود ہوجاتی ہے اگر غرض ایسی ہوتی ہے جس مین افعال ارادی کو دخل ہی نہین یا افعال ارادی کو دخل ہے مگر افعال ارادی کے سوا اور کوئی علتین موجود نہین نہ وہ افعال ارادی سے موجود ہوسکتی ہین تو وہ غرض افعال ارادی سے حاصل نہین ہوسکتی۔ پس آدمی کے ارادی افعال کو لذت اور زیست اور اذیت اور موت مین دخل ہے۔ اس عالم مین بہت سے مادہ اور قوت باہم مرکب اور بہت سی قوتین مفرد عمل کیا کرتی ہین اور بعض آدمی کو مفید ہین اور بعض مُضر۔ خود آدمی مین ایسی قوتین ہین جن سے مُضر اور مفید کو جانے اور مفید کو لے اور مُضر سے بچے اور اُس کے ارادی افعال کو مضر اور مفید کے جاننے اور مضر سے بچنے اور مفید کو لینے مین دخل ہے انسان جس چیز کو حاصل کرنا چاہے اُس کے لیے صحیح طریقون سے محنت کرے تو جہان تک ارادی افعال کو اُس کے ملنے مین دخل ہے وہ ضرور ملے گی اگر کسی شے کے حصول کے لئے چند ارادی افعال ناگزیر ہین تو جب تک وہ ارادی فعل نہ ہون گے وہ چیز نہ ملے گی۔ صحیح محنت کے بعد اگر کوئی خارجی مانع پیش نہ آوے تو مطلوب کا ملنا لازم ہے جب وہ سب اسباب جو مطلوب کے ملنے کے لئے علت تامہ ہین اکٹھا ہوجاوین تو مطلوب کا نہ ملنا کیون نہ محال ہوگا۔ یہ قانون الٰہی و عدل حقیقی ہے انسان جتنی قوت کسی مطلوب کے حاصل کرنے مین صرف کرتا ہے اُس صرف شدہ قوت کا عدل یعنے بدلا اُس کو مطلوب کی صورت مین ملجاتا ہے اور محنت اگر صحیح طریقہ سے ہو تو رائگان جا ہی نہین سکتی

نتیجہ (۱) اُن صورتون مین جن مین غرضین ایسی ہوتی ہین جن کے حاصل ہونے مین

جو لذت بخش ہو۔ جن جانداروں مین ذائقہ موجود نہ ہو وہ شیر و شکر کی لذت سے بہرہ ور نہین ہو سکتے اگر قوت ذائقہ نے شکر سے لذت پانے مین افراط کی ہو تو شکر چکھنے سے بجاے لذت کے اذیت ہوگی۔ اگر کسی قوت ذائقہ کی ساخت ایسی ہو کہ اُس کو شکر تلخ معلوم ہو تو بھی اُس کو شکر چکھنے سے لذت نہ ہوگی جو حالت ذائقہ کی ہے وہی حالت دوسرے حواس کی ہے۔ حواس کے اختلاف سے اور اُنکے عمل کے افراط و تفریط سے لذت و اذیت مین بڑا اختلاف ہو جاتا ہے اسی وجہ سے مختلف نسلون کے فردون کا بلکہ ایک ہی نسل کے مختلف فردون کا اور ایک ہی نسل کے ایک ہی فرد کا مختلف اوقات مین راحت کا معیار بدلتا رہتا ہے۔ واقعی اذیت اور واقعی ضرر اور واقعی لذت اور واقعی نفع مین ضرور ذاتی لزوم ہے تاہم افراط لذت اور راحت و اذیت و ضرر مین اضافی نسبت ہے۔ بہت سی ایسی حالتین ہین جن سے زندگی کو لذت ملتی ہے اور روسی کو اذیت۔ بچے کو لذت ملتی ہے اور بوڑھے کو اذیت۔ یا ایک ہی شخص کو اُس سے جاڑون مین لذت ہوتی ہے اور گرمیون مین اذیت۔ کوئی چیز فی نفسہٖ اچھی یا بُری نہین ہوتی اچھی وہی ہے جو ذریعہ ہو کسی غرض کا۔ اور جتنا ہی زیادہ موثر ہووے اُس غرض مین اُتنا ہی بہتر ہے۔ تلوار وہی اچھی ہے جو خوب کاٹے۔ گھوڑا وہی اچھا ہے جو خوب چلے۔ کھانا وہی اچھا ہے جس سے خوب تندرستی ہو۔ جو چیزین ذریعہ ہوتی ہین کسی غرض کے حاصل کرنے کا اُنہی چیزون کو اچھا یا بُرا کہتے ہین۔ اور جو ذریعہ نہ ہوں وہ اچھا یا بُرا ہونے کا موضوع نہین ہوتین۔ جب فقط ذریعون کو اچھا کہتے ہین تب یہ بات قابل غور ہے کہ علم الاخلاق مین کن چیزون کو اچھا

کردار عالی و صحیح چاہیئے۔ آدمی کے اُن افعال ارادی کے مجموعے کو جو کسی خاص غرض سے کئے جاویں کردار کہتے ہیں۔ کردار کو اس حیثیت سے دیکھ سکتے ہیں کہ وہ مجموعہ چند حرکات خارجیہ کا ہے جیسے اور مظاہر میں نمو ہوتا ہے ویسا ہی کردار میں ہوتا ہے۔ اس نمو کے بہت درجے ہوتے ہیں۔ سافل کردار کو غرض سے کم مناسبت ہوتی ہے یعنے وہ غرض حاصل کرنے کا بہترین ارادی وسیلہ نہیں ہوتا اور کردار جتنا ہی اونچا اور بہتر ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی اُس کو غرض سے مناسبت بڑھتی جاتی ہے یعنے وہ غرض کے حاصل کرنے کا بہترین ارادی وسیلہ ہوتا جاتا ہے بہترین کردار وہی ہے جو غرض معین کے حاصل کرنے کا بہترین ارادی وسیلہ ہو یعنے جتنا ہی اونچا اور بہتر ہو اُتنا ہی بہتر ہے۔ لہذا عالی ہمتی سے نصب العین و مطمح نظر ایسا بلند و صحیح رکھنا چاہیئے کہ اُس پر پہنچنا محال نہ ہو لیکن اُس پر پہنچنا کمال ہو اور استقلال کرکے اُس پر پہنچ سکیں و مستقیم و ثابت رہ سکیں۔

بروے اثرات زیست اچھائی و برائی کا معیار و نیکی و بدی کا اضافی ہونا۔ لذت و اذیت اضافی ہیں ایسا نہیں ہے کہ ہر جاندار کے لئے ایک ہی حالت ہمیشہ لذیذ ہو نہ ایسا ہے کہ ہر جاندار کے لئے ایک ہی حالت سدا موذی ہو۔ اذیت اور لذت دونوں ایک علاقہ خاص سے مابین حواس شخص متلذذ یا متاذی اور شے لذیذ یا موذی پیدا ہوتی ہیں۔ لذت حاصل کرنے کو اول تو جسم میں ایسے آلات ہونے چاہیئں جو متلذذ ہونے کا ذریعہ ہوں دوسرے اُن کی ایسی حالت ہونی چاہیئے کہ متلذذ ہونے کو جتنے عمل کی ضرورت ہے وہ عمل اُن آلات سے صادر ہو سکیں۔ تیسرے شے لذیذ میں وہ اثر چاہیئے

ان حالات مین ہر ایک سمجھنے والے مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے برادران دین کو اپنے حالات کے متناسب بنانے مین مدد دینے کے لئے مقدور بھر کوشش کرے۔ صفحۂ دنیا پر کوئی قوم اس کے بغیر قعر مذلت سے نہین نکل سکتی کہ اس کے افراد اپنے حالات کے متناسب بنانے مین منتظمہ و متحدہ کوشش کرین۔ یہ ممکن ہے کہ مقدور بھر امکانی کوشش کرنے کے بعد بھی وہ نجات نہ پاسکین لیکن بغیر کوشش نجات محال ہے اور باقاعدہ کوشش کرنے سے اگر کل علتین مہیا ہو جاوین تو کوئی وجہ نہین ہے کہ کامیابی و نجات و رحم نہ ہو۔ کس خوبی سے سورہ یٰس مین ہے۔ واذا قیل | اور جب کہا جاتا ہے انسانون کو بچو اس لھم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم | جو آگے تمہارے ہے اور جو پیچھے لعلکم ترحمون ہ | تمہارے ہے کہ تم پر رحم ہو۔

متناسب رد و بدل ایک منتظمہ جماعت کی صورت مین بدلجانے سے ہوسکتا ہے اس طرح کہ انکی انفرادی مجموعی طاقتون کا رخ کارآمد ذرایع کے طرف پھیرا جاوے اگر عملاً دشوار و ناممکن ہو کہ کل مسلمانون کی جماعت یا کسی ایک ملک کے لوگون کی جماعت قایم کی جاوے تو جس قدر کہ جماعت قایم ہوسکے اسیقدر کی ہونی چاہیے رفتہ رفتہ اصلاح کا دایرہ وسیع ہو جاوے گا۔ (۱) ہر ایک مسلمان فرد جماعت تندرست پاک اور حتی الامکان تسلیم طبیعت کا قوی ہو۔ (۲) ہر ایک مسلمان فرد جماعت کمانے والا ہونا چاہیے یعنے اپنی زندگی کا بار دوسرون کے اوپر نہ ڈالے۔ (۳) ہر ایک مسلمان فرد جماعت کو وہ دنیاوی نیکیان حاصل کرنی لازم ہین جو مجلسی حالات مین اچھی و کارآمد زندگی کے لئے ضروری ہین۔ (۴) ہر ایک مسلمان فرد جماعت کو

یا بُرا کہنا چاہیئے۔ زمانی و مکانی و بشری اور ماحولی حالتون کے بدلنے سے
افعال کا حُسن و قبح اضافی ہونے کے وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔ علم الاخلاق
مین اچھا اُس کو کہتے ہین جس سے شخصی یا اہلی یا نوعی زیست بچے یا اُن کا رقبہ
بڑھ جاوے۔ بُرا اُس کو کہتے ہین جس سے شخصی یا اہلی یا نوعی زیست کو ضرر پہنچے
یا اُن کا رقبہ کم ہو جاوے۔ زیست پر اثر کرنے سے قطع نظر کرین تو علم الاخلاق
مین نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ بُری۔ ظاہر ہے کہ اچھا یا بُرا ہونا اضافی ہے اور آدمیون
کے جسم و قوے و ضرورتون اور ماحول مین تغیر ہونے سے اس مین بھی تغیر ہوتا ہے
جاڑے مین سرد پانی لذت بخش نہین رہتا۔ آدمیون کے جسم اور ظاہری اور باطنی قوے
مین اور ضرورتون اور نیز طبیعی اور عشرتی ماحول کے موجودات مین اختلاف ہونے
کے وجہ سے ایک ہی چیز ہمیشہ اچھی اور بُری نہین ہوتی بلکہ کبھی یہی چیز مضر ہوتی ہے اور کبھی مفید
متناسب کسطرح ہونا لازمی ہے۔ [illegible] عالم [illegible] زندگی اس پر منحصر ہے
کہ ایک نظام کے اعمال مین اُس کے اردگرد کی تبدیلیان کے موافق ردوبدل
ہوتا رہے اور یہ ردوبدل متناسب و معتدل [illegible] رہے۔ ردوبدل
جتنا بہتر ہوگا زندگی بھی اُتنی ہی بہتر ہوگی۔ یہ قانون [illegible] اور جملہ نظامات پر حاوی
ہے افراد پر بھی اُسیطرح موثر ہے جس طرح [illegible] اقوام گذشتہ و موجودہ کی
تاریخین اس قانون کے موثر ہونے کی تشریح کرتی ہین جو اپنے آس پاس کے
حالات سے غیر متناسب ہین عدم مناسبت نے [illegible] حالت وحشت افلاس
اور ہولناک بُرائی و دل ہلانے والی مصیبت جسم و طبیعت مین زوال اور افسوسناک
درہمی و برہمی پیدا کردی ہے اور اگر یہ صورت جاری رہی تو حالت اور بدتر ہو جاویگی۔

از عقل اعتقادات اور بیجا توہمات اور تقلیدی تخیلات مذاہب مین شامل ہوجاتے ہین تاوقتیکہ وہ اعلی صفات نہ ہون جو ترقی کی جڑ ہین اُس وقت تک حالت کی اصلاح و ترقی نہین ہوسکتی۔ اور اُن کو حسن عمدگی وکامیابی سے مذہب پیدا اور قایم کرسکتا ہے کسی دوسرے ذریعہ سے نہین ہوسکتے۔ ہر قوم کے عروج کا انحطاط اُسی وقت سے شروع ہوا ہے جب سے کہ اُس مین قومی مذہب کا اثر کم ہونا شروع ہوا۔ پابندی مذہب کے یہ معنی سمجھنے کہ انسان رواجی مذہب کی تقلید کرے اور ظاہر عبادت کا پابند ہو صحیح نہین بلکہ اس کے معنے یہ ہین کہ مذہب کے اصلی اصول ذہن نشین ہوکر اُس کے رفیق طریق و رہبر زندگی بنگئے ہون۔ اسلام کی پابندی سے یہ مراد ہے کہ انسان معاد و معاش کے ان اصولون پر چلے جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور جنکے چھوڑ دینے کے وجہ سے باوجود مذہب کی ظاہری پابندی کے مسلمان ایسے برے درجہ پر پہنچگئے ہین مراد اعلی اصول کی پابندی ہے جو انسان کو کامل بناتے ہین۔ یوروپین اقوام کے نسبت یہ کہہ دینا کہ ان مین مذہب صرف بطور فیشن کے رہ گیا ہے جب ہی اُنھون نے ترقی کی ہے امر نزاعی سے متعلق نہین ہے۔ یوروپین اقوام کی حالت موجودہ سے بحث نہین ہونا چاہیئے بلکہ صرف اُس وقت تائید ہوسکتی ہے جبکہ ثابت ہو کہ یوروپین اقوام نے جس وقت میدان ترقی مین قدم رکھا ہے اُسوقت وہ مذہب کے طرف سے بے پروا ہوچکے تھے برخلاف اس کے تاریخ شہادت دیتی ہے کہ لوتھر کی آواز نے یوروپ کو تقلید و اوہام پرستی سے بیدار کرکے مذہب کی پابندی شروع کرائی تو اُس وقت یوروپ کی ترقی کی بنیاد پڑی پس یوروپین اقوام نے بھی ترقی کا زینہ مذہبی پابندی کے ساتھ طے کیا ہے اُنکے

اپنے مذہب کا جاننا اور اُس کا احساس کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک منتظمہ محمدن کمیونٹی کا وہ جزو ہے اور اُس کی بہبودی اُس کی جماعت کی بہبودی سے ایسی وابستہ ہے کہ الگ نہین ہوسکتی۔ (۵) ہر مسلمان فرد جماعت اور متعلقین کو ابتدائی تعلیم و خاص قسم کی تربیت ملنی چاہیئے۔ اور اس کام کے لیئے روشن خیال و فضیلت مآب مسلمانون کو آگے بڑہنا چاہیئے۔ یہ پانچون امور متناسب بنانے کے لئے ضروری ملکہ لازمی ہین اور آسانی سے اُن کو حاصل کیا جاسکتا ہے اور اپنے احباب اور اہل محلہ کو اُس پر لگایا جاسکتا۔ اور اُس ضروری کمی کو تربیت کے ذریعے بوسیلہ والدین واقربین پورا کیا جاسکتا ہے جس کا مدرسون کی تعلیم سے پیدا ہونا مشکل ہو تاکہ مسلمان بچے سچے عقیدہ کے ساتہہ خود کو جمعیت قومی کا ایک ضروری فرد سمجہین

خالص اصول مذہب مانع ترقی نہین اور بغیر مذہب ترقی نہین ہوتی ہے اور اپنے متحابین کے ساتہہ اللہ محبت کرتا ہے

یہ دعوے نہین کہ کوئی قوم کبھی بلا پابندی مذہب اسلام ترقی نہین کرسکتی یا یہ کہ کسی قوم کی ترقی کے واسطے آسمانی مذہب کی پابندی لازم ہے۔ دعوے یہ ہے کہ تاوقتیکہ مسلمان اپنے اصول مذہب کے پابند نہ ہون میدان ترقی مین قدم آگے نہین بڑہا سکتے۔ اس دعوے کی تردید مین یہ ثابت کرنا لازم ہے کہ در اصل اصول اسلام یا اصول مذہب آسمانی مین کوئی ایسا امر ہے جو مانع ترقی ہے بغیر اس کے دعوے کی تردید نہین ہوسکتی۔ اُن مذاہب پر جو کتب آسمانی پر مبنی سمجھے جاتے ہین اُن کے رواجی حالت و اعتقاد پر تردید کی بنیاد نہین ہونی چاہیئے بلکہ اُن کے خالص اصول پر ہونا چاہیئے کیونکہ اگر خارج

ہوجانا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے چونکہ اس حدیث کو امام مالک نے موطا مین روایت کیا ہے اور واسطہ اسناد کم ہے لہذا کم سے کم طریق بیان کے باللفظ ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے اور اس لئے اور بھی کہ الفاظ ایسے متشابہ و کم ہین جو حافظہ پر بآسانی آسکتے اور محفوظ رہ سکتے ہین۔ گویا یہ حدیث آیت وما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ کی تفسیر ہے۔ لہذا یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ الفاظ قرآنی و الفاظ حدیث کے تفسیری الفاظ کے مابین بیان مین کیا تفاوت ہوجاتا ہے اور باعتبار موضوع ایک دوسرے مین کسطرح تفاوت ہوتا ہے

سویلیزیشن کے حدود و نتایج و اغراض و وحشیانہ نیکی

جب انسان کا گروہ کسی جگہ اکٹھا ہوکر رہتا ہے تو اُس کی ضرورتین اور حاجتین و غذائین اور پوشاک خیالات وغیرہ ایک ہی سے ہوتے ہین اس لئے بُرائی اور اچھائی کے خیالات اور بُرائی کو اچھائی سے بدلنے کی خواہش اُس مین یکسان ہوجاتی ہے اور یہی مجموعی خواہشین و تبادلہ خیالات مجموعی اُس گروہ یا قوم کے سویلیزیشن یا تہذیب کہے جاتے ہین مگر جب کہ مختلف مقامات مین لوگ بستے ہین تو اُن کی حاجتین اور خواہشین بھی مختلف ہوتی ہین اور اسی سبب سے تہذیب کے خیالات بھی مختلف ہوتے ہین۔ پس سویلیزیشن کے اختلاف کا فیصلہ وہ اسباب کر سکتے ہین جنکے سبب سے اچھے و بُرے کا خیال دل مین بیٹھا ہے۔ تہذیب یا یون کہو کہ بُری حالت سے اچھی حالت مین لانا دنیا کی تمام چیزون سے اخلاقی ہون یا مادی یکسان علاقہ رکھتا ہے اور تمام انسانون مین پایا جاتا ہے۔ لہذا تہذیب کیا ہے افعال ارادی اور جذبات نفسانی کو اعتدال پر رکھنا صرف اوقات اور وقت کو عزیز سمجھنا

لٹریچر کو دیکھو تو اُس مین عیسائیت کے اصول سا ئی ہین۔ اُن کی پالیسی کو دیکھو تو وہ عیسائیت کے خاطر غیر قومون سے لڑنے تک مین باک نہین کرتے اُن کے قومی کارنامون کو دیکھو تو وہ لاکھون روپیہ عالیشان کلیساؤن کی تعمیر اور کرورون روپیہ اپنے مذہب کی تبلیغ مین صرف کرتے ہین ان مین سے علم حکمت کے وجہ سے جو کسی خاص رواجی مذہب کے پابند نہین وہ حب وطن اور جماعت انسانی کے خیر خواہی کے اصول کے پابند ہین جو دراصل ہر مذہب کی بنیاد اور نظام عالم کے قایم رہنے کے لئے ضروری ہین دوسرے قسم کے لوگ جو پابند مذہب نہین ہین تجربہ سے اُن کا وجود ترقی و اصلاح کے لئے مضر ثابت ہو رہا ہے۔ جاپان مین علم ترقی حب بلند ہوا اُس زمانہ مین وہ لا مذہب نہ تھے اور قومی ترقی کے لئے مذہبی پابندی جاپانی ضروری سمجھتے ہین۔ ہم دیکھ چکے ہین کہ اسلامی اصول کی پابندی سے مسلمان ترقی کر چکے ہین اسی لئے انہین اصولون کے طرف اشارہ کرتے ہین۔ مسلمانون کی ترقی حب ہی قابل فخر ہے کہ مسلمان رہ کر ترقی کرین نجات دائمی سے محروم ہو گئے تو ایسی ترقی سے ہزار درجہ تنزل بہتر ہے۔ فی الموطاء عن مالك باسنادہٖ وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ ہ موطا مین امام مالکؒ نے اپنے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میری محبت واجب ہو گئی ہے اُن لوگون کے لئے جو میرے ہی واسطے آپس مین محبت کرتے اور میرے ہی واسطے آپس مین بیٹھتے اور میرے ہی واسطے آپس مین ملتے جلتے اور میرے ہی واسطے آپس مین خرچ کرتے ہین۔ پس جو لوگ باہم اگر افعال مذکورہ حدیث کرتے مین اور محض اللہ کے لئے کرتے ہین اُن کے ساتھ اللہ کی بھی محبت کا واجب یعنی لازم

نیک کام مین عامل ہوتین تو کیسا عمدہ پھل لاتین ۔

ہر زمانہ مین ہر فرد مومنین مین سے ایک جماعت کو تفقہ فی الدین و دعوت الی الخیر کرتے رہنا اور تقلید و رسم پر تفقہ کو ترجیح دینا چاہئیے اور کوئی زمانہ زندہ مجتہدون کے وجود سے خالی ہو تو اُس زمانہ کے سب مسلمان ترک فرض کے عاصی ہونگے ۔ سورہ توبہ مین ہے کہ ایسے تو نہین مسلمان کہ سارے کوچ مین نکلا کرین سو کیون نہ نکلا کرین ہر فرقے مین سے ایک جماعت کہ تفقہ کیا کرین دین مین اور آگاہ کیا کرین اپنی قوم کو جب پھر جاوین اُن کے طرف تاکہ وہ بچین ۔ پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ مین ہر مسلمان کے فرقے مین سے ایک جماعت کو تفقہ فی الدین کرتے رہنا فرض کفایہ ہے اور اگر وہ جماعت قایم نہ ہو تو فرض ساقط نہین ہوتا اور سب موجودہ مسلمان گنہگار ہوتے ہین ۔ اور سورہ آل عمران مین ہے ۔ اور چاہئیے کہ ہو تم مین سے ایک جماعت جو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتی ہو اور وہی فلاح پانیوالے ہین پس ان دونون آیتون سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ غیر معصوم کی تقلید شخصی کرنا اور اُس کے دعوے یا دلیل کو بغیر اُن قواعد کے جانچے ہوئے جو دلیل کی صحت کے لئے ضروری ہین صحت مان لینا نہین چاہیئے بلکہ جو جماعت کہ تفقہ فی الدین و دعوت الی الخیر کرتی ہو اسکے تفقہ سے آگاہی حاصل کرکے بچنا ہیئے نتایج تفقہ کو جو معہ دلیل ہون گے سمجھ کر بدی سے بچنا چاہیئے پس کسی مذہبی رسم یا تقلید کو ہمیشہ کے لئے اختیار کر لینا اور اُس مین تفقہ کی ضرورت نہ سمجھنا اور جو مجتہدین تفقہ کرتے ہون اُن کے نتایج پر گوش حق نیوش نہ رکھنا بلکہ رسم یا تقلید کو ترجیح دینا جایز نہین

واقعات کے اسباب کو ڈہونڈہنا اور اُن کو سلسلہ مین لانا اخلاق اور معاملات اور معاشرت اور طریق تمدن اور علوم و فنون کو بقدر امکان قدرتی خوبی اور فطری عمدگی واعلیٰ درجہ پر پہنچانا اور خوش اسلوبی سے برتنا و معاشرت و تصاحب کو ہموار بنانا اور نتیجہ راحت و روحانی خوشی اور جسمانی خوبی اور اعلیٰ تمکین اور حقیقی وقار اور خود اپنی عزت کی عزت کرنا ہے اور درحقیقت یہی پہلی بات ہے جس سے وحشیانہ حالت وانسانیت و تہذیب مین تمیز ہوتی ہے۔ وحشیانہ نیکی کی چونکہ اصل نیک نیتی پر ہوتی ہے اس وجہ سے لوگ اُس کو اچھا سمجھنے لگتے ہین اور جس وحشیانہ طور سے وہ کام انجام پایا اُس کی بُرائی چھپ جاتی ہے لیکن تہذیب کے طور سے انجام دینے مین وہ بُرائی بھی نہین رہتی۔ دو وحشی دوست ایک ہی عورت پر عاشق ہوئے عشق اجازت نہین دیتا تہا کہ ایک کا وصل ہو اور دوسرا محروم رہے اور دوستی ایکدوسرے کے رنج کو بجز باہمی مشورہ کے جایز نہین قرار دیتی تھی۔ عشق چاہتا تہا کہ مین غالب آؤن اور صدق دوستی چاہتا تھا کہ مین فتح پاؤن۔ اس کشمکش مین دونون نے باہمی مشورہ و رضامندی سے معشوقہ کو مار ڈالا اور اُس کی مردہ نعش کو دونون نے خوب گلے لگایا اور دلی محبت سے دونون نے مردہ نعش کے دلفریب گالون کا بے گناہ بوسہ لیا اور پہر وحشیانہ ماتم کیا زان بعد دونون نے غم و الم عشق مین اپنا اپنا گلا آپ کاٹ لیا۔ یہ واقعہ حیرت و ظلم سے بھرا ہے تاہم نیک دلی اور دلی ایمانداری سے چونکہ کیا گیا اور صدق دوستیؔ اور اُس کے وجہ سے جان کا کہونا بہی اُس کے ساتھ شامل ہے لہذا مردانہ و شریفانہ معلوم ہوتا ہے۔ غور کرو کہ وہ دونون عاشق اگر مہذب ہوتے تو بمقتضائے تہذیب کیا عمل کرتے اور اُن کی یہی عمدہ خصلتین

تقلید کرنا وایک ہی پر منحصر کر دینا بھی کفر و تناقض کے قریب ہے تناقض اس طرح کہ ایسے شخص کے دعوے امعہ دلیل پر بنیاد اعتقاد کی مقلد قایم کرتا اور اُسپر عمل کرتا ہے جس کی دلیل دلیل کی حیثیت اس حیثیت سے نہین رکھتی کہ اُس نے یہ دعوے بغیر دلیل کے کیا ہے اُس کا خود فرض ہے کہ اپنے دعوے کیلئے صحیح دلیل لاوے۔ پس بجاے صحیح دلیل کے اُس کے دعوے ہی کو دلیل مقلد قرار دیتا ہے اور کفر کے قریب اس طرح کہ تقلید غیر معصوم یعنے ابنیا و رسل کی لازم ہے نہ کہ اُن کے غیر کی اُنہی پر تقلید منحصر ہو سکتی ہے نہ کہ اُن کے غیر پر حالانکہ مقلد غیر معصوم کی تقلید کرتا اور بنیاد اعتقاد اُن کے اقوال یا دلایل کو بغیر اُسکے جانچے وسمجھے کہ وہ صحیح ہین قرار دیتا ہے۔ لہذا عملاً ابنیا و رسل کا درجہ وہ اُنکو دیتا اور اُن پر تقلید منحصر کرتا و تشریک فی النبوت کرتا ہے۔

رسم و رواج کا فرق اُن کے [illegible] و غیر قوم کے اچھے رسوم کے اختیار کرنیکے شرائط و فیشن کے شرائط۔ سادہ [illegible] **فیشن رکھنا چاہیئے۔ قدامت پسندی و قومی روایات** و [illegible] رسم اُس کا نام ہے جو ہوتا چلا آیا گو معلوم نہ ہو کہ وہ کیونکر [illegible] اور رواج اُس کا نام ہے جس کو ایک گروہ نے اچھے تو کر لیا [illegible] اُسکو عیب نہ سمجھین۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ ایک نوا [illegible] جاتا ہو مگر وہ رواج پا جاوے تو لوگ اُس کو عیب نہ سمجھین [illegible] ہو بعد رواج کے اُس کو عیب سمجھنے لگین۔ پس رسم و رواج مین وہ فرق ہے جو سبب و نتیجہ مین ہوتا ہے کیونکہ جب کسی کام کا رواج ہو جاتا ہے تو آخر کار وہ ایک رسم ہو جاتی ہے۔

ہرگاہ کہ زمانہ مین نئی نئی حاجتین پیش آیا کرتی ہین اور نئی نئی باتین اور اشیار معلوم ہوتی اور ایجاد ہوتی اور نئے قسم کے واقعات و معاملات پیش آتے ہین۔ پس اگر زندہ مجتہد و تفقہ کرنے والے اُس وقت موجود نہ ہون تو مسایل جدید کا حل نہین ہوسکتا اور نئے واقعات کے وجہ سے نئے اجتہاد اگر نہ ہون تو مذہب اور اُس کا اصول جمود کی حالت مین مانع ترقی ہو جاتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ علمار محققین مذہب اسلام کا بھی یہ مذہب ہے کہ ہر زمانہ مین مجتہدین کا ہونا ضرور ہے شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب مسمی بانتباہ فی سلاسل اولیار اللہ و اسانید وارثی رسول اللہ کے جلد دوم مین لکھتے ہین کہ بغوی در تہذیب و امام الحرمین در نہایہ و رافع در شرح وجیز و اعز الدین عبد السلام در غایہ و نووی در شرح مہذب و ابو عمر بن صلاح در کتاب ادب الفتیا و بدر الدین زرکشی در کتاب بحر تصریح کردہ اند کہ علم دو قسم است فرض علی الاعیان و فرض علی سبیل الکفایہ۔ و فرض کفایہ آن است کہ کسے بمرتبہ اجتہاد برسد و از اعداد مقلدین برآید۔ پس اگر در ہر ناحیہ یکے یا دو باین معنے قایم شوند فرض ساقط شود و الا ہمہ عاصی شوند۔ ...... و حنابلہ بامرے ہم بآن رفتہ اند کہ جایز نیست خلو زمان از مجتہد بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طایفۃ من امتی ظاہرین علی الحق حتی یاتی امر اللہ و زرکشی گفتہ است کہ این قول مخصوص بحنابلہ نیست بلکہ جماعتہ از اصحاب یعنے شافعیہ بدان تصریح کردہ اند...... و ابن عرفہ از علما مالکیہ گفتہ قال شیخنا ابن عبد السلام لا یخلو الزمان عن مجتہد و امام الحرمین گفتہ کہ اختلاف کردہ اند اولین در آنکہ عصرے از اعصار عدد مجتہدین از مبلغ تواتر کم می شود یا نہ جمعے منع کردہ و جمعے جایز داشتہ

محض دیکھا دیکھی اپنے شیرازہ معاشرت کو توڑ ... جانا ایک اغلاط و قابل شرم تجہیل ہے وہی ایٹی کیٹ اچھا اور وہی قاعدہ معاشرت ... کہا جاسکتا ہے جو ملکی خصوصیات و عادات کے جہت سے سودمند ہو اور ... مین اندھی تقلید اور بچون کی سی ریس کی جھلک نہ پائی جاوے۔ وہ قوم مردہ ہے جو قومیت کا خون اپنے آپ مین نہین رکھتی۔ فیشن پر قومیت کو قربان مت کرو۔ فیشن بدلتا رہتا ہے لیکن قومیت نہین بدلتی رہتی اپنے قوم کے معاشرتی طریقون اور اچھے قاعدون کا توڑ دینا خود ذاتی و قومی بے عزتی کرنی اور کلوب تہذیب پر لاپروائی کی چھری پھیرنی ہے۔ ایٹی کیٹ ایک ایسا عمل ہے جو ایک گروہ یا ایک جماعت یا ایک ملک مین معاشرتی ضرورتون کے اعتبار سے رسمی یا اضطراری طور پر اختیار کیا گیا ہو اور رفتہ رفتہ اُس کے خلاف معیوب سمجھا جانے لگا ہو۔ سادہ و سودمند و راحت رسان فیشن اختیار کرو مگر ضروریات و روایات قومی کا لحاظ اور اُس کو مرجح رکھہ کر۔ قدامت پسندی ہر حالت مین بیشک بہتر نہین لیکن تاریخ و روایات قومی کو محفوظ و برقرار رکھنا اور اُن کے اعتبار سے بہتر امور مین قدامت پسندی بھی ضروری ہے

اقبال وادبار کا مفہوم اور موجودہ قومی حالت اور اُسکا علاج کس طرح ہونا چاہیئے

- اقبال وادبار دو ایسے لفظ ہین کہ زبان پر جاری ہین۔ ایک موہوم سے معنی ان لفظون کے تو البتہ ہر شخص کے ذہن مین ہین مگر اُن کی اصل حقیقت کیا ہے اس پر کم کوئی غور کرتا ہے۔ روزمرہ کے محاورہ مین ان کا صرف اس طور پر ہے کہ گویا یہ دونون خارج مین موجود اور بعض صفات واجب سے متصف ذاتی ہین اور ساتھ ہی اُس کے لوگ فعل و انفعال کو

مقنن رسم کے یہ معنے بتلاتے ہین کہ رسم ایک ایسا قانون ہے کہ تحریر مین بطور قانون نہین آتا مگر مدتون سے برضامندی عامہ جاری ہے۔ دوسری قومون کی اچھی رسم اختیار کرنے مین ہمیشہ یہ پہلے سمجھ لینا چاہیئے۔(۱) غیر قوم کی کس قسم کی تہذیب اور آداب معاشرت اچھے ہین۔(۲) اپنے قوم کی حالت کے اعتبار سے کن قواعد کی پابندی ضروری ہے۔ اور بلحاظ پابندی مذکور غیر قوم کی کس رسم کو اختیار اور کس کو نہ اختیار کرنا چاہیئے بلکہ نفرت چاہیئے۔ (۳) سود مندی و راحت و ضرورت کے خیال سے کون سے امور درکار ہین۔ پس جن رسوم کے اختیار کرنے سے قومیت مین فرق آتا ہو اُس کو نہ اختیار کرنا اور اپنے رسوم قومی کو بالکل ترک نہ کر دینا چاہیئے۔ یہ کوشش کرنا کہ دوسری قومون کے آداب معاشرت بحیثیت مجموعی متحد ہو جاوین اور اُن مین مخالفت نہ رہے ایسی کوشش ہے جس کا انجام یقیناً نا اُمیدی ہے تمام قومون کے حالات زندگی و کوایف معاشرت و روایات یکسان پیمانہ کے نہین ہین اُن مین قدرتی تباین موجود ہے پس کوئی وجہ نہین ہے کہ ایسی موہوم اُمید کیجاوے۔ فیشن ایک مشغلہ اور ایک عارضی اُبال سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ فیشن بذاتہ ایک غیر مستقل عمل ہے۔ یورپ جہان فیشن کی گرم بازاری ہے ثابت کر رہا ہے کہ فیشن ایک ایسا نظارہ ہے جس کی ہر شام اُس کی صبح سے الگ ہوتی ہے۔ اس لئے یورپ کی طرز معاشرت کو محض فیشن ہی کے خاطر اختیار کرنا بیجا اور اپنی قوم کو قعر زوال مین ڈھکیل دینا ہے، قومیت اور وضع کو آپس مین ایک نہ ٹوٹنے والی نسبت ہے جب تک وضع کی پابندی قایم رہتی ہے تب تک قومیت کا فور نہین ہوتی۔ فیشن کی تقلید عامہ سے

جُھو ہین۔ ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ ہماری قومی ہمدردی و اخوت دینی کا تو یہہ حال ہو کہ ہم مین سے کوئی ایک بھی ابناے جنس کی فلاح اور بہبودی مین کوشش نہ کرے اور ہر شخص اپنے ذہن مین یہہ خیال کرے کہ ہمین اپنے کامون مین روپیہ صرف کرنے سے کیا فائدہ۔ وقت ضایع کرنے سے کیا حاصل۔ آخر کوئی نہ کوئی کریگا۔ بیدلی و بے اتفاقی کی یہہ نوبت ہو کہ جو کوئی بھولا بھٹکا ہو کر ہمارا ساتھ کبھی اٹھائے اور درد دل سے ہماری بھلائی کی فکر بھی کرے تو ہم کو یہ تجویز ہو کہ اُسے کیونکر بدنام کیجیے۔ اُس کی نیت کو کس طرح فاسد ٹھہرائیے کیا گرفت کیجیے کہ لوگ اُسے ملحد اور زندیق جانین غرض اُس کے بگاڑنے مین قرار واقعی دوا دوش کی جاوے۔ جہان کی خاک چھانی جاوے تربیت اور تعلیم کا یہ نقشہ ہو کہ اپنا عالم کبھی چوپٹ ہو۔ تحصیل معاش کا وسیلہ نہ سیکھین مشقت کو ذلت سمجھین۔ مفت خوری مین شرم و حیا نہ کرین اور پھر جب تنگی رزق عاجز کرے تو خدا کی ناشکری کے سوا کچھہ نہ کرین۔ مآل اندیشی و حسن تدبیر ایسی کہ عمر فکر محال اور شیخ چلی کے سے خیال پکانے مین صرف ہو جاوے۔ گذشتہ حالات پر افسوس و حسرت کیا کرین۔ آیندہ کے نسبت بیہودہ اور بیجا امیدون مین اوقات ضایع کرین ہمیشہ یہ سوچتے رہین کہ ہم فلان امیر کے مثل متمول۔ فلان حاکم کے مانند صاحب اقتدار ہوتا تو کیا ہوتا۔ اور ہو جاوین تو کیا ہو۔ یہان تک کہ ان وسوسون مین واقعی اور ممکن الحصول مواقع تمتع سے بھی ہاتھہ سے نکل جاوین۔ حمیت اور غیرت اس درجہ کی کہ اگر دنیا مین جاہل اور نالایق ٹھہرائے جاوین تو یہ کہہ کے اپنی بات بنالین کہ دادا جان بڑے عالم تھے۔ سیکڑون شاگردون کو پگڑی بندھوا دی۔ نانا جان بڑے مہندس تھے اُن کے نتایج آج تک مشہور ہین مین کسی قابل نہین ہوا تو کیا ہوا اور اس پر یہ توقع

بھی اُن سے نسبت دیتے ہین۔ کوئی جو بڑا دقیق معنی رس ہوتا ہے وہ توالبتہ اتنا سمجھتا ہے کہ قسمت تقدیر وغیرہ کے مثل یہ بھی مشیت ایزدی کے نام ہین۔ ورنہ جُہلا تو گو زبان سے نہ کہین مگر اُن کو شریک باری بنانے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتے۔ بہتیرے لغات ہماری زبان پر ایسے جاری ہین کہ اُن کی مدلولات محض ذہنی ہین خارج مین ان کا وجود نہین ہے اور ایک ضرورت ذہنی کے سبب سے انسان نے انہین وضع کرلیا ہے۔ جیسے لفظ انسان کہ اُس کا مفہوم کلی کہین خارج مین موجود نہین ہے بلکہ چند افراد کو متحد الماہیت پاکر آدمی نے ایک لفظ وضع کرلیا ہے جس کا اطلاق ہر فرد پر ہو سکتا ہے اور بلحاظ اس کے کہ کسی فرد خاص کا نام نہین ہے اس کے سوا ایک قسم کے اور لغات ہین جو بہت سی ہیئت مجتمعہ یا حالت مجموعی کے نام ہین مگر آدمی نے بوجہ جہل اُن نامون کو ان صفات یا حالت کا سبب اور پیدا کرنے والا قرار دے لیا ہے۔ اقبال وادبار اور قسمت و تقدیر اُسی کی نظیرین ہین۔ حکیم اور فلسفی کا کام یہ ہے کہ ہر شئے کی حقیقت اور ماہیت کی تجسس مین سبب اول تک پہنچ جائے جس سے بالاتر سبب حقیقی اور حکیم مطلق کے سوا کوئی نہین ہے۔ اقبال وادبار کا نام لینا ایک خاص حالت مجموعی کے وجود اور علل تک نہ پہنچنے کا بہانہ ہے۔ تلاش و تفتیش بڑی ریاضت کا کام ہے۔ اس کی محنت کو حکیم ہی گوارا کر سکتا ہے۔ عوام الناس آسانی سے دو لفظ گڑھ کے اپنی مشقت بچا لیتے ہین اور انہین الفاظ کو علت بلا واسطہ ٹھہرا کے اپنے دلون کو تسکین دے لیتے ہین۔ اس مین انہین اپنی کاہلی اور قصور کا بھی عذر اچھا ہاتھ لگ جاتا ہے اور کہنے کو ہوتا ہے کہ ہم کیا کرین ہمارا اقبال یاور نہین

عوارض ہین اور ہم برآن قیاس علاج پذیر اور جس طرح طبیب حاذق پہلے اسباب
و علامات مرض کو بہر صورت سے مشخص اور محقق کرکے اُس کے مناسب نسخہ لکہتا ہے
اسی طرح ہمارے ملک کے عقلاء اور حکماء کو چاہیئے کہ پہلے اپنے قومی امراض کے
اسباب و علامات بخوبی دریافت کرلین اور پہر ہر ہر سبب ردی کے واسطے علیحدہ
علیحدہ دوائین تجویز کرین۔ اگر صدق دل اور خلوص نیت سے علاج مین کوشش
کیجاوے اور قربۃً الی اللہ اس امر مین اہل توفیق جد و جہد کو کام فرماوین تو عجب
نہین کہ اس کا ثمرہ بہت جلد ظہور مین آوے۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

ہم مین ضبط النفس نہین ہمارا مطمح نظر واحد و عالی نہین نصب العین مین ہم
متفق نہین قومی ایثار نہین۔ اغراض مین اتحاد و اتفاق نہین۔ پس ذاتی اغراض کو
قومی اغراض سے احسن سمجہتے ہین اور قومی اغراض کے تابع اُن کو نہین کرتے اور
اپنی قوتون کو غیر متفق و متفرق رکہکر برباد کرتے ہین۔ ہماری قوتین کمزور و غیر عملی
و غیر صحیح راہ پر ہین یہ نہین قرار دیتے کہ فردی طور پر کیا کرنا اور قومی طور پر کیا عمل
ہونا چاہیئے۔ ابتدائی و انتہائی تربیت نہین نصاب تعلیم حسب ضرورت موجود نہین
قدیم سوسائٹی برباد ہوچکی ہے جو ہر طرح کامیاب تھی۔ جدید سوسائٹی ابھی تک نہین
بنی اور انقلابی حالت مین ہے۔ لہذا امور مذکورہ بالا کا مخصوصاً متفقاً علاج کرنا چاہیئے۔
پس ہماری سب سے بڑی و مقدم ضرورت یہ ہے کہ ہمارا نصب العین و مطمح نظر صحیح
و عالی و معین و متفق ہو اور بہت ضروری و فرض عین یہ ہے کہ اپنے ماحول سے
متناسب ہوکر ایسے عباد صالحین مین سے بن جاوین جو وارث ارض کے بموجب
وعدہ قرآن مجید کے ہون یا بدیگر الفاظ اصلح ہون اور فنا و زوال سے بچ جاوین اور

کہ لوگ اپنی بھی اُتنی ہی قدر دانی اور تواضع وتعظیم کرین جتنی کسی صاحب علم وکمال کی کرتے ہین۔ امیرون کا یہ وتیرہ ہو کہ امارت کو مقصود بالذات جانین اور مخزن فضل وکمال تصور کرین تحشم کو عزت سمجھین اپنے خوشامدی اور دست نگرون کی ستایش کو سچ جانین اور اس گروہ کی واہ واہ سے پھولے نہ سماوین۔ مال و وقت عزیز صرف لہو ولعب کرین اپنی قوم اور اپنے ملک کی بھلائی مین کوشش نہ کرین اور امور خیر مین پیسہ نہ اٹھاوین۔ شریفون کا یہ نقشہ ہو کہ کمانے کو پاس نہ ہو مگر محنت اور مزدوری سے اُن کی شرافت مین بٹہ لگے۔ سوال سے عار نہ ہو مگر پیشہ اور حرفہ سے جی گھبرائے عابد وزاہد ایسے ہون کہ مذہب وملت کو پیشہ بناوین اور نماز وروزہ کی روٹیان کھائین حج وزیارت کے واسطے سرمایہ تحصیلتے پھرین اور اُس فعل کو جسے خداوند عالم اور ہمارے شارع علیہ التحیہ والسلام نے حرام کیا ہے بظاہر جذب ثواب اور بباطن وسیلہ حصول معاش بنائین۔ عمال وحکام ایسے کہ اُن کو پیٹ بھرنے سے کام۔ ملک خدا چاہے بگڑے اور چاہے سدھرے اُن کی بلا جانے۔ حیف صد حیف کہ ہمارا اور ہماری قوم کا یہ حال ہے اور اس پر ادبار ہی کو الزام دین اپنے قصور پر معترف نہ ہون اور اپنے ملک کی بہبودی مین سعی وکوشش کرنے کے عوض بیٹھے ہوئے ہائے قسمت وائے نصیب کیا کرین۔ اصل مین ادبار اسی حالت مجموعی کا نام ہے جس کا ایک شمہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اوپر بیان کیا گیا۔ اقبال بالکل اس کا ضد تصور کر لینا چاہیئے۔ زیادہ اس سے سمجھنا اور ادبار یا اقبال کو ان حالات کا خالق اور مسبب قرار دینا عقل سلیم کے نزدیک مشابہ بشرک معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ مقدمہ تسلیم کر لیا جاوے تو ظاہر ہے کہ مثل امراض جسمانی یہ بھی

حالت بدتر ہوگئی ہے اُن کو شروع کرنا فرض اور اور کاموں سے مقدم ہے - اپنے
پیشہ مین کمال پیدا کرنے کے سوا اپنے ملک کی تاریخ وجغرافیہ کا جاننا بھی مقدم ہے
تم کو یہ ضرور معلوم رہنا چاہیئے کہ تم جس ملک مین پیدا ہوئے ہو اُس کا حاکم کون ہے
حکومت کس قسم کی ہے - کب اس قسم کی حکومت کی ابتدا ہوئی اس سے پہلے اس
ملک کی کیا کیفیت تھی - ملک کی حالت - دولت - زراعت وتجارت کا کیا حال ہے
کن ملکون سے اُس کا تعلق ہے - کون سی اشیا غیر ملک سے آتی اور کون کون
اشیا دیگر ممالک کو جاتی اور کس حالت مین وہ آتی جاتی ہین - تمھارے ملک کی
اشیا غیر ملک مین جاکر وہان کی صنعت سے درست ہوکر پھر تمھارے ہاتھ زیادہ
قیمت پر فروخت ہوتی ہین یا کیا ہوتا ہے - نتیجہ مین نفع تمھارے ملک کو ہے یا دوسرے کو
آب وہوا کیسی ہے اُس کا اثر زمین وصحت وباہمی اتحاد پر کیا پڑتا ہے -

علم وعمل باخلاص - آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قابل رشک دو شخص ہین ایک
وہ جسے خدا نے مال دیا ہو اور اُس کو جایز جگہ صرف کرنے کی توفیق دی ہو - دوسرے
جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو اُس پر وہ خود عمل کرتا اور دوسرون کو اُس کی تعلیم دیتا ہو
(بخاری عن ابن مسعودؓ) اکابر نے فرمایا ہے کہ آدمی سب تباہ کار ہین مگر عالم وعالم
سب ہلاکت مین ہین مگر عامل اور عامل بھی ایسے ہی حالت مین ہین مگر مخلص -

با درختِ علم نہ دانم مگر عمل	با علم اگر عمل نہ کنی شاخ بے بری
علم آدمیت است وجوانمردی وادب	ورنہ ددی بصورت انسان مصوری
ہر علم راکہ کار نہ بندی چہ فایدہ	چشم از برائے آن بود آخر کہ بنگری
علم چندان کہ بیشتر خوانی	چون عمل در تو نیست نادانی

رضاے مولی سے موافق ہو کر مولی سے ہم راضی ہوں اور وہ ہم سے راضی ہو۔ ضبط نفس کا
ملکہ راسخہ میانہ روی و سادہ معاشرت ہماری ہونی چاہیئے اور یہ بغیر جفاکشی اور
راستی و راستکاری کے ہم میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ نیکی و بلند ہمتی سے اونچے و بڑے
کام میں جفاکشی ہونی چاہیئے نہ قلی کے طرح کے کاموں و غلامی میں۔ ہمیں چاہیے
اس کے کہ ہم اپنی دولت و قوت و وقت کو بطالت و بیہودہ ہوں و بری و خرابیاں دلوں
میں ضائع کریں۔ مدعاے مذکورہ کے حصول میں ان کو لگانا اور ان کاموں میں لگنا چاہیئے
اور ہر ایک کو عملی یا رسا مذہبی سبق۔ یعنی آدمی ہو جانا اور اس میں اپنی زندگانی لگانا
چاہیئے۔ خیر الامم ہم اپنے کو جب ہی ثابت کریں گے جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر
ہم باہم مومنین میں کر سکیں اور کریں اور جب تک اصلاح بین المومنین و بین الاخوہ
ہم نہ کریں اور ہم میں وہ رائج نہ ہو تب تک نہیں ہو سکتے۔ لہذا اصلاح کرو فلاح پاؤ
صالح بنو مصلح ہو امر بالمعروف کرو معروف بنو نہی عن المنکر کرو سب سے بہتر ہو۔ بموجب
حکم قرآن مجید ہم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیئے جو تفقہ فی الدین
و دعوت الی الخیر کرے اس سے لوگوں کو آگاہ کرتی رہے۔ دوسرے بموجب حکم
قرآن مجید زکواۃ پر عاملین ایسے لوگ مقرر ہونا چاہیئے جن کی اجرت زکواۃ میں سے
دی جاوے اور زکواۃ کا باقاعدہ منتظم انتظام ہونا اور مصرف زکواۃ میں مال زکواۃ
صرف ہونا چاہیئے۔ پس یہ دونوں امور یعنے تفقہ و جمع و خرچ زکواۃ جو بہت
ضروری ہیں اور جن کے ہوتے رہنے سے ہر قسم کی اصلاح و فلاح ہو سکتی ہے
اور جو قریباً ختم ہم میں رائج نہیں ہیں ان کا رواج دینا اور ان پر عمل کرنا کل امراض کے
علاج سے زیادہ مقدم و اہم اور کسی سے کم نہیں ہے۔ ان کے ترک سے یقیناً ہماری

الفاظ اور علمون کے اصطلاحات کے یاد کرنے سے اور طوطے کے طرح علمی مسایل و
قواعد کے ازبر کرنے سے کوئی شخص نہ آپ کو اور نہ ملک کو کچھ اصلی فایدہ پہنچا سکتا ہے
بلکہ ایسے لوگ ملک کے حق مین مضر ثابت ہوئے ہین۔ جس علم کی کہ انسان کو ضرورت
ہے وہ وہ علم ہے جو ہمارے ساکن اور پژمردہ قوتون کو متحرک اور شگفتہ و شاداب کرے
اور استعمال کا طریقہ بتاوے نہ وہ جو ہمارے متحرک اور شگفتہ قوے کو بھی ساکن اور
مردہ کردے۔ ایسے علم سے بے علمی سو درجہ بہتر ہے۔ فنون تربیت یافتہ قوت کے پھول
اور کام مختلف قوتون کی یکجائی نمایش ہین وہ دل بہلانے کے لیے نہین بلکہ مفید بننے
و بنانے و راحت پہنچانے کے لیے ہین باریک و علمی نکات معقول پسندی کم سے کم معمولی دستگاہ
ہونا چاہیئے۔ ایک قسم کے عالم بے عمل وہ ہین کہ تمام اوقات اپنے قانون فقہ ظاہر مین
لگا کر بھیجہ مرکاء دیگر اعمال ترک کر دیتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ فقہ ایک قانون ہے جسکے
رو سے ریاست کی جاتی ہے اور وہ علوم و عمل اسکے سوا بھی ہین جن سے سعادت
و نجات حاصل ہوتی ہے۔ ایک قسم کے عالم بے عمل وہ بھی ہین کہ اپنے تمام وقت کو
وعظ گوئی اور مقفی و مسجع عبارت کی فکر مین صرف کرتے ہین اور عاری باتین کہتے ہین
اس وجہ سے بھی لوگون کے دل پر اُن کے وعظ و جذبات کا اثر نہین ہوتا اور ایسے
عالم نہین سمجھتے کہ دوسرون کو نصیحت کرنے سے صرف سعادت و نجات نہین
حاصل ہوتی بلکہ اعلی قسم کے مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے اور اپنے دل کے
پاک کرنے و علم باعمال ہونے سے اور جب یہ درجہ بقدر ضرورت حاصل ہو جاوے
تب تو بیشک دوسرے کو باعتدال نصیحت کرنا افضل الاعمال ہے نہ با فراط
اُسی مین منہمک ہو جانا۔ ایک قسم کے عالم بے عمل وہ بھی ہین کہ نفس علم کی حقیقت کو

نہ خردمند بود نہ دانشمند ۔ چارپائے برو کتابے چند

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

العلم بدون العمل وبال والعمل بدون العلم ضلال ۔ عالم بے عمل عقیم۔ وعمل بے علم یتیم ۔ واز دواج ہر دو نتیج نتایج عظیم ۔ عالم ناپرہیزگار ۔ کورمشعلہ دار عالم بے عمل زنبور بے عسل ۔ پڑہنا بعض وقت دماغی عیاشی ہے اگر عمل علم صحیح نہ ہو تو بدمعاشی ہے ۔ دو کس رنج بیہودہ بردند سیکے آنکہ آموخت و نکرد دو دیگرے اندوخت و نخورد ۔ کسی ملک مین بغیر عامل جماعتون کے صرف علماء کے باعث آبادی کا وجود مین آنا ہی ناممکن اور ضروریات تمدن ومعاشرت کا پورا ہونا ہی محال ہے لیکن اگر بفرض محال کسی خطہ مین ایسی ناشدنی کالونی چند روز کے لئے آباد ہو جائے تو انجام کیا ہوگا ۔ ممکن ہے کہ بعض کو مطالعہ کے ذوق وشوق مین دو ایک روز بھوک و پیاس کی تکلیف محسوس نہ ہو ۔ بعض کو کسی مشکل مسئلہ کے حل ہو جانیکی خوشی مین دو ایک وقت کہانے کی کچہہ پروا نہ رہے اور بعض کو کسی مضمون کے ذہن مین کچہہ دیر تک خورد و نوش کا مطلق خیال نہ آوے مگر بہت جلد ہم اُن کو ایک ایسی مخلوق پاوینگے جو بہوکی ہے مگر اُس کا رزاق نہین ۔ ننگی ہے مگر کوئی اُس کا ستار نہین ۔ حاجتمند ہے مگر کوئی اُس کا قاضی الحاجات نہین ۔ اب یا تو اُنکو عمل کرنا پڑے گا یا ہجرت کرکے (حالانکہ یہ بھی عمل ہوا) کسی ایسے ملک مین جاکر رہنا پڑے گا جہان اُن کے لئے فرمابردار بندے یا بندہ پرور خدا موجود ہو ۔ دونون حالتون مین نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہہ دُنیا محض علم سے نہین چل سکتی ۔ کتابون کے

کہ اُن کے حسنات علانیہ د بالجہر بجاے اُن کے یا دوسرے کے مفید ہونے
کے غلو و افراط کے وجہ سے ریا و سیاآت ہوجاتے ہین۔ ایک قسم کے عالم
بے عمل وہ بھی ہین کہ معاملات مین خطا کرتے ہین اور چشم و زبان وغیرہ کو گناہون
سے نہین بچاتے اور سمجھتے ہین کہ علم مین وہ ایسے درجے پر ہین کہ معاملہ کے بابت
اُن جیسون سے مواخذہ نہ ہوگا حالانکہ خداے تعالی فرماتا ہے کہ قد افلح من
تزکی و نھی النفس عن الھوی یعنے فلاح وہ شخص پاوے گا کہ پاک ہوجاویگا
یہ نہین کہا کہ فلاح وہ پاوے گا جو پاک ہونے کا علم حاصل کرے گا۔ اگر ایسے شخص کو
یہ زعم فضیلت علم مین جو اخبار ہین اُن کے دیکھنے کے وجہ سے ہوا ہو تو اُس کو
چاہیئے کہ بُرے عالمون کی شان مین جو وعید ہین اُن کو بھی دیکھے۔

اخسرین اعمال اور اُس کے تارک ۔ بروے اعمال سب سے زیادہ
نقصان اُٹھانے والے وہ لوگ ہین کہ جن کی سعی دنیا کی زندگی مین بھٹک رہی ہو اور
وہ سمجھتے ہون کہ وہ اچھا عمل کرتے ہین لیکن اپنے رب کی آیات کے ساتھ انکار
عملی کرتے ہون اور اُس کی لقا سے منکر ہون۔ پس یہ لوگ وہ لوگ ہوے جو
عمل تو کرتے ہین لیکن نیک عمل نہین کرتے اور دنیا کی زندگی ہی کو زندگی سمجھتے ہین
اور حیات بعد الممات سے منکر ہین اور عذاب و ثواب و وعدہ و وعید سے بھی انکار
کرتے ہین۔ سورہ کہف مین ہے۔ قل ھل ینبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم الآیہ
**دنیا کی زندگی متاع الغرور ہے اس جینے نین عمل سے ثواب یا عذاب
ہوتا ہے وہی اصل ہے جو متاع الغرور نہین ہے** ۔ سورہ حدید مین ہے۔

اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب و　　　　تم لوگ جان لو کہ سواے اس کے نہین کہ دنیا کی زندگی

غلط سمجھتے ہین اور جو علم فرض عین ہین اُن کے عمل کو چھوڑ کے جدل اور مناظرہ یا
خصومات کے فتوے وغیرہ مین اپنا دل گذار دیتے ہین اور اسی کو نتیجہ علم کا سمجھتے ہین اور
جو شخص اس کے سوا دوسرے علوم مین وقت صرف کرتا ہے اُس کو بُرا اور غیر ضروری
علم مین مشغول سمجھتے ہین حالانکہ اس عمل پر بھی نجات وسعادت منحصر نہین۔ ایک قسم کے
عالم بے عمل وہ بھی ہین کہ جانتے ہین کہ دل کو اخلاق بد سے پاک نہ کرنا بُرا ہے
اور اُس سے بچنا چاہیئے لیکن یہ زعم باطل رکھتے ہین کہ ہمارا دل پاک ہے ہم سے
ایسی بُرائی ہو ہی نہین سکتی کیونکہ ہم اُس کی بُرائیون کو سمجھتے ہین حسد کو حمیت دینی
اور ریا کو مصلحت خلق کہتے ہین۔ اسی طرح ہر ایک بُرائی کرنے کے لئے ایک حیلہ
اُن کا نفس بنا لیتا ہے۔ جب اُن مین کبر کا اثر ظاہر ہوتا ہے تو اُس کو کبر نہین سمجھتے
اور کہتے ہین کہ ہماری عزت عین دین کی عزت ہے۔ لہذا ہمارا طلب جاہ کرنا انسب ہے
پس اچھا کپڑا اچھا گھوڑا اچھا ساز و سامان رکھتے ہین جس سے کبر کرتے ہین اور اسکی
وجہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ ہماری اس شان و شوکت سے دشمنان دین کو ذلت ہوگی
کیونکہ ہم علماے دین مین سے ہین اور آنحضرتؐ اور خلفاے راشدینؓ کی پیروی
نہین کرتے اور اُن کو مثال و نمونہ نہین بناتے اور سمجھتے ہین کہ برخلاف اُس
زمانہ کے اب ایسا زمانہ ہے کہ بغیر شان و شوکت کے دین کی عزت نہین ہو سکتی۔ ایک
قسم کے عالم بے عمل وہ بھی ہین کہ اعمال ظاہری ادا کرتے اور دل کی طہارت سے
غافل رہتے ہین اور بد خصلتون کو مثل کبر و حسد و ریا و طلب جاہ و بدخواہی و رنجدہی
مسلمانان کے کرتے ہین اور اُن کے رنج پر رنجیدہ نہین ہوتے اور اعمال ظاہری
ہی کے ادا کرنے کو سبب نجات و سعادت سمجھتے ہین وہ لوگ اخبار پر خیال نہین کرتے

ان کا ایک نتیجہ ہے اسی لئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیات دنیا نہین مگر متاع الغرور
ہے جو لوگ دنیا کی زندگی و افعال مذکور ہی کو سب کچھ سمجھتے ہین وہ غلطی کرتے ہین
وہ تو متاع الغرور ہے۔ اصل دنیا کے پیچھے ہین۔ اعمال کا بدلا ملنا ہے۔ پس جس کی
خرابی ہوئی اور اللہ اُس سے راضی ہوا وہ متاع الغرور مین اپنے افعال کے اج
کے وجہ سے فائز ہوا اور جس کو عذاب ہوا اُس کو فلاح نہ ہوئی۔

منافق و حرام خور و اثم و عدوان کے جلدی کرنے والون اور نہ منع کرنے والون پر وعید سورہ مایدہ مین ہے۔

قل هل انبئكم بشر من ذلك	تو کہہ مین تم کو آگاہ کرون اس سے بدتر جزا مین
مثوبة عند الله من لعنه الله	اللہ کے نزدیک جس پر لعنت کیا ہے اللہ نے
وغضب عليه وجعل منهم القردة	اور غضب مین ہوا اُس پر اور ٹھہرایا اُن کو بندر اور
والخنازير وعبد الطاغوت اولئك	سور اور پوجنے والے معبود باطل کے وہ لوگ
شر مكانا واضل عن سواء السبيل	بدترین درجہ مین اور زیادہ گمراہ ہین راہ راست سے
واذا جاءوكم قالوا امنا وقد دخلوا	اور جب تمہارے پاس آتے ہین کہتے ہین ایمان لائے
بالكفر وهم قد خرجوا به والله	ہم حالانکہ داخل ہوتے ہین کفر پر اور نکل گئے ہین اسپر
اعلم بما كانوا يكتمون وترى	اور اللہ زیادہ جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہین اور تو دیکھتا ہے
كثيرا منهم يسارعون في الاثم	اُنمین سے بہت کو کہ جلدی کرتے ہین اثم اور عدوان اور
والعدوان واكلهم السحت لبئس	حرام کھانے مین برا ہے جو وہ کرتے ہین کیون نہین منع
ما كانوا يعملون لولا ينهٰهم الربانيون	کرتے اُنکے خدا پرست اور مُلا گناہ کی بات کہنے اور
والاحبار عن قولهم الاثم واكلهم	حرام کے کھانے سے برا ہے

لهو و زینة و تفاخر بینکم و	کھیل ہے اور دل بہلانا اور زینت ہے اور آپس میں فخر کرنا ہے
تکاثر فی الاموال والاولاد کمثل	اور ایک دوسرے سے کثرت چاہنا ہے مال اور اولاد میں
غیث اعجب الکفار نباتہ	مثل پانی کے کہ خوش لگتا ہے کسانوں کو اس کا اگنا
ثم یہیج فتراہ مصفرا ثم یکون	پھر زور پکڑتا ہے سو تو دیکھتا ہے زرد پھر ہو جاتا ہے
حطاما و فی الآخرۃ عذاب شدید	روندن اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور مغفرت اور
و مغفرۃ من اللہ و رضوان و	رضامندی اللہ کی طرف سے ہے اور نہیں دنیا کی
ما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور	حیات مگر متاع دھوکہ کی

پس اس آیت میں دنیا کی زندگی میں جو امور پیش آتے ہیں ان کو شمار کر کے مثال دی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی اس مثال کے مانند ہے کہ پانی کے وجہ سے جو سبزہ اگتا ہے اور پھر زور پکڑتا ہے تو زراعت کنندہ کو عجب خوشی ہوتی ہے پھر وہ زرد پڑ کر روندن ہو جاتا ہے یعنے دنیا کا جینا اور اس میں افعال کرنا سبب خوشی کا ہوتا ہے کیونکہ اس سے امید کامیابی ہوتی ہے پھر چندن میں آثار تنزل شروع ہوتے ہیں جو مانند کھیتی کے زرد پڑ جانے کے ہیں۔ پھر موت آجاتی ہے جس کی مثال کھیتی کے روندن ہو جانے کے ہے۔ لہذا دنیا کی زندگی اور اس میں افعال کا یہ آغاز و انجام ہے اور ان افعال سے جو عذاب و ثواب ہوتا ہے اس کے طرف اللہ تعالے نے اس طرح اشارہ فرمایا کہ آخرت میں عذاب شدید و مغفرت اللہ کے طرف سے ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی اور اس کے اندر کے اعمال کی وہ مثال ہے اور ان اعمال پر جو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور جو ان کا نتیجہ ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ پس زندگی کے افعال مذکور پیدا ہونا اور بڑھنا اور مر جانا ہوئے۔ مگر جو اعمال مذکور بکسب زندگی میں ہوئے

پس اس آیت سے خود برنہ کرنا اور دوسرون کو اُس کا امر کرنا معیوب قرار دیا گیا ہے خصوصاً اُن لوگون کے لئے جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہین اور کہا گیا ہے کہ کیا تم عقل نہین رکھتے یعنے یہ عقل نہین رکھتے کہ اپنے نفس کو محفوظ کہنا اور سعادت تک پہنچانا اُس سے بہتر و عقلمندی ہے کہ بر کا امر کیا جاوے اپنے کو چھوڑ کر دوسرے کو کیا جاوے۔ کتاب اللہ کا مقتضا یہ ہونا چاہیئے کہ ایسا نہ کیا جاوے اور خود را فضیحت اور دیگرے را نصیحت کا مصداق طریق مذکور ہے۔

کتاب کے بعض حصہ پر عمل کرنا اور بعض پر نہ کرنا دنیا کی رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب کا سبب ہے

سورہ بقر مین ہے

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون	کیا تم ایمان لاتے ہو بعض حصہ کتاب پر اور
ببعض فما جزاء من یفعل ذٰلک	کفر کرتے ہو بعض حصہ کتاب سے سو کیا بدلا ہے جو کرے تم مین
منکم الا خزی فی الحیوٰۃ الدنیا	اُسکو مگر رسوائی دنیا کی زندگی مین اور قیامت کے
ویوم القیٰمۃ یردون الیٰ اشد العذاب	دن پھیرا جارے گا سخت عذاب کیطرف اور اللہ
وما اللہ بغافل عما تعملون ہ	اُس سے غافل نہین ہے جو تم کرتے ہو۔

پس کسی کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لانا اور بعض سے انکار یا کفر کرنا دنیا مین رسوائی یعنی ذلت درسوائی اور قیامت کے دن عذاب کا سبب ہے۔ لہذا کتاب اللہ کے سب حصے پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ پورے نظام پر عمل ہو اور ایسا نہ ہو کہ خلط ملط ہوکر غیر منتظم و قاعدہ عمل ہو جاوئے۔

موروثی جذبات کا وجود و دشواری و ارواح و عاقلہ تربیت و تعلیم

ہم اُن لوگون مین نہین ہین جو اس اصول کے معین ہین کہ تمام بچے نیک پیدا ہوتے ہین بلکہ اُس کا مخالف اصول بحیثیت مجموعی راستی سے اس قدر دور نہین اگرچہ وہ مستحکم بھی نہین۔ ہم اُن لوگون سے بھی متفق نہین ہین جو یہ خیال کرتے ہین کہ عاقلانہ تربیت سے

السحت لبئس ما کانوا یصنعون ۵ — جو وہ کرتے ہین۔

پس اُن کی بُری جزا ہے جس پر لعنت کیا اللہ نے اور اُن پر غضب ہوا اور اُن کو بندر و سور یعنے جماعت سے جدا اور قابل تنفر اور مخصوص بصفات و نتایج بندر و سور بنادیا اور معبود باطل کے پوجنے والے اور اُن کا درجہ بدتر ہے اور وہ بہت گمراہ ہین سیدھی راہ سے اور وہ وہ لوگ ہین کہ جب آتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ایمان سے نکل گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہین اور وہ جلدی کرتے ہین اثم و عدوان و حرام خوری مین۔ پس یہ وعید شدید منافقین کے بابت ہوئی جو اثم و عدوان و حرام خوری مین جلدی کرتے تھے۔ نیز ان آیات مین اُن کے خدا پرستون اور عالمون کے نسبت یہ کہا گیا ہے کہ کیون وہ منع نہین کرتے اُن کے اثم کی باتون کے کہنے اور حرام کھانے سے بُرا ہے جو وہ کرتے ہین یعنے منع نہین کرتے۔ لہذا منع نہ کرنا خدا پرستون عالمون کیلئے بھی بُرا ہے۔

اظہار حق کا امر و کتمان حق و التباس حق بالباطل کی ممانعت۔

سورہ بقر مین ہے۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق وانتم تعلمون — اور نہ مخلوط کرو حق کو باطل کے ساتھ اور نہ چھپاؤ حق کو دراِنحالیکہ تم جانتے ہو۔

پس اس آیت سے جس طرح جانتے ہوئے حق کے چھپانے کی ممانعت ہے اُسی طرح حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کرنے کی بھی ممانعت ہے۔

خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت۔ سورہ بقر مین ہے۔

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ۵ — کیا تم حکم کرتے ہو آدمیون کو بِر کے ساتھ اور بُھلا دیتے ہو اپنی نفسون کو حالانکہ تم پڑھتے ہو کتاب سو کیا تم عقل نہین رکھتے۔

پرورش کے لئے ضروری ہے-) اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ دنیاوی معاشرت کے لئے جیسی کہ دنیا کی موجودہ حالت ہے ایک خاص طرح کی قابلیت پیدا کیجاوے- اور اگر تعلیم و تربیت کے کسی طریقہ سے "انسان کامل" کا نمونہ پیدا ہو سکتا تو کیا یہ بات مشتبہ نہیں ہے کہ وہ حالت موجودہ کے اعتبار سے دنیا کے قابل ہوتا یا نہین برعکس اس کے کیا ہم یہ گمان کر سکتے کہ ضرورت سے زیادہ راستی کا احساس اور اعلیٰ چال چلن کا معیار زندگی کو وبال بلکہ محال نہ بنا دیتا؟ اگر شخصی حیثیت سے غور کیا جاوے تو اُس کا نتیجہ خواہ کیسا ہی قابل تعریف ہوتا مگر جہانتک کہ قوم اور نسل کا تعلق ہے کیا وہ نتیجہ آپ اپنی ناکامی کا باعث نہ ہوتا؟ اس خیال کی کافی وجہ موجود ہے کہ قوم مین کیا- خاندان مین کیا حکومت کی نوعیت بحیثیت مجموعی اتنی ہی عمدہ ہوتی ہے جتنی کہ فطرت انسانی کی عام حالت اُس کو عمدہ ہونے کی اجازت دیتی ہے ہم دلیل سے ثابت کر سکتے ہین کہ پہلی صورت مین اور اسی طریق سے دوسری صورت مین لوگون کی عام خصلت ہی اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ اُن پر کس قسم کی حکومت کی جاوے- دونون صورتون مین یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ عام خصلت کی اصلاح طریقہ کے اصلاح کیطرف ہدایت کرتی ہے- اس کے علاوہ اگر طریقہ کی اصلاح اُس وقت تک محال ہوتی جب تک کہ پہلے عام خصلت کی اصلاح نہ ہو جاوے تو اس سے خرابی پیدا ہوتی نہ کہ بھلائی- جس درجہ کی سختی والدین اور معلمون کے ہاتھون بچے آجکل جھیلتے ہین ہم خیال کر سکتے ہین کہ وہ صرف اُس بڑی سختی کے لئے تیاری ہے جس سے اُن کو دنیا مین داخل ہوتے وقت دوچار ہونا پڑے گا اور اس بات پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ اگر والدین

بچون کو بالکل ایسا ہی بنا سکتے ہین جیسا اُن کو چاہین - ہم کو اطمینان ہے کہ عیوب عادة
انتظام و تربیت و تعلیم سے بچون مین کم ہو سکتے ہین - جن لوگون نے انسانی معلومات و
فطرت کا مطالعہ بے تعصبانہ کیا ہے وہ ہماری تائید کرین گے - علی العموم بچون کے
عیب اُن کے والدین کے عیبون کا آئینہ ہین ہم نے لفظ "علی العموم" کہا ہے -
اس کا سبب یہ ہے کہ بعید ورثون کے خط و خال جو اولاد کے بچپنے مین پیدا
ہو جاتے ہین - اس کے مطابقت نفس امور مین ہوتی ہے اور مورثی جذبات
اولاد و خود والدین مین موجود رہتے ہین - کو ممکن ہے کہ چھپے ہوئے یا دیگر خیالات
مین دبے ہوئے ہون - پس صاف ظاہر ہے کہ کسی کامل طریقہ تربیت کے عام طور
پر رواج پانے کی امید نہین ہے کیونکہ والدین ایسے نیک نہین ہین جیسے ہونے چاہئین -
اخلاقی تعلیم قوم کی عام خصلت اور انسانی فطرت کی عام حالت کے موافق ہوتی ہے - علاوہ برین اگر ایسے طریقون کا کہین وجود ہوتا جن کے
ذریعہ سے مقصد مطلوب فوراً پورا ہو سکتا - اور مان باپ مین اس قدر بصیرت ہمدردی
اور تحمل ہوتا کہ وہ ان طریقون کو معقول طور پر کام مین لا سکتے تو بھی یہ بحث کی جا سکتی
کہ جتنی مدت مین دیگر امور کی اصلاح ہوتی ہے اُس سے عادات و خیال کی اصلاح
و انتظام کرنے سے کچھ فایدہ نہین ہے - غور تو کرو کہ ہمارا مقصد کیا ہے تو کیا تعلیم کا
بلا واسطہ مقصد یہی نہین ہے کہ بچہ کو زندگی کے کاروبار کے لئے طیار کیا جاوے
یعنی کہ ایسا باشندہ تیار کیا جاوے جو نیک چلن بھی ہو اور دنیا مین
اپنے گزارہ کی سبیل بھی نکال سکے اور کیا دنیا مین گزارہ کی سبیل نکالنا اس سے
ہماری مراد دولت کو حاصل کرنا نہین بلکہ اُس سرمایہ کا حاصل کرنا ہے جو خاندان کی

جسم کے اعصاب و عضلات کی مضبوطی بھی ہے و باقاعدہ اطاعت کرنا بھی۔ (۲) دوسری غرض نفس پر قابو رکھنا اور تزکیہ نفس اور خراب و مضر عادتون و بُرے خصایل و بدیون سے بچنا اور نیکی حاصل کرنا ہے۔ (۳) تیسری غرض مذہب حق کا علم حاصل کرنا اور اُس پر پابند ہونا ہے۔ (۴) چوتھی غرض تعلیمی غرض جو ہے اور اُس کے فواید جو ہین اُن سے دوسرون کو بھی مستفید کرنا ہے (۵) پانچوین غرض محب وطن ہونا اور اپنے ملک کے ان مایۂ ناز اشخاص کو عزیز رکھنا ہے جن کو اپنے ملک کی ترقی و عزت کا پورا احساس نہ احساس بلکہ جوش قومی و صحیح ہو جبتک کسی قوم مین اعلیٰ و متوسط و عام تعلیم نہ ہو تب تک وہ قوم اصلی ترقی نہین کرسکتی اور نہ تعلیم و تربیت سے کماحقہ فایدہ اُٹھا سکتی ہے۔ ایک کثیر تعداد عام تعلیمیافتہ اشخاص کی ایسی موجود ہونی چاہیئے کہ جو کچھ اعلیٰ تعلیمیافتون کی ایجادات و تحقیقات متوسط تعلیمیافتون کے ذریعہ سے اُن تک پہنچے اُن سے فایدہ اُٹھا سکین ورنہ قومی سرسبزی ناممکن ہے۔ لہذا اعلیٰ و متوسط و تعلیم عامہ کا انتظام پہلو بہ پہلو اور ایک ساتھہ لازمی ہے۔ تعلیمی پالیسی آزادانہ و عاقلانہ تعلیم کو ترقی دینے کے لئے ہونی چاہئے تعلیم عامہ کے لئے ہر شخص کے لئے مختصر سے مختصر معیار تعلیم کا مقرر ہونا اور اُس کیلئے بغیر مفرط خرچ کے سادہ و صاف سامان کا مہیا ہونا لازم ہے۔ اور سائینس و علم النفس وغیرہ کی پوری تعلیم متوسط اور اعلیٰ درجہ کے تعلیمیافتون کے لئے ہونا چاہیئے۔ تعلیم اس کا نام نہین ہے کہ ذہن مین ٹھونس دیا جاوے بلکہ تعلیمی اصولون کے راسخ کرنے کا نام تعلیم ہے۔ تعلیم کا یہ نتیجہ ہونا چاہیئے کہ قواے ظاہری و باطنی ترقی پاوین اور شگفتہ و شاداب و قابل عمل ہوجاوین اور اُن کے عمل کرنے کیلئے میدان

اور معلمون کے لئیے یہ بات ممکن ہوتی کہ وہ کامل انصاف اور پوری ہمدردی سے
بچون کے ساتھہ سلوک کرین تو اس سے وہ تکلیفین اور بھی سخت ہو جاتین جو
آیندہ زندگی مین لوگون کی خود غرضی کے وجہ سے اُن کو مزید جھیلنی پڑتی ہین۔
جس طرح ملکی حکومت مین گو خالص راستی سر دست ناممکن العمل ہو اس بات کا
جاننا کہ حق کیطرف ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو تغیرات واقع ہون وہ حق کیطرف
مایل ہون نہ کہ حق سے منحرف ہون۔ اسی طرح خانگی حکومت مین کامل نمونہ قایم
کرنا چاہیئے تاکہ رفتہ رفتہ اس نمونہ کے قریب قریب پہنچ سکین۔ ہم کو ایسے کامل
نمونہ کے قایم کرنے سے خراب نتیجہ کا اندیشہ نہین کرنا چاہیئے۔ قدیم رسوم اور
آئین کو برقرار رکہنے کا میلان نسل انسانی مین اس قدر قوی ہے کہ کسی شے مین
بہت جلد تغیر واقع ہونے کو روکتا ہے۔ سب کامون کا انتظام کچہہ اس قسم کا ہے
کہ جب تک لوگ آہستہ آہستہ اعلی اعتقاد کی سطح تک نہ پہنچ جاوین وہ اُس کو
قبول نہین کر سکتے گو یہ ممکن ہے کہ برائے نام اُس کو تسلیم کرلین مگر حقیقتاً تسلیم
نہین کر سکتے اور جب کوئی حقیقت مسلم قرار پا جاتی ہے تو بھی اُس پر عمل کرنے کی
مزاحمتین اس قدر سخت ہوتی ہین کہ محبان نوع انسان بلکہ حکما کے صبر سے بھی
تجاوز کر جاتی ہین۔ پس ہم کو یقین ہے کہ اولاد کے باقاعدہ انتظام کی راہ مین
جو دقتین حایل ہین اُن کے وجہ سے اُس پر عمل کرنے مین ہمیشہ پوری گاوٹ پیدا ہوگی۔

تعلیم و تربیت کے مقصد و فرایض و معلمون کے فرایض

علاوہ ضروریات خاص قومی و مذہبی و ملکی کے عام مقصد تعلیم و تربیت کا حسب ذیل ہے۔
(۱) غرض اول جسمانی صحت کا حصول ہے۔ جسمانی ورزش کا مقصد و فایدہ

انسپکٹرون کے فرائض بڑے ہین تعلیمی اصلاح کا بہت بڑا کام اُنہین پر منحصر ہے کیونکہ محکمہ تعلیم کے افسر اعلی کے وہ آنکھہ اور کان ہین۔

اصول تعلیم و تربیت کم سنی و میقات۔ بچہ کے سامنے انجن کا لفظ آتا ہے اس بتا دینے سے کہ انجن ایک لوہے کی بنی ہوئی خاص قسم کی گاڑی ہوتی ہے جو باقی گاڑیون کو کھینچتی ہے زیادہ ترقی یافتہ صورت یہ ہے کہ انجن کی صورت دکہادی جاوے۔ اس سے بھی بڑہ کر یہ ہے کہ انجن کا نمونہ لاکر سامنے رکھدیا جاوے اُس سے بھی بڑہ کر وبہتر طریقہ یہ ہے کہ بہت چھوٹی ساخت کی اصل انجن مشاہدہ کرائی جاوے جن کے کل پرزے مثل بڑے انجنون کے ہون اور جو انکھین کے طرح بھاپ کی قوت سے حرکت کرین۔ اس طریقہ سے بچہ کو ایک دن مین انجن سے جتنی واقفیت ہوسکتی ہے اُتنی ساری عمر انجن کے لفظی معنے یاد کئے رہنے سے نہین ہوسکتی۔ دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ جہان تک ممکن ہو بچون کے افعال مین مداخلت نہ کی جاوے۔ تعلیم و تربیت کرنے والے کا کام صرف یہ ہے کہ ایسا سامان بچہ کے گرد و پیش بہم پہنچاوے جس سے وہ از خود تعلیم حاصل کرے نہ یہ کہ ہر بات بتاتا رہے

ہر کہ در خورد یش ادب نہ کنند   در بزرگی فلاح زو برخاست
چوب تر را چنان کہ خواہی پیچ   نشود خشک جز بہ آتش راست

جو لوگ زندگانی کے عطیون اور نعمتون سے مستفیض ہونا چاہتے ہین اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ زندگی کے مختلف وقت اپنے خاص مطالبہ رکھتے اور کامیابی و ناکامیابی کے خاص موقع پیش کرتے ہین۔ پس انسان کے عمدہ صفات اور خوبیون کے حاصل کرنے اور قایم ہونے کے لئے خاص خاص وقت ہین

وسامان ومحرکات موجود ہوجاوین جن کے ذریعہ اصلاح وفلاح ہو۔ تعلیم کا پھل اُس وقت تک نہین مل سکتا جب تک۔ کہ ذیل کے خصایص نہ حاصل کئے جاوین۔ (۱) پڑہنے کی عادت اگر ذریعہ پڑہنا ہو۔ (۲) اخذ کرنے کی قوت۔ (۳) غور کرنے کی عادت۔ (۴) بحث کرنے کی قابلیت۔ (۵) شرافت ونیکی سے احترام کا احساس۔ (۶) نفس پر قابو کی طاقت۔ (۷) صبر واتحاد واتفاق کی صلاحیت۔ (۸) جہگڑون وفساد ومعصیت سے بچنے کی طبیعت۔ ٹیچر و پروفیسر اور معلم مشین نہین ہین بلکہ وہ سانچے مین ڈہالتے اور اپنی محنت اور دماغ سوزی سے اور خود مثال بنکر سوسایٹی کی حالت وعادت کو منقلب کرتے ہین۔ پس محض امتحانو نکا پاس کرا دینا اُن کا نصب العین نہین ہونا چاہیئے۔ معلمون کی حیثیت ملک کے بادشاہ سے بھی زیادہ ارفع واعلی ہے۔ لہذا معلمون کو نہایت مضبوط اور خوش اطوار وراست کردار ہونا چاہیئے۔ اُن کا اثر شاگردون پر عملی طریق سے وعلوم وغیر علوم مقناطیسی طور پر پڑتا ہے اور شاگرد اُن کے اقوال وافعال وحرکات کی پیروی کرتے ہین۔ پس قبل اس کے کہ شاگرد باقاعدہ ہونے کے خوگر ہون معلمون کو لازم ہے کہ خود اپنے آپ کو پابند بنائین۔ مباحثات اور تباہی بخش نکتہ چینی سے اُن کو بچنا اور اُس کام کو کرنا چاہیئے جس سے قومی عمارت کہڑی ہو جاوے۔ اُنکو ملکی خدمات ایسی کرنی چاہیئے جس سے ملک کو حقیقی فایدہ پہنچے۔ راستبازی وامانت۔ نیکی اور ملکی خدمت کے جوش کے اوصاف اُن کو دکہانا چاہیئے۔ لہذا ٹیچرون اور انسپکٹرون کو خاص طور پر تعلیم وتربیت دیکر طیار کرنا چاہیئے جن کو خصوصیات ملکی سے نفرت ہو اور عزت نہ کرتے ہون اُن سے ایسے کام کا انجام قریباً ناممکن ہے۔

حاصل ہوتے اگر اپنے وقت پر نہ سکہائے جاوین اور نہ حاصل کئے جاوین۔ اس لیے
عالم کا عام طرز ہے اور اُس کے وجہ سے طبیعت انسانی کا عموماً مقتضا ہو جاتا
اور ایسی ترغیبین و تحریکین و دشواریان و پریشانیان انسان کے واسطے موجود ہو جاتی
ہین کہ جب تک عالم اور عقلمند و مخلص نہ بنے اور خاص قسم کا مجاہدہ و ریاضت
کرکے طیار نہ ہو اور بطور دوام کے اُس پر ایک خاص طور سے جیسی کہ ضرورت ہو
کاربند نہ ہو تب تک ممکن نہین کہ انسان اپنی سعادت کو پہنچے اور اس دشوار گذار
عقبہ کو کما حقہ طے کرے۔ کم سن ہی سے حسن اخلاق کے حاصل کرنے اور اُس کے
کامل کرنے کی تیاری و مشق کرنی چاہیئے اور تا بہ عمر اُس پر ریاضت بقدر ضرورت
قایم رکہنا لازم ہے ابتدائی عمر سے مآل اندیشی اور طبیعت پر اختیار حاصل کرنے کی
عادت سکہائی جانی۔ سب سے زیادہ ضروری امور مین سے ہے کیونکہ اول تو ابتدائی تربیت
آسانی سے ہو سکتی ہے دوسرے اُس کا اثر عموماً تمام عمر تک قایم رہتا ہے۔ برخلاف
اس کے بچپن کے ایام گذرنے کے بعد طبیعت سخت ہو جاتی اور طرح طرح کے
خیالات پیدا ہوتے ہین اور مشکلات کا مقابلہ ہوتا ہے و ناگوار اور قدیم عادتون کا چہوڑنا دشوار
ہو جاتا ہے۔ لہذا جیسے قومی و ملکی و مذہبی ضرورت ہو اسی قسم کے محرک تخیلات کیلیے
ذریعہ تعلیم تربیت بنا کو مہیا کرنا چاہیئے جیسے اگر قوت فاعلہ کے بعض خاص اثرات
قبول کرانے کی زیادہ ضرورت ہو تو اُس کی ترقی کے ملئے تعلیم و تربیت ہونی چاہیئے
اور اگر قوت منفعلہ کے بعض اثرات زیادہ کرانے کی حاجت ہو تو اُس کے بڑہانے
کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔ پس نفس کی سعادت کے حاصل کرنے مین
اول ایام کا دوسرے مشق کا دکیونکہ تمام قوتین مشق سے نشو و نما پاتی ہین اور

اگر وہ اُن مین نہ حاصل ہون تو یا تو وہ حاصل ہی نہین ہوتے یا اُس قدر اچھے طور پر نہین حاصل ہوتے جیسا کہ وقت پر حاصل ہوتے - لہذا بہت سی صفات اگر انسان کی کم سنی مین جو اُن کا وقت ہے نمو نہ ہون اور نمو نہ پا وین تو ممکن نہین کہ بڑی عمر مین حاصل ہون - پس صفات مذکورہ کو کم سنی اور ابتدائی عمر مین حاصل ہونا اور اُن کی عادت ہونی اور مشق پڑنی چاہیئے اور جن کے نگرانی و قبضے مین بچے ہون اُن کا فرض ہے کہ بہترین کوشش اُن کے وقت پر اُن کے حاصل ہونے اور نمو دلانے کے لئے کرین بلکہ خود مثال و نمونہ بنکر ثابت کرین تاکہ بچے فایدہ اُٹھا وین اور اُن کے اولیاء بھی عذاب سے امن مین رہین - زندگی مختلف اوقات مین اپنے مطالبات و خاص فرائض رکھتی ہے اور خاص طریقہ تعلیم و خاص تربیت سے خاص عادات کے اختیار کرنے سے خاص کتابون کے مطالعہ سے صحبت سے عبرت سے حمیت سے انسان کے عادات واطوار کی درستی یا عدم درستی ہوتی ہے لہذا فیلسوفان اخلاق کو لازم ہے کہ استقلال کے ساتھ اُس طرف مصروف ہون اور جس جس وقت اور جس جس طرح وہ حاصل ہو سکتے ہون اُن کی تدبیر بتا دین اور کرین - جس طرح پھول اپنے وقت پر پھولتا ہے اُسی طور پر انسان کے عمدہ اوصاف وخوبیان وقت پر ظاہر ہوتی ہین بشرطیکہ تخم ریزی کے وقت کما حقہ بوئے گئے اور اپنے وقت پر حاصل کئے گئے ہون کیونکہ اُن کی کاشت و درو کا وقت بھی خاص ہوتا ہے اور خاص طرح پر اُن کی کاشت بھی ہوتی ہے جس طرح وہ پودہ جو لگاتے ہی زور نہین کرتا اور کلّے نہین پھوڑتا اور خفیف دھوپ یا ہوا سے مرجھا جاتا ہے اور پھر سرسبز نہین ہوتا اُسی طرح بہت سے اوصاف بھی نہین

کیونکہ ضرور ہے کہ پہلے اُس کو سمجھایا جاوے کہ اُس کی عادت بد ہے دوسرے اُسکی عادت چھوڑائی جاوے تیسرے تخم نیکی کا اُس مین ڈالا جاوے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ باوجود خوب ہونے بدی اور اُس بدی کے نیک ہونے کے اعتقاد رکھنے کے اُس پر فخر بھی کرتا ہو ایسا شخص عموماً اصلاح پذیر نہین ہوتا مگر یہ کہ تائید غیبی ہو۔

رذایل کا علاج۔ اصول عام۔ اصول علاج کا یہ ہے کہ علاج کے وقت ضرور ہے کہ پہلے اسباب و علامات سے نقصان اُس رذیلت کا کہ جس کا دفع و ازالہ منظور ہو خوب طرح سے معلوم کرین کہ تا بہ امکان اُس مین شک کی مجال نہ رہے پھر بذریعہ ارادہ عقلی کے اُس سے پرہیز کرین۔ اگر مقصود حاصل نہ ہو تو مداومت مین اُس فضیلت کے جو مقابل مین اُس رذیلت کے ہے مشغول ہون اور تکرار مین اُن افعال کے جو تعلق اُس قوت سے رکھتے ہین بروجہ افضل و طریق اجمل کے مبالغہ کرین یہ معالجہ مثل علاج غذائی کے ہے۔ اگر اس علاج سے مرض زایل نہ ہو تو توبیخ و مذمت نفس کی اُس فعل پر فکر و قول و عمل کے ذریعہ سے کرین۔ اور اگر وہ کافی نہ ہو تو شہوی کے حالت مین غضبی کو اور غضبی کے حالت مین شہوی کو استعمال کرین یہ معالجہ مثل علاج دوائی کے ہے۔ اور اگر اس سے بھی فایدہ نہ ہو تو اُس رذیلت کا استعمال کرین جو اُس کے خلاف ہے مثلاً بخل کے دور کرنے کے لئے اسراف اور اسراف کے دفع کے لئے بخل۔ اور جب اُن مین عمل وسط کے قریب ہونے لگے تو خلاف کی رذیلت کے استعمال کو ترک کرین۔ یہ علاج مثل علاج سمی کے ہے کہ جب تک طبیب مضطرب نہین ہوتا نہین کرتا اور اُس کے استعمال کی حالت مین بھی کمال احتیاط کرتا ہے۔ اور اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو عقوبت اور

ایک قوت کی مشق دوسری قوت کی ترقی کے لئے کارآمد نہین ہوتی اور اُس کو باعتدال وخاص حد کے اندر کرنا پڑتا ہے ورنہ بجاے ترقی وکمال کے قوے مین اُس سے زوال آجاتا ہے۔) تیسرے عادت کا۔ (کیونکہ کثرت مشق سے ایک ایسی کیفیت راسخہ ہوجاتی ہے کہ جو مشکل ونا پسندیدہ معلوم ہوتا تھا وہ آسان و خوشگوار معلوم ہونے لگتا ہے اس لئے تہذیب نفس مین اُس کے ذریعہ سے بہت معاونت ہوتی ہے۔) چوتھے جسمانی وذہنی واخلاقی قوتون کی مقدار مناسب واعتدال کے ساتھہ پہلو بہ پہلو استعمال کا۔ (کیونکہ اگر ہر قوت مذکور کا استعمال نہین ہوتا تو بعض کمزور اور بعض قوی ہوکر نقصان وزوال قبول کرتے ہین) پانچوین تفاوت مدارج وضروریات کے اعتبار سے تعلیم وتربیت دینے و ترتیب پیدا کرنے کا۔ جو علم وقوت وفہم مین مختلف اشخاص کے ہوتا ہے۔ چھٹے ہمت اور طلب کرنے کے شوق کا۔ (کیونکہ اُس کے وجہ سے عمل ہوتا ہے) ساتوین اچھے معلم کا لحاظ وخیال ضروری ومقدم واہم ہے۔ جن انسانون سے کہ کتساب متعلق ہوتا ہے اُن کے چار درجے ہین۔ درجہ اول یہ ہے کہ جس نے نیک و بد کو نہ پہچانا ہو اور نیکی یا بدی کا عادی نہ ہوگیا ہو۔ اور اب تک فطرت ابتدائی پر ہو ایسے شخص سے اصلاح پذیر ہوجانے کی جلد اُمید ہوتی ہے اور وہ نقش پذیر ہوتا ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ بد اعتقاد نہ ہوگیا ہو ایسے شخص کا اصلاح پذیر ہونا کچھہ مشکل ہے کیونکہ ایک تو اُس کی بد عادت کو چھوڑانا ہوتا ہے دوسرے تخم نیکی کا اُس مین بونا۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ باوجود بدی کی عادت کر لینے کے اُس بدی کے نیک ہونے کا بھی اعتقاد رکھتا ہو ایسے شخص کا اصلاح پذیر ہونا نہایت مشکل ہے

اور اُس سے دفع کرنے کی احتیاط عملی طبعاً حرکت میں آتی ہین اور خطرہ کے عادی ہوجانے سے احتیاط کی عادت بتدریج پیدا ہوتی - اور اندیشہ کی بتدریج گھٹتی ہے اور اسیطرح مصیبت کے ادراک سے رحم بطریق انفعال بالطبع حرکت مین آتا ہے اور مصیبت کے دفع کرنے کی تحریک بطریق عمل پیدا ہوتی ہے - اگر کوئی شخص مصیبت زدون کی خدمت کرنا اور اُن کی تلاش کرنا اور مصیبت رفع کرنا اختیار کرے تو اُن تکلیفون کے سبب سے جو اُس کو دیکھنے مین آوین گی دن بدن کمتر اثر پذیر ہوگا تاہم شفقت کے قوت کو منفعل ہونے کی نظر سے نہین بلکہ محرک عمل ہونے کے نظر سے تقویت ہوگی اور حالانکہ وہ مصیبت زدون پر بطریق انفعال کم رحم کرے گا لیکن اُن کی یاری و مددگاری کرنے مین اُس کو بطریق عمل زیادہ آمادگی ہوگی - اسی طرح بہ آدمیون کے روزمرہ اپنے گرد پیش مرتے ہوئے دیکھنے سے اپنے وفات کی کیفیت انفعالیہ یا اندیشہ ہم مین کم ہوجاتا ہے لیکن ایسے واقعات سنجیدہ مزاج آدمیون مین موت کا خیال پیش نظر رکھہ کر عمل کرنے پر آمادہ کرتے اور اُن مین عادت عمل کرنے کی پیدا و مضبوط کرتے ہین - مرے ہوئے آدمی کے دیکھنے سے اپنے مرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ عمل کرنے کے طرف لے جاتا ہے اور جب بہت سے مُردون کو دیکھتے ہین تو اپنے مرنے کا خیال و خوف کم ہوجاتا ہے - اور اگر عمل کرنے کی عادت نہین ہوتی تو اندیشہ بھی کم آتا ہے اور خیال بھی کم ہوجاتا ہے - لہذا درستی عمل مین فعل و انفعال کا خیال ازحد ضروری ہے -

عادت و اُس کا علاج -

اگر ز دست جفا بر فلک رود بدخوے   ز دست خوے بد خویش در بلا باشد

اعمال شاقہ اُس کا علاج ہے۔ یہ علاج مثل قطع و داغ کے ہے کہ اگر کسی عضو سے نقصان کا اندیشہ ہو تو اُس کو جدا کر دیتے یا داغ دیکر اُس قدر عضو کو بیکار بنا دیتے ہین۔ اپنے عیوب اور اُس کے اسباب و علامات پر حسب ذیل طریقے بھی مطلع ہو سکتے ہین۔ (۱) شیخ طریقت کے بتلانے سے۔ (۲) اپنے خالص و بے ریا احباب کے ظاہر کرنے سے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ خدا اُس شخص کا بھلا کرے جو میرے عیوب کا تحفہ مجھ کو بھیجے۔ (۳) لوگون کے عادات و اخلاق کو اپنے عیوب کا آئینہ بنانے سے و فکر و غور و نصیحت و عبرت حاصل کر لینے اور دوست و دشمن جن عیوب کو منسوب کرتے ہین اُن مین تمیز کرنے سے۔ (۴) ہر عمر خصوصاً بچپن سے خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر و شدید العقاب و ذو مغفرت و ثواب دینے والا جانکر پیش نظر رکھنے سے یہ سمجھ کر کہ معصیت کو اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے بعد معصیت توبہ و استغفار سے اور موت کے خیال و یاد رکھنے سے بھی فایدہ ہوتا ہے

فعل و انفعال اعمال اور اُنکی ترقی اور اُنکا زوال۔ ان دونون باتون پر کہ عادت فعلیہ افعال کے تکرار سے پیدا اور قوی اور تاثیرات انفعالیہ بار بار کے اثر سے ضعیف ہوتی ہین اگر ساتھ ساتھ غور کیا جاوے تو یہ نتیجہ نکلیگا کہ ممکن ہے کہ جبکہ عادت فعلیہ مخصوص تحریک و ترغیب کے موافق بار بار عمل کرنے سے بتدریج پیدا اور قوی ہوتی ہو یہ تحریک و ترغیب خود بقدر مناسب قوت مین کم ہوتی جاتی ہو یعنے اس صورت مین جس قدر عادت فعلیہ قوی ہوتی جاتی ہے اُسی قدر تحریک و ترغیب کا اثر برابر کم محسوس ہوتا ہے اور تجربہ سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس امر کی مثالین اس طرح حاصل ہو سکتی ہین کہ خطرہ کے ادراک سے اندیشہ کی کیفیت انفعالیہ

پہ بھی مین نے غور کیا کہ فضایل کو کس طرح پر ترتیب دینا چاہیئے - مین نے خیال کیا کہ سب سے اول اپنے نفس کو اپنے قابو مین کرنا چاہیئے جس کے ذریعہ سے بہت بوجھہ سر سے اوتر جاوے گا اور فکر مین جودت پیدا ہو جاوے گی اور اُس کے بعد عادات قدیمہ و مالوفہ پر رفتہ رفتہ غالب ہو سکون گا - چنانچہ اس لحاظ سے سب سے اول مین نے ریاضت یعنے افراط و تفریط سے بچنے کو جیسے کہانا پانی زیادہ نہ کہانے کو لکھا اور مین نے خیال کیا کہ اُس کے بعد سکوت یعنے ایسی بات نہ کہنا جو مفید نہ ہو اُس پر آسانی قابو حاصل کر سکون گا - اور چونکہ اپنے دایرۂ خیالات کو توسیع دیتے وقت مجھہ کہی ہوئی باتون کے نسبت پڑھے مضامین سے زاید فایدہ ہوتا تھا اس واسطے جعلی دوستون بلکہ اُن کی فضول باتون اور لطیفون کے سننے سے باز رہنے کا مین نے قصد و ارادہ کر لیا تھا اس واسطے سکوت کو مین نے دوسرے نمبر پر لکھہ دیا اور یہ اُمید کر کے کہ انتظام پر عمل کرنے یعنے ہر شئے کے محل و ہر کام کے وقت تعین کر لینے سے مجھہ کو تحقیق اور تدقیق کا موقع اور وقت اچھی طرح ملے گا مین نے تیسرے درجہ پر اس کو قرار دیا - تخصیص مقصد یعنے سمجھہ کر فوراً کام شروع کرنا چاہیئے اُس پر عامل ہو جانے سے میری راے مین دوسرے فضایل کے حاصل اور اُن کی تکمیل مین مجھہ کو سہولیت ہوئی - اور خرچ کے انتظام مین آجانے سے اور ستی و عمل پر یعنے وقت کو ضایع نہ کرنے اور کارآمد کام مین مشغول رہنے سے اور اُس پر کاربند ہو جانے سے اپنے فرض سے سکدوش ہو جانے کی اُمید کر کے اور اُن پر عمل کرنے کی جلد ضرورت تصور کر کے اُن کو مین نے یکے بعد دیگرے لکھہ دیا اور مین نے خیال کیا کہ اس کے بعد استقامت وغیرہ پر عمل کرنا یقیناً

تو نیکو روش باش تا بدسگال | بنقص تو گفتن نیابد مجال
بہ شیرین زبانی توان برد گوے | کہ پیوستہ تلخی برد تند خوے

فرینکلن نیک عادت کے وجہ سے اپنے ملک میں فرینکلن صالح کے نام سے مشہور تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ جب کہ مین نے یہ ارادہ کیا کہ مجھہ سے کسی وقت مین کوئی خطا سرزد نہ ہونی چاہیئے اور مجھہ کو ایسا ہونا چاہیئے کہ جس کے ذریعہ سے مین ایسی تمام قوی عادات اور اپنے نفس کے ایسے سب میلانون پر غالب ہوجاؤن جو میرے مقصد کے سدراہ ہون۔ اور جب کہ مین نے اپنے آپ کو اچھے اور برے کی تمیز اور تفریق کرنے پر مایل کیا تو مجھہ کو اُن کے سمجھنے مین کچھہ دشواری پیش نہین آئی یعنے مین بخوبی سمجھہ سکا کہ نیکی یا بدی کس کس شے مین ہے لیکن بدیون کے ترک کر دینے اور اُن کی جگہہ بھلائیون کے اختیار کرنے پر قادر ہوجانا سخت مشکل اور دشوار معلوم ہوا اور مجھہ کو معلوم ہوا کہ جب مین ایک خطا سے اپنے کو محفوظ کرنے کے واسطے ارادہ قطعی کر لیتا تو دوسری کسی اور غلطی مین اپنے آپ کو مبتلا کر لیتا ہون عادت کا یہ حال تھا کہ وہ ہر ایک برائی سے زیادہ حاصل کرنا چاہتی تھی اور میلان طبیعت بعض اوقات عقل و شعور سے اکثر وجدان اور کانشنس پر بھی غالب ہوجاتا تھا۔ ان اغراض کے حاصل ہونے کے واسطے مین نے ذیل کے اصول اختیار کئے۔ یعنی جو کتابین میرے مطالعہ مین اس مضمون پر تھین اُن مین سے مین نے ایک فہرست اخلاقی باتون کی اس طرح بنائی کہ ہر عادت کے متعلق کچھہ نوٹ بھی اُس کے آگے لکھدیئے۔ مین نے سوچا کہ سب کو یکبارگی پیش نظر کر لینا ٹھیک نہین ہے بلکہ یکے بعد دیگرے اُن کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اور اس فہرست کے تیار کرتے وقت

وحصائل کو اس طرح درست کرتا تھا تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وقت مجھ کو کامیابی ہوتی بلکہ کبھی کبھی مین ناکامیاب بھی ہو جاتا تھا اور نیز اس نقشہ کے مرتب کرنیسے مجھکو خوب ثابت ہو گیا تھا کہ مین کیسی کیسی غلطیون کا عادی ہون اور اپنی خطا کو معلوم کرکے مین ہر روز زیادہ تر توجہ اپنی غلطیون کی اصلاح مین کیا کرتا تھا۔ لیکن جب کہ مین اپنی اصلاح کر چکا تو مین نے بجاے ہر روز کے سال مین ایک مرتبہ نشان پر نظر ڈالنا کافی سمجھا اور جب میرے واسطے کام زیادہ بڑہ گیا اور سفر وسیاحت سے فرصت کم رہنے لگی تو اس پر توجہ کرنے کا مجھ کو وقت بہت کم ملتا تھا مگر تاہم مین نے اُس کو قطعی ترک کبھی نہین کیا یعنے جب کبھی موقع ہوتا تھا تو مین ان نقشون اور جدولون پر غور اور اپنے حالت کی جانچ کر لیا کرتا تھا اگرچہ مین اس بات کا دعوے نہین کر سکتا ہون کہ مین ان حصائل کا قطعی مالک ہون اور کوئی نقصان مجھ مین نہین ہے لیکن ہان مجھ کو اس بات کا اطمینان ہے کہ ایک آزاد اور کاروباری شخص کے واسطے جس قدر ضرورت ان حصائل کے موجود ہونے کی ہے اُس قدر اقتدار مجھ کو حاصل ہے۔ مین اس بات کا اقرار کرتا ہون کہ ان خصلتون کے اختیار کر لینے سے جس قدر مجھکو کامیابی کی توقع تھی اُس مرتبہ کمال پر مین نہین پہنچ سکا لیکن اس مین شک نہین ہے کہ مین اگر درجہ امکان سے کم اس بات مین اہتمام کرتا تو جو کامیابی مجھ کو حاصل ہوئی ہے اس قدر ہرگز نہ ہوتی۔ الغرض مجھ کو اس بات کا اظہار منظور ہے کہ مذکورہ بالا تدبیر کے وسیلہ سے خداے تعالی نے میری تمام عمر مین جو آج بہیاسی سال کی ہے مجھ کو ہر طرح کامیاب اور خوش وخرم رکھا ہے اور ابتداے عمر مین قسمت نے

آسان ہو جاوے گا۔ غرض اس طرح پر اس فہرست کو ترتیب دیکر فیثا غورث کے
کلمات حکمت مین سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہر روز ان پر ایک
نظر ڈالنا چاہئیے۔ اس واسطے مین نے ایک چھوٹی سی کتاب تیرہ ۱۳ صفحون کی
اس طرح پر بنائی کہ اُس کے داہنے طرف علی الترتیب سیچ ادپر ان کل صفات
کو لکھ دیا اور ہر ایک کی پیشانی پر ہفتہ کے دن لکھ دیا۔ ور اس طرح پر اس
کتاب کا ہر ایک صفحہ گویا ایک ہفتہ کے کارنامہ کا یادداشت ہو گیا۔ اور مین نے
یہ التزام کیا کہ ہر روز غور و تامل کرتا تھا کہ ان خصایل مین سے کس کس خصلت مین
اُس روز کوتاہی ہوئی۔ اور جس خصلت مین کوتاہی ہوتی اُس کے مقابل سے
خانہ مین ستارہ کی شکل بنا دیتا تھا اور مین نے یہ قرار دیا کہ ایک ایک اچھی خصلت کو
ایک ایک ہفتہ کے اندر اختیار کر لینا چاہئیے۔ پہلے ہفتہ کے ختم پر نتیجہ و یکھنے مین
آیا کہ ریاضت کے اختیار کر لینے مین کوئی مطابقہ سے سرزد نہین ہوئی اگرچہ
پہلے ہفتہ کے واسطے صرف ایک ہی خصلت کے حاصل کر لینے پر زور دیا تھا مگر
تاہم اور خصایل کے اوپر بھی سرسری نظر ڈال لیا کرتا تھا۔ جب کہ پہلے ہفتہ مین
پہلی خصلت کی لاین پر قادر ہو گیا تو دوسرے ہفتہ مین سکوت کی لاین کو صاف
رکھنے کی مین نے کوشش کی۔ اور اسی طرح پر تیرہ ہفتون کے اندر تیرہون کے
تیرہون خصایل کو مین نے اپنے آپ مین پیدا کر لیا اور پھر اس طرح سال بھر
مین چار مرتبہ مین نے انہی خصایل پر مکرر سہ کرر غور کرنا شروع کیا اور مجھہ کو اس
بات کے دیکھنے سے نہایت اطمینان اور مسرت ہوتی تھی کہ رفتہ رفتہ اس کتاب کے
ورق کی جدولین صاف اور بے نشان ہوتی جاتی ہین۔ اور جب کہ مین اپنی عادات

کام کو مقدم رکھین گے یا دوسرے کام کو۔ پھر جو کام اُس دن مین جس وقت کرنا ہو اُس کو یاد کر لینا چاہیئے۔ پھر یہ سوچنا چاہیئے کہ اُن کامون کے سلسلہ مین کن کامون کا سلسلہ متصل ہے کہ اُس کے ساتھہ اُس کو بھی انجام کرتے جاوین اور جہان اور جس کے پاس جانا ہے اُس سے یا اُس کے قریب وہ کام بھی کرتے جاوین لیکن یہان پر یہہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ مقدم کام کا وقت جاتا رہے اور پھر دونون کام مین کوئی کام نہ ہو۔ پھر ان سب باتون کے سمجھے کے بعد اگر کام کرنا بہتر معلوم ہو تو ہمت کے ساتھہ متوکلاً علی اللہ بغیر تاخیر کے کام شروع کر دینا چاہیئے اور آج کا کام کل کیلئے نہ چھوڑنا چاہیئے اور عمل کرنے اور کرانے کی کوشش کرنا چاہیئے نہ کہ زبان ہلائی جاوے اور دوسرون پر چھوڑ دیا جاوے اور کوشش مین ناکامیابی ہو تو مایوس نہ ہو جانا چاہیئے بلکہ اور ہمت کے ساتھہ عمل کرنا چاہیئے۔ اگر آدمی وقت کا خیال رکھے اور امر مذکورہ کو پہلے سمجھہ رکھے اور پھر کام کرے تو بہت سے کام انجام پا جاتے ہین اور وقت بھی بچ جاتا ہے۔ تجربہ متواتر ہوا ہے کہ اس طرح عمل کرنے سے کام بھی ہو جاتے ہین اور وقت بھی بچ جاتا ہے لیکن تاہم وقت پورا ہر کام کے لئے معین کرنا چاہیئے۔ بہت لوگ عملی آدمی ہوتے ہین اور عمل کرتے رہتے ہین لیکن موقع و بر محل و بر وقت و صحیح طریق و منتظمہ قواعد و متحدہ طرز نہ ہونے کے وجہ سے یا ایسے کام شروع کرنے سے کہ جس مین کامیابی ناممکن ہے ناکامیاب ہو جاتے ہین اور یہ بھی نہین خیال کرتے کہ دوسرے لوگ جن کی مدد سے وہ اُس کام کے حاصل کرنے کے اسباب کو

جو کچھ میرے واسطے مصایب مقرر کئے گئے اُس کے مقابلہ مین عبدالزان جو کچھ
خوشحالی مجھ کو میسر ہوئی وہ ہر انسان کے واسطے بلاشبہ نہایت کافی و وافی ہے
میرا خیال ہے کہ میری عمر کی درازی اور میرے بدن کی صحت و تندرستی ریاضت کے
ذریعہ سے اور ایک درجہ تک میری شہرت سعی و عمل کے وجہ سے اور ملک کے
ضروری اوزارون مین شمار کیا جانا میرے حُسن انتظام اور نفس پر قادر ہونے کے وجہ سے
اور میرا معتبر خدمت ملکی پر فایز اور ملک کا اعتبار حاصل کرنا میری استقامت اور
للّٰہیت کے وجہ سے ہوا۔ بنابرین مین یہ عرض کرتا ہون کہ بعد اس کے جو جو لوگ
میرے طریقہ پر چلینگے اُس کو یقین کرنا چاہیئے کہ اُس کی کوشش رائگان نہین
جاوے گی اور بالضرور اُس کو ثمرہ نیک حاصل ہوگا۔ والسلام۔

عمل کس طرح انجام اندیشی کے ساتھ باقاعدہ و صحیح طور پر کرنا و کرانا چاہیئے

جس کام کو ہاتھ لگانا چاہتے ہین پہلے بطور انجام اندیشی
یہ سوچ لینا چاہیئے کہ (۱) اُس کام کا ہونا ممکن ہے یا نہین۔ (۲) کون کون سے
اسباب مہیا ہون تو وہ کام ہو جاوے۔ (۳) اُن اسباب کا مہیا کرنا مجھ سے
ممکن ہے یا نہین۔ (۴) کس ذریعہ سے اور کس کے معرفت اور کس خرچ سے
اسباب مذکور اکٹھا ہو سکتے ہین۔ (۵) کون کون امر اُن کے مہیا ہونے کے
مانع ہون گے۔ (۶) اُن موانعات کو کس طرح روکنا چاہیئے۔ چونکہ روکنے مذکور کا
فعل بھی ایک کام ہوگا لہذا بطور ایک کام کے اُس کو قرار دیکر اُس کے نسبت
بھی سوچنا چاہیئے۔ (۷) اُس کے اسباب کے مہیا کرنے کے لئے کون وقت
موزون ہے۔ پھر اپنے دیگر کامون کو دیکھنا چاہیئے کہ اس وقت موزون پر اس

جہان تک ہوسکے کوشش کرنا چاہیئے۔ (۵) زندگی پاک وسادہ وسودمند بسر کرنا چاہیئے۔ (۶) کسی کو ستانا نہین چاہیئے اور قسط وعدل واحسان کرنا چاہیئے۔ (۷) جہانتک ہوسکے نوع انسان کی بہبودی واصلاح بین الناس کرنا چاہیئے۔ (۸) قول وفعل مین صدق ودیانت وامانت ہونا چاہیئے۔ (۹) معاملہ بینہ وبین الناس کو چند صحیح اصول پر جو تمام نوع انسان کے لیئے ایک ہین درست کرنا چاہیئے۔ معاملہ بینہ وبین اللہ کو ہر فرد کی راے پر چھوڑنا چاہیئے۔ (۱۰) نیکی کرنے مین احسان بالقوم کو ورفاہ عام کو افراد کے ساتھ احسان کرنے پر ترجیح دینا چاہیئے۔ (۱۱) لماتقولون مالاتفعلون سے جو نہین کرسکتے اُس کو کیون کہتے ہو بالکل پرہیز کرنا چاہیئے جو ہوسکے اُسکو کرنا اور لسانی سے بچنا چاہیئے۔ (۱۲) نیکی پورے خلوص سے کرنا اور ریا خود غرضی سے بچنا چاہیئے (۱۳) [illegible] صفات حمیدہ ہین اُنکی تکمیل جہان تک ہوسکے کرنا چاہیئے۔ (۱۴) [illegible] کام کرنا اور اپنی عزت آپ کرنا وخودبینی سے بچنا چاہیئے (۱۵) قلب مطمئن [illegible] وثبات دلی وثابت قدمی رکھنا چاہیئے۔ (۱۶) آزادانہ قناعت زندگانی انسانی کو [illegible] رکھتی ہے لہذا اُس کو اختیار کرنا چاہیئے۔

دو قرص نان اگر از گندم است یا از جو — سہ تاے جامہ گر کہنہ است یا از نو

بہ چار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع — کہ کس نہ گوید از اینجا بخیز و آن جا رو

ہزار بار فزون‌تر بہ نزد ابن یمین — ز فر مملکت کیقباد و کیخسرو

ہر کہ دارد کفاف [illegible] جہان — کہ نباشد دران بکس محتاج

کلبۂ [illegible] کہ بآن — نہ کند ہر دمش کسے اخراج

[illegible] خود است — این چنین کس نہ نگرد سوئے تاج

اکٹھا کر سکتے ہین اُن کو بھی موقع اور وقت مدد دینے کا ہے یا نہین اور جن مسخرات کے مسخر کرنے کی اور اسباب بنانے کی اُس کام مین ضرورت ہے اُن کو بھی اکٹھا نہین کرتے۔ پس ایسے لوگون کا عمل ناکامیاب ہوتا ہے لفظی وخیالی و وہمی آدمی نہ ہونا چاہیئے بلکہ ایک عملی آدمی ہونا چاہیئے۔ جب تک عملی آدمی نہ ہو اور کوشش اور مستعدی کیساتھ متواتر عمل نہ کرتا جاوے کامیابی نہین ہوتی ورنہ بہت جلد کامیابی ہو جاتی ہے۔ باقاعدہ درست طور سے عمل کرنا چاہیئے اور انجام اندیشی وعقل سے عمل کرنا اور تجربہ سے فایدہ اُٹھانے کے بعد ہمیشہ پہلے انجام اندیشی کرنی چاہیئے۔ جن لوگون سے عمل صحیح طور پر اور باقاعدہ کرانا ہو اُن کو اُصول مذکورہ بالا کا پابند بنانا اور اگر بے قاعدہ عمل کرتے ہون تو اُس عمل کو باقاعدہ اُن سے انجام دلانا چاہیئے۔ مثلاً کسی چیز کے رکھنے کی جگہہ معین ہے اور خادم اُس کو دوسری جگہہ رکھہ دیتا ہے تو اُس سے اُسی مقام پر اٹھوا کر رکھا دینا چاہیئے تاکہ آیندہ غلطی نہ کرے اور اگر پھر غلطی کرے تو زیادہ مواخذہ سے اُس کو اس امر خاص کے نسبت امر کرنا چاہیئے۔

انسانی زندگی کا دستور العمل۔ زندگی کا دستور العمل لامذہب کا بھی میری راے مین حسب ذیل ہے۔ (۱) جسکا علم انسان کیلئے محال ہے اُس کے طلب مین وقت ہرگز رائگان نہ کرنا چاہیئے۔ (۲) قابل العلم مین سے جتنا جاننا بقا وصحت سودمند ہو وہ سب جاننا چاہیئے اور علم اور عقل وفکر وتدبر وتفقہ وتذکر کے ساتھ جو صحیح وسودمند ہو تا بہ امکان اُسپر عمل اخلاص کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ (۳) کسب معاش مین مستقل ہونا چاہیئے۔ (۴) جسمانی۔ اخلاقی وعقلی صحت کی تکمیل مین

حقیقت مکاشفہ صوفیہ

مکاشفہ کے اقسام حسب تقسیم صوفیہ کرام حسب ذیل ہین۔ ۱۔ نظری ۲۔ نوری۔ ۳۔ سری یا الہی۔ ۴۔ روحانی۔ ۵۔ صفاتی۔ ۶۔ لدنی ۷۔ علاوہ اسکے جس صفت مین خدا کے ہو اُس صفت کے رو سے مکاشفہ کا نام جدا رکھا جاتا ہے ان سب کے تعریفون سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے خیال مین جو کچھ بیٹھ جاتا ہے اسکا نام و لقب جو رکھا جائے وہ مکاشفہ ہوا۔ صوفیہ فرماتے ہین کہ مکاشفہ ذاتی ایسی چیز ہے جسکا بیان کسیطرح نہین ہو سکتا۔ کیا خوب کہا ہے ایک محقق نے کہ مکاشفہ نام ہے نفس کے امور خیالیہ کیطرف رجوع کرنے اور اُسپر ایک زمانے تک مداومت رکھنے کا یہانتک کہ اُمور اُسکے خیال مین متخیل ہونے لگین کہ وہ فی نفسہ موجود ہین اُسکے خیال مین وہی اُسکا خیال ہوتا ہے نہ کوئی غیر شے اُسکے سوا۔ اسیطرح ترقی کرتا ہے ایک خیال سے دوسرے خیال کیطرف اور تصور کرتا ہے دوسرے شے کو لیکن کوئی شے دوسری نہین ہوتی مگر اُسکا خیال ہی ہوتا ہے پس جب ترقی کرجاتا ہے یہ خیال ایسے شے کی طرف کہ متخیل ہوتا ہے یہ کہ وہی اللہ ہے اگرچہ وہ ایک شان ہوتی ہے اللہ کے شانون مین سے اُس وقت وہ تخیل کرتا ہے کہ اُس نے بلند کرلیا ہے اپنے نفس کو اعلیٰ درجہ کی طرف اور پہچان لیا ہے اللہ کو جیسا کہ حق ہے اُسکے پہچاننے کا حالانکہ اللہ بری ہے اُس سے اور حق یہی ہے کہ لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر نہین ہے مثل مثل اللہ کے کوئی شے اور وہ سمیع البصیر ہے ۔

هرکس کہ بجہان نیم نانے دارد — وز بہر بودن آستانے دارد

نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے — گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

بود چار چیز از کمالِ حماقت — مکن ہیچ یک را ازینہا تصور

بمفسد سخاوت باحمق محبت — بنادان تواضع بدانا تکبر

انمین سے کسی ایک کو اُن لوگون کیساتھ نہ کرنا چاہیے جن کیساتھ ان اشعار مین ممانعت ہے

اور دستور العمل انسانی زندگانی اہل مذہب کا بشمول مذکورہ بالا امور کے حسب ذیل ہے

(۱) بطور عبد اللہ پارسایانہ و مذہبی اچھے آدمی کیطرح زندگی بسر کرنا اور ہمیشہ نیز دین رہنا جو پارسائی و دینداری کیساتھ ہونی چاہیے۔ (۲) صالح و اصلح و اتقیٰ و اسلم بننے کی ہمیشہ سعی کرتے رہنا چاہیے اور ایمان کیساتھ اعمال صالحہ کرتے رہنا چاہیے۔ (۳) اثم و عدوان اور عصیان کی معاونت نہ کرنا۔ (۴) فسق و فجور و کذب و زور و علو و فساد و فتنہ و اسراف و بغی بغیر الحق و ظلم جلی و خفی و فحش ظاہر و باطن سے بچنا چاہیے۔ (۵) آپسمین تاکید صبر و حق و مرحمت و امر بالحق کی کرنی چاہیے (۷) اصلاح بین القوم کو اور قوم مین امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو شعار بنانا چاہیے۔ (۸) احسان ایثار تبرا ایسا کرنا چاہیے کہ عدل کرنے و کرانیسے مقادم و مزاحم نہ ہو۔ (۹) رہبانیت سے نہو رحمت و رافت کیساتھ حسن معاشرت کرنا چاہیے۔ (۱۰) صادقین کیساتھ رہنا اور حق کو محبوب و باطل کو مبغوض رکھنا چاہیے۔ (۱۱) اپنے اعمال کا آپکو ذمہ دار سمجھنا چاہیے اور یہ کہ انسان کیلئے نہین ہے مگر وہ جسکی اُس نے سعی کی۔ (۱۲) آخرت عذاب و ثواب و یوم البعث اور اللہ کے مالکِ یوم الدین ہونے پر ایمان لانا اور اللہ کے خوف و رضامندی چاہنے سے و خوف و طمع کیساتھ عمل کرنا چاہیے۔ (۱۳) توبہ و استغفار و تسبیح و تہلیل و یاد موت کرتے رہنا۔ اور نہ نا اُمید و مستغنی و بے پروا نہ ہو جانا چاہیے۔ (۱۴) آیات اللہ و شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر کرنا و غیر کا سجدہ و عبادت نہ کرنا چاہیے۔ (۱۵) جب عزم کسی امر نیک پر ہو جاوے تو متوکلاً علی اللہ اسکو کرنا چاہیے (۱۶) قرآن مجید پر ایمان لانا اور عمل کرنا اور اسکی زبان سیکھنا اور اسکو اللہ کا آخر کلام۔

جذبہ ہمدردی والفت اور اونکے پیدا ہونے کے اسباب وعلامات۔ ۹۷

کس کے ساتھ احسان کرنا چاہئے اور کسکا احسان [illegible] کرنا چاہئے ۸۰

جذبہ دوستی ودشمنی اور اُنکے فرایض وحقوق ودوستی کے فوایداور ضرورت اور کیسے آدمی قابل دوستی ہین اور دیگر لطیف تفاصیل۔ ۹۰

جذبہ قدرشناسی وتناقس وحسد کا بیان۔ ۱۰۳

پبلک کی نادانی اور اونکے رایون کی نقایص ونادانون کی کثرت راے وکثرت شادتہ وعوام کی راے کی پابندی نادانی ہے وحق وحیاوزبان خلق سے کسی کا نہ بچنا۔ ۱۰۶

کمال انسانی وانتہاے کمال ملی وکمال حیات ملی وتوسیع حیات ملی وحقیقی اجتماع کا نصب العین وحیات ملی کا مرکز وآئین اور وہ کس طرح حاصل ہوسکتے ہین۔ ۱۱۱

تصاحب مین مذہب کی ضرورت وفواید وتعریف مذہب ومذہب کے اقوی [illegible] واسلم ہونے کا سبب ومذہبی پارسائی کے فواید [illegible] والے وموحدین ومجتہدین کے اعمال کے اثرات کے مابین فرق تمدن [illegible] بدی سے تعلق لازم نہین ۱۱۴

قومی زندگی پر اصول کا حقیقی اثر اور اون کی [illegible] زمانہ واتحاد وامتزاج [illegible] قوم [illegible] ۱۲۵

انسان وایک دوسرے فرایض مین مماثلت واتفاق [illegible] انسانی کا اعتقاد اہانت انسان واہانت ہدایت قرآن ہے۔ ۱۲۸

مذہب خدا کا اعتراف [illegible] فلسفہ وایمان بالغیب [illegible] عمدہ اقوال [illegible] ۱۲۹

سائنس سے مشاہدہ وتجربہ کی عادت۔ [illegible]

ملکہ کی تعریف اور قوت شہوی وقوت غضبی کی افراط وتفریط ورد اسرت کے حدود وحکمت وکتاب مین فرق۔	۴
امتیاز مابین نباتات وہر قسم کے حیوانات وکیڑون وانسانون کے اور نفس انسانی وچمپانزی۔	۴۸
انجام اندیشی وتعریف نفس واعتبار کی ضرورت اور کیا اور کسطرح اعتبار کرنا چاہیئے۔	۵۲
تاریخ وتجربہ ومشورت فرزانگان وقبول نصیحت ونتیجہ نہ سننے نصیحت و دعوی کے لئے دلایل ومثال چاہیئے۔	۵۶
اعلی نقیحتون کا یاد رکھنا وسوانحعمری سے مستفید ہونا اور سطح نظر اعلی مثال پر قائم کرنا وسب سے بہتر وعمدہ صحبت کا اختیار وبری صحبت سے پرہیز	۵۸
حزن وفرح وانکے علامات واسباب واقسام ضروری کا بیان اور انکے اعتدال کے طریق	۶۲
خوف ومایوسی وانکے علامات واسباب واقسام ضروری کا بیان اور ان کے اعتدال کے طریق۔	۶۶
غیظ وغضب وانکے علامات واسباب واقسام ضروری کا بیان اور ان کے اعتدال کے طریق۔	۶۹
آسانی کا محمود ہونا اور نرمی کا ہر وقت وہر آدمی کے ساتھ محمود ہونا وحدود اللہ کے اجرا مین تغافل نہ کرنا ودعوت حکمت وموعظۃ الحسنۃ وغیرہ کے ساتھ کرنا۔	۷۰
ذلت ومسکنت ورسوائی کی تنقیص۔	۷۹
جذبہ طبیعت وزن شوئی اور انکے متعلقات کا بیان ورحینے زن بحالیکہ زنا سے جائز ہوئی حکمت اور جو عورتین قابل نکاح نہین انکے اسما۔	۸۰

سوسلیزیشن کے حدود ونتایج واغراض و وحشیانہ نیسکی۔
ہر زمانہ مین ہر فرقہ مومنین مین سے ایک جماعت کو تفقہ فی الدین و دعوت الی الخیر کرتے رہنا چاہیے۔ ١٦٤
اور تقلید و رسم پر تفقہ کو ترجیح دینا چاہیے اور کوئی زمانہ زندہ مجتہدون کے وجود سے
خالی ہو تو اوس زمانہ کے سب مسلمان ترک فرض کے عاصی ہونگے و تقلید کے
مختصر نقایص۔ ١٦٥
رسم و رواج کا فرق اُن کے حدود وغیرہ قوم کے اچھے رسوم کے اختیار کرنے کے
شرایط و فیشن کے شرایط سادہ و سودمند فیشن رکھنا چاہیے قدامت پسندی قومی ١٦٧
روایات و تاریخ کی حفاظت کہانتک بہتر ہے۔
اقبال و ادبار کا مفہوم اور موجودہ قومی حالت اور اُنکا علاج کس طرح ہونا چاہیے ١٦٩
علم و عمل باخلاص چاہیے اور اُنکے فواید و فضیلت ١٧٥
اخسرین اعمال کون ہین اور اُن پر وعید۔ ١٧٥
دنیا کی زندگی متاع الغرور ہے اس جینے مین عمل سے ثواب یا عذاب ہوتا ہے
وہی اصل ہے جو متاع الغرور نہین ہے۔ ١٧٩
منافق و حرام خور واثم و عدوان کے جلدی کرنے والون اور نہ منع کرنے والون
پر وعید۔ ١٨١
اظہار حق کا امر و کتمان حق والتباس حق بالباطل کی ممانعت۔ ١٨٢
خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت کی مذمت۔ ١٨٢
کتاب کے بعض حصہ پر عمل کرنا اور بعض پر نہ کرنا دنیا کی رسوائی اور قیامت کے
دن سخت عذاب کا سبب ہے۔ ١٨٣

سائنس کی تعلیم سے مذہبی تعلیم بھی حاصل ہوتی ہے۔ ۱۲۵

سائنس بے دینی کی تعلیم نہین دیتا بلکہ سائنس سے غفلت کرنی بے دینی ہے۔ ۱۳۶

سچے سائنس کا ایک بڑا فایدہ یہ ہے کہ اوس سے قوانین قدرت پر وثوق اور اونکی فرمانبرداری کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ ۱۳۸

سائنس اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ خداے تعالی کے کنہ حقیقت کا سمجھنا نہ صرف عقل انسانی بلکہ خیال و قیاس سے بھی بالاتر ہے۔ ۱۳۹

انبیاء و رسل کے اخبار کا دلیل و مفید یقین ہونا و سچے مذہب کا معیار و خلاف عقل و تجربہ پر اعتقاد ضعیف الاعتقادی ہے۔ ۱۴۰

ناقابل عمل و دل خوش کن عمل و مذہبی و سچے عمل مذہبی کے نتایج۔ ۱۴۴

صحیفہ فطرت بجاے دیگر امور کے عرفان الہی کا زیادہ سبب ہے اور قرآن مجید نے اوس کے اور دیگر تفصیل کے نسبت کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ۱۴۸

اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہونا نہ کہ موروثی میلان کا عذر کرنا۔ ۱۵۱

آدمی کے ارادی افعال کو اوسکی راحت اور زیست مین دخل ہے اوسکے فعل وابستہ کے علت ناقصہ ہین۔ ۱۵۳

کردار عالی و صحیح چاہیے۔ ۱۵۶

بروے اثرات زیست اچھائی و برائی کا معیار و نیکی و بدی کا اضافی ہونا۔ ۱۵۷

متناسب کس طرح ہونا لازمی ہے۔ ۱۵۸

خالص اصول مذہب مانع ترقی نہین اور بغیر مذہب ترقی نہین ہوتی ہے اور اپنے متحابین کے ساتھ اللہ بھی محبت کرتا ہے۔ ۱۶۰

سو ہوئی جذبات کا وجود تعلیم و تربیت کی دشواری۔ ۱۸۳

اخلاقی تعلیم قوم کی عام خصلت اور انسانی فطرت کی عام حالت کے موافق ہوتی ہے۔ ۱۸۴

تعلیم تربیت کے مقصود و فرائض و معلموں کے فرائض۔ ۱۸۶

اصول تعلیم و تربیت کا منافات و کم سنی ۱۸۹

رذایل کا علاج اور اوسکا اصول عام۔ ۱۹۳

فعل و انفعال اعمال اور اُن کی ترقی اور اُن کا زوال۔ ۱۹۴

عادت و اُسکا علاج و تخیلات کا طریق علاج رذایل۔

عمل کس طرح انجام اندیشی کے ساتھ باقاعدہ صحیح طور پر کرنا و کرانا چاہئیے۔ ۱۹۵

۲۰۰

انسانی زندگانی کا دستور العمل۔ ۲۰۲

حقیقت مکاشفہ صوفیہ ۲۰۵

مادہ کی ماہیت کی نسبت کیا کہ کر کیا معلوم ہوا ہے ۲۰۶